بسمہٖ تعالیٰ

نکتۂ جہاں بانی

یعنی

عہد نامہِ مالکِ اشترؒ

مکتوبِ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

حیدر آباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۹

مؤلف: پروفیسر آصف پاشا صدیقی

تدوین ونشر: باب العلم دار التحقیق کراچی پاکستان

فروغ ایمان ٹرسٹ شمالی ناظم آباد کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

حیدرآباد

﴿جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں﴾

کتاب کا نام: نکتۂ جہاں بانی (یعنی عہد نامۂ مالکِ اشترؒ)

مؤلف: پروفیسر آصف پاشا صدیقی

تدوین ونشر: باب العلم دار التحقیق کراچی
(فروغ ایمان ٹرسٹ شمالی ناظم آباد کراچی)

پرنٹنگ: الباسط پرنٹرز 021-6606211

طبع: اول، دسمبر ۲۰۰۸ء

تعداد: ۱۰۰۰

ہدیہ: ۲۰۰/

ملنے کا پتا: الحسن بک ڈپو مسجد باب العلم شمالی ناظم آباد کراچی

ملاحظہ:

کتاب ہٰذا کا ہدیہ مولف کی جانب سے مولانا سید شہنشاہ حسین نقوی کے زیر نگرانی چلنے والے تعلیمی اداروں کی ترقی و تعمیر کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔

بسمہ تعالیٰ

انتساب

اللہ جل جلالہٗ

و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور چہاردہ معصومین علیہم السلام

پر

ایمان لانے والوں کے نام

کاوشِ پاشا کو پڑھ کر مومنین و مومنات
ساعتیں اپنی گزاریں مالکِ اشترؒ کے ساتھ
(مختار اجمیری)

فہرست حصہ اول

۱۔	مقدمہ	۹
۲۔	تقریظ (مولانا سید محمد عون نقوی)	۱۴
۳۔	تاثراتی قطعات (ہاتف الوری)	۱۶
۴۔	تاثراتی قطعہ (مختار اجمیری)	۱۷
۵۔	منقبت (عاصی قمی)	۱۸
۶۔	منقبت (ذوالفقار نقوی)	۲۰
۷۔	اظہار خیال (پروفیسر اقرار حسین جعفری)	۲۱
۸۔	کچھ مؤلف کے بارے میں	۲۳
۹۔	حرف اول	۲۸
۱۰۔	حضرت مالک اشتر	۳۵
	الف: نام و نسب	۳۵
	ب: اشتر، لقب	۳۶
	ج: قبیلہ	۳۸
	د: یمن سے تعلق	۳۹
۱۱۔	مالک اشترؒ اور قبول اسلام	۴۲
۱۲۔	مالک اشترؒ کا معاشرتی قردار	۴۳

الف: عہد شیخین	۴۳
ب: عہد حضرت عثمان	۴۵
ج: دمشق جلاوطنی	۴۷
د: حمص روانگی	۴۹
ھ: تدفین حضرت ابوذر غفاریؓ	۵۰
و: مسئلہ قتل حضرت عثمانؓ	۵۳
۱۳۔ عہد حضرت علیؑ	۵۴
الف: جنگ جمل	۵۵
ب: جنگ جمل سے واپسی	۵۸
ج: جنگ صفین	۶۰
د: لیلۃ الھریر	۶۲
ھ: مسئلہ حکمیت	۶۵
و: جزیرہ کی حکومت	۶۶
ز: مصر کی حکومت	۶۸
ح: شہادتِ حضرت مالک اشترؒ	۷۰
۱۴۔ حضرت علیؑ اور مالک اشترؒ	۷۲
۱۵۔ عہد نامہ مالک اشترؒ	۷۵
۱۶۔ پر اہتمام عہد نامہ	۷۷

۱۷۔	عہد نامہ کا مصر سے تعلق	۸۰
۱۸۔	عہد نامہ کے اہداف	۸۰
۱۹۔	عہد نامہ میں حقوق انسانی	۸۹
۲۰۔	عہد نامہ کی سند و شروح	۹۴
۲۱۔	عہد نامہ پر شبہات و جوابات	۹۵
۲۲۔	فہرست حصہ دوم	۱۱۵

مقدمہ

ادیانِ عالم میں سب سے زیادہ جامع اور مکمل دین صرف اسلام ہے۔ کائنات کا کوئی ذرّہ اس کے دائرۂ قانون اور شریعت سے باہر نہیں ہے۔ ہر چیز کی صحیح معرفت اور پہچان نیز اس سے تعلّق پیدا کرنے کا طریقۂ کار اسلامی تعلیمات کی رُوح پرور روشنی میں ہی قابلِ امکان ہے۔ انسان اِس کائنات کا اشرف المخلوقات عنصر ہے، جس کی زندگی کے مختلف جوانب اور جہات ہیں۔ اسلام میں ان تمام جہات جو منکشف ہو چکے ہیں، نیز جو مستقبل میں ظاہر ہوں گے، کے بارے میں مخصوص احکامات موجود ہیں۔ انسان سماجی، سیاسی، معاشی، ثقافتی، علمی، اَخلاقی، روحانی، دینی اور دیگر شعبہ ہائے حیات سے وابستہ و مربوط ہستی ہے۔ ان تمام پہلوؤں کے بارے میں اسلام کی رہنمائی جامع اور منفرد ہے۔ ویسے تو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے تمام کلام، امام الکلام ہیں، لیکن چونکہ اس کتاب میں آپ علیہ السلام کا وہ عہد نامہ پیشِ نظر ہے جو آپ علیہ السلام نے مالکِ اشتر نخعیؒ کے سپرد کیا، لہٰذا اقدرِ امکان کوشش کی گئی ہے کہ اس کا کوئی پہلو تشنہ طلب نہ رہے۔ اگر چہ احاطہ ناممکن ہے۔

نہج البلاغہ حضرت امام علی علیہ السلام کے خطبات، خطوط اور کلماتِ قصار کا ایک نادر مجموعہ ہے، جسے سیّد رضیؒ نے تدوین کیا ہے۔ اس میں یہ عہد نامہ بھی شامل ہے، لیکن کچھ قاصر ذہنوں نے جس طرح نہج البلاغہ پر اعتراضات کیئے ہیں، ویسے ہی اس عہد نامے کے بارے میں بعض کوتاہ فکروں کے شبہات سامنے آئے ہیں، اس کتاب

میں ان شبہات کے بھی مستدل جوابات درج کئے گئے ہیں۔ مالکِ اشترؒ وہ ہستی ہیں، جن کے بارے میں خود امام علی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "مالک کا مجھ سے تعلق ایسا تھا، جیسا کہ میرا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔" یہ عہد نامہ اُتنا ہی عظیم ہے، جتنا مالکِ اشترؒ کی شخصیت عظیم ہے۔ اس کے بارے میں اب تک بہت سی مفصل کتابیں لکھی گئی ہیں اور بہت سے غیر مسلم دانشور اور مفکّرین نے اعجاب آمیز آراء پیش کی ہیں۔

چنانچہ "عبد المسیح الا نطا کی، مدیر جریدہ العمران مصر" لکھتا ہے:

اس عہد نامے میں اقسامِ سیاست، فنونِ حکمت اور وہ سیاست جس کا تعلق راعی و رعایا سے ہے، سب کچھ موجود ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ سونے کی تختیوں پر لکھا جائے اور حکمائے فلاسفہ کے گھروں میں آویزاں کیا جائے، تاکہ اس سے وہ حکمت و ادب حاصل کرتے رہیں اور اس سے علم حاصل کر کے رعایا کی مدد اور ملک کو آباد رکھ سکیں۔ صرف یہی ایک عہد نامہ اس ثبوت کے لئے کافی ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام تمام ایسے لوگوں سے افضل ہیں، جنہوں نے لوگوں پر حکومت کی اور تمام اُن لوگوں سے بہتر ہیں، جنہوں نے عدل کی بنیاد پر فرماں روائی کی اور اُن سب سے برتر ہیں، جنہوں نے سیاستِ حکمیہ کو ضبطِ تحریر کیا۔

ایک حکومت کو عدل وانصاف، پیش رفت وترقی، رفاہ وآسائش اور سعادتِ دارین سے ہم آہنگ تقاضوں کے مطابق چلانے کے لئے بہترین طریقۂ کار اس عہد نامے میں مندرج ہے۔

ویسے تو محض حکومت اور اقتدار آئمہ طاہرین علیہم السلام کی پُر عصمت نگاہوں میں

ناچیز شئے ہے، لیکن کیوں کہ اس ذریعے حق کی حاکمیت، عدل وانصاف کی برقراری اور ظلم وباطل کی سرنگونی ہوتی ہے، چنانچہ اہمیت کا حامل ہے۔ آئمہ طاہرین علیہم السلام نے مثالی حکومت کی تشکیل کے لئے طویل جدو جہد فرمائی ہے، جس کا سلسلہ آج بھی پردۂ غیب سے قطبِ عالمِ امکان حضرت امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف کے دستِ مبارک سے جاری وساری ہے۔ ان میں سب سے بڑی قربانی دشتِ کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی قربانی ہے۔ یہ تمام تحریکات اور قربانیاں اُس عظیم عالمی حکومت کے تحقق کے لئے تمہید ہیں، جس کا وعدہ ذاتِ بابرکت پروردگار نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔

اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں عہد نامے کے عربی متن کا مستند اُردو ترجمہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے بعد کتاب وسنّت سے اس کی تشریح کی گئی ہے۔

اس کے ذیل میں معروف ومشہور کتابوں مثلاً شرح ابن ابی الحدید اور اترجمۂ گویا وشرح فشردہ نہج البلاغہ از آیت اللہ مکارم شیرازی کے علاوہ بعض مذہبی ویب سائٹس سے اس کی تفصیلی شرح کے لئے استفادہ کیا گیا ہے۔ ☆ یہ علامت شروح کی ہے۔ جن الفاظ کے ساتھ نمبر شمار لگے ہوں، وہ مشکل الفاظ کی تشریح ہے، جو حاشیے میں مندرج ہے۔

اس کتاب کی بنیادی تحریر پروفیسر آصف پاشا صدیقی دامت برکاتہٗ کی ہے، لیکن اُنہوں نے باب العلم دارالتحقیق کراچی کو مستند بنانے اور علمی وادبی اعتبار سے مدوّن کرنے کی خدمت سے نوازا۔ اس راہ میں جناب مولانا محمد حسن مبلّغ، جناب مولانا محمد حسین کریمی، جناب سیّد ذوالفقار حسین نقوی، برادرِ عزیزم جناب محمد علی

وبرادرِ عزیزم جناب سید محمد فراز زیدی حفظہم اللہ اور دیگر اراکین دارالتحقیق کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اس پر توجّہ سے کام کیا۔

عہد نامۂ مالکِ اشترؒ میں موجود اہم ترین موضوعات کو یوں ذکر کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مومنین کرام خصوصاً نوجوانوں کو ''نہج البلاغہ'' کی جانب متوجّہ کرنا۔

(۲) حضرت مالکِ اشترؒ کی شجاعت اور معاملہ فہمی کو اُجاگر کرنا۔

(۳) حضرت علی علیہ السلام کا مالکِ اشترؒ پر اعتماد۔

(۴) حضرت مالکِ اشترؒ کے حالاتِ زندگی سے آگاہی۔

(۵) رعایا پر حقیقی حکمرانی کا تصور۔

(۶) عوام الناس کی بہبود اور خوش حالی کے لیے اقدامات۔

(۷) سپاہِ اسلام کی بہبود اور اُن کے خاندانوں کا خیال۔

(۸) خراج وصول کرنے اور خراج میں آسانی کو مدِّنظر رکھنے کے اُصول۔

(۹) دُور اندیشی سے کام لینے کی اہمیت۔

(۱۰) اعلیٰ عہدیداروں کا انتخاب اور اس کے لیے وضع کردہ اُصول۔

(۱۱) کائنات کے اَسرار و رموز، نیکی و بدی، سماجی پہلو، سیاسی بصیرت، دنیاوی مسائل اور اُن کے حل۔

(۱۲) انسانی کج روی اور خود غرضی و خود پسندی سے اجتناب کی ہدایت۔

(۱۳) دشمنانِ اسلام سے معاملات نمٹانے کا طریقہ۔

(۱۴) مالیاتی اداروں پر کڑی نظر رکھنے کا حکم۔

(۱۵) حکومتی کاموں کی نگرانی۔

(۱۶) قضاوت (عدل وانصاف) کے لیے بہترین انسان کا انتخاب کرنے کا حکم۔

(۱۷) یتیم، فقیر، محتاج لوگوں کا خیال رکھنے کا حکم۔

(۱۸) سیاسی، اَخلاقی، اقتصادی، نظامی، سماجی، عبادی اہمیت کے حامل مکتوب کو لوگوں لیئے نقش راہ بنانا۔

(۱۹) حضرت علی علیہ السلام کے اس مکتوب کو اسناد کے ساتھ پیش کرنا۔

(۲۰) معرفتِ الٰہی، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، دینِ اِسلام، اعلیٰ اَخلاق اور اتحادِ اُمّت کے لیے کوششیں۔

(۲۱) حضرت علی علیہ السلام کی عوام الناس کی بہتری کے لیے اقدامات کے مضمرات۔

آج کے دَور میں اس مکتوب کی روشنی سے فائدہ اُٹھانے کی پہلے سے کہیں زیادہ ضرورت ہے، تاکہ ہم معاملات کو بہتر طریقے سے سلجھا سکیں. آخر میں اللہ تبارک وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے معاشرے کو بھی اس عہدنامہ پر عمل کرنے والے حکمران عطا فرما۔

والسّلام

سیّد شہنشاہ حسین نقوی

مسئول باب العلم دارالتحقیق کراچی

حبیل سکینہ

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-C1

بسمہٖ تعالیٰ

تقریظ

مولانا سیّد محمد عون نقوی دامت برکاتہٗ
(سربراہ ادارہ تبلیغِ تعلیماتِ اسلامی پاکستان)

الحمدلا هله والصلوٰة علی اهلها

آج ہم جس عصر میں زندگی گزار رہے ہیں، اُسے پُرآشوب دَور کہا جارہا ہے۔ انسانی معاشروں کا ہر طبقہ مسائل ومشکلات میں مبتلا نظر آرہا ہے۔ مفکرین اور دانشور گتّھیاں سلجھانے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، لیکن اہل بیتِ ؑ عصمت وطہارت کے دروازے پر زانوئے ادب طے کیے بغیر اور ان ذوّاتِ مقدّسہ کی رہنمائی سے نورِ ہدایت لیے بغیر ان بحرانوں سے نجات ناممکن ہے۔

عہد نامۂ امیر المؤمنین علیہ السلام بنام جناب مالکِ اشتر نخعیؒ اُمورِ مملکت کو عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق آگے بڑھانے کے سلسلے میں رہنمائی کا بہترین بلکہ واحد ذریعہ ہے۔

مؤلفِ کتاب جناب محترم آصف پاشا صدیقی صاحب نے حالیہ دَور کی ایک اہم ترین ضرورت کو پورا کرنے کی سعیِ جمیل فرمائی ہے، جس کے نتیجے میں وہ تحسین وستائش کے لائق ٹھہرے ہیں۔ نیز برادرِ عزیزم جناب مولانا حجۃ الاسلام سیّد شہنشاہ حسین نقوی قمی سلّمہٗ کی زیرِ سرپرستی علومِ محمدؐ آلِ محمد علیہم السلام کی نشرواشاعت میں سرگرم ادارہ بابُ العلم دارالتحقیق، کراچی کی کتاب کی تدوین اور اشاعت میں اَن تھک

کوششیں بھی عنداللہ مقبول وماجور ہوں گی۔ اُمید ہے قوم کے تشنہ طلب موضوعات پر نوجوان علماء قلمی جدّ و جہد جاری وساری رکھیں گے۔

والسّلام

سیّد محمد عون نقوی

''تاثراتی قطعات''

معروف شاعر وسوز خواں، سیّد عابد حسین نقوی (ہاتفؔ الوری)

نامۂ حیدرؑ جہاں بانی کی رُوحِ جاوداں
ہو عمل اِس پر تو پا جائیں سکوں سب ناتواں
خوب آصف پاشا نے نکتہ، جہاں بانی دِیا
کر دیا مظلوم قوموں کی زمیں کو آسماں

☆☆☆

ریاست کی بقا کے راز جانے تو علیؑ جانے
علیؑ کو ہم نہ سمجھے کیوں، خدا جانے نبیؐ جانے
رموزِ پاسبانی مالکِ اشترؒ نے سمجھے تھے
اُنہیں مارا تو کیوں ہاتفؔ بتائے گر کوئی جانے

☆☆☆☆☆

''تاثراتی قطعہ''

شاعرِ اہلِ بیتؑ سیّد مختار علی (حضرتِ مختارؔ اجمیری)

مولاؑ نے خوب مالکِ اشترؒ کو خط لکھا
خط میں نمایاں کردیا منشورِ سلطنت
لازم ہے کاروبارِ حکومت کے واسطے
مولا علیؑ نے جو دیا دستورِ سلطنت

☆☆☆☆☆

حیدرآباد، سندھ، پاکستان

منقبت درشانِ حضرت مالکِ اشترؒ

خُلوص و عزم کے پیکر تھے مالکِ اشترؒ
مثالِ فاتحِ خیبرؑ تھے مالکِ اشترؒ

نہ ایک سانس بھی گُزری بغیرِ عشقِ علیؑ
سراپا نوکرِ حیدرؑ تھے مالکِ اشترؒ

غُرور وکُفر کے خیبر کو پاش پاش کیا
جلالِ حیدرِ صفدرؑ تھے مالکِ اشترؒ

کسی محاذ پہ تنہا نہ چھوڑا حیدرؑ کو
قرارِ قلبِ پیمبرؐ تھے مالکِ اشترؒ

وہ دبدبہ ہے کہ قصرِ نفاق لرزاں ہے
وجودِ کُفر پہ نشتر تھے مالکِ اشترؒ

گواہ بو ذرؑ و سلمانؑ بھی ہیں قنبرؑ بھی
خود اپنی ذات میں لشکر تھے مالکِ اشترؒ

مجھے خبر نہیں، ایسا بھی ہوگا اُن کے سِوا
کمالِ عشق کا محور تھے مالکِ اشترؒ
ادب سے چُوم لے عاصؔی قدم تُو اشترؒ کے
درِ علوم کے نوکر تھے مالکِ اشترؒ

☆☆☆☆☆

از نتیجۂ فِکر: مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی (عاصؔی قمی)

مجھے خبر نہیں، ایسا بھی ہوگا اُن کے سِوا
کمالِ عشق کا محور تھے مالکِ اشترؓ
ادب سے چُوم لے عاصیؔ قدم تُو اشترؓ کے
درِ علوم کے نوکر تھے مالکِ اشترؓ

☆☆☆☆☆

از نتیجۂ فِکر: مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی (عاصیؔ قمی)

منقبت در شانِ حضرت مالکِ اشترؓ

رکھتے ہیں دل میں عشقِ نبیؐ مالکِ اشترؓ
مومن ہیں مُرتضائی، ولی، مالکِ اشترؓ
خوفِ خدا تھا، دُنیا کا کوئی خطر نہ تھا
حیدرؑ سے خوب خوبی ملی، مالکِ اشترؓ
اُنؑ کے ہی ہم رکاب رہے جان و دل سے آپؓ
کہتے رہے نبیؐ کے وصیؑ، مالکِ اشترؓ
مولاؑ نے حکمرانی کے وہ گُر بتا دِیے
لازم ہیں تا ابد جو سبھی، مالکِ اشترؓ
وَاللہ خوش نصیب ہو دونوں جہان میں
مولاؑ کی ہے غلامی مِلی، مالکِ اشترؓ
کافی نہیں زبانی کلامی محبتیں
جاں بھی ہے نذر آپ نے کی مالکِ اشترؓ
نقویؔ کی آرزو ہے کہ رویت وہ کرسکے
آجاؤ اُس کے خواب میں بھی مالکِ اشترؓ

☆☆☆☆☆

از نتیجۂ فِکر: سیّد ذوالفقار حسین نقویؔ عفی عنہ، کراچی۔

اظہارِ خیال

زیرِ نظر کتاب ''نہج البلاغہ'' سے اقتباس لیا گیا ہے۔ پروفیسر آصف پاشا صدیقی اُردو کے پروفیسر ہیں اور گورنمنٹ سٹی کالج کراچی اور نبی باغ گورنمنٹ سائنس کالج صدر کراچی کے پرنسپل رہے ہیں۔ موصوف اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کے ناظم امتحانات، ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کے ڈائریکٹر ایجوکیشنل ریسرچ کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے آج کل سیکریٹری ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں۔

موصوف نوجوانی سے ہی دِینی خدمات میں پیش پیش رہے۔ ''نہج البلاغہ'' کے مکتوب نمبر ۵۳ پر ان کے قلم سے آسان اور بامحاورہ ترجمہ وتبصرہ ان کے ذہن کی عکّاسی کرتا ہے۔ پروفیسر آصف پاشا صدیقی نے اس کتاب میں تمام مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کو ''نہج البلاغہ'' کی طرف متوجّہ کیا ہے، جس میں کائنات کے اَسرار و رموز، اصولِ حکمرانی، حق و باطل، نیکی و بدی، سماجی پہلو اور سیاسی بصیرت و تدبّر، دنیاوی مسائل اور ان کے حل مولائے کائنات حضرت علی علیہِ السّلام نے آشکار کیے ہیں۔

پروفیسر آصف پاشا صدیقی کی کاوش تمام مسلمانوں کو بالعموم اور نوجوانوں کو بالخصوص دِینی اور سماجی زندگی میں اسلامی اقدار، سماجی رہن سہن، آپس میں میل جول، طبقاتی تفریق اور انتظامی اُمور کو سمجھنے اور دُشواریوں کو سہل بنانے اور انسانی رویّے کی

بہتری کے لیے مدد و معاون ثابت ہوگی۔

پروفیسر آصف پاشا صدیقی نے انتہائی آسان اور روز مرّہ کے استعمال کے الفاظ منتخب کر کے اسے عام فہم، سلیس اور قاری کے لیے دِلچسپ بنا دیا ہے اور مکتوب میں جن اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے، عنوانات کے تحت کر کے قاری کے لیے اور بھی آسان بنا دیا ہے۔

پروفیسر سیّد اقرار حسین جعفری
پرنسپل
نبی باغ گورنمنٹ سائنس کالج، صدر، کراچی

کچھ مؤلف کے بارے میں

جناب پروفیسر آصف پاشا صدّیقی ایک مثالی اور اعلیٰ خاندان کے چشم و چراغ ہیں، یہ خاندان سبزوار (ایران) سے سبکتگین کے دَور میں ہندوستان کے معروف علاقے بدایوں (جوکہ اُس وقت صوبہ تھا) میں مقیم ہُوا۔ اُس وقت ان کے بزرگ حضرت صدرالدّین اور حضرت حمیدالدّین تھے جو یہاں سکونت پذیر ہُوئے، کچھ عرصہ پہلے جب یہاں کے قاضیِ شہر کا انتقال ہوا تو اسی خاندان کے بزرگ قاضی شہر قرار پائے اور یہ خاندان جس علاقے میں مقیم تھا وہ محلّہ قاضی ٹولہ کے نام سے مشہور ہُوا۔ شجرۂ نسب کے حوالے سے آپ کے اجداد کا تعلّق حضرت ابوبکر بن ابوقحافہ اور حضرت اسماء بنتِ عمیس کے فرزند حضرت محمد ابنِ ابی بکر سے ہے، چناں چہ ہندوستان میں مقیم ہونے کے بعد اس شجرے کی مختلف شاخوں نے صدّیقی، حمیدی، جعفری، سبزواری، حیدری اور کچھ نے محمدی کہلوانا شروع کیا۔ برِّصغیر کے معروفِ عالمِ دِین مولانا اعجاز محمدی اور ان کے فرزند، مولانا شبیہہ الحسنین محمدی کا تعلّق بھی اسی خاندان سے ہے۔

تقسیمِ ہندوپاک کے موقع پر شہرِ اولیاء ضلع بدایوں (صوبہ یوپی) سے خیرپور ہجرت فرمائی۔ آپ کے والد حضرت ابوالحسنین (ناطق بدایونی) عظیم شاعر اور بلند مرتبہ ادیب تھے۔ آپ کی تصنیف کردہ ایک کتاب ''جواہر ریزے'' تقریباً تیس برس سے بورڈ سے منظور شدہ نصاب کے تحت پڑھائی جاتی رہی۔ آپ کی والدہ مسلمہ

خاتون زبیری، مشہور ذاکرہ اور شاعرۂ اہلِ بیتؑ تھیں۔ محترمہ مسلمہ خاتون کا تعلّق امروہہ کے معروف زبیری خاندان سے تھا۔ محترمہ مسلمہ خاتون کے والد کا نام حکیم راحت علی خان زبیری تھا، جو روٴسائے امروہہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ حکیم راحت علی خان زبیری کی قائم کردہ امام بارگاہ چھجی آج بھی امروہہ میں موجود ہے۔ حکیم راحت علی خان کی وصیّت کے مطابق انہیں امام بارگاہ کے دروازے کے قریب دفن کیا گیا۔

اس خاندان کا شجرۂ نسب صحابیِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت زبیرؓ ابن عوام سے ملتا ہے، چناں چہ یہ لوگ زبیری کہلائے، گویا پروفیسر آصف پاشا صدّیقی ددھیال کی طرف سے صدّیقی اور ننھیال کی طرف سے زبیری ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم خیر پور سے حاصل کی، اپنی قابلیت کی وجہ سے اسکول، کالج کے علاوہ محرّم الحرام کے جلوسوں اور مختلف عشرۂ مجالس میں بہترین خطابت کے جوہر دِکھاتے رہے۔ البتہ سامعین کی جانب سے خاطر خواہ پزیرائی کے باوجود اس فن کو اپنا پیشہ قرار نہیں دیا، مختلف کالجز میں لیکچرار سے پروفیسر تک اور پروفیسر سے پرنسپل تک کا سفر طے کیا، گورنمنٹ کالج دادو میں لیکچرار رہے، وہاں سے سٹی کالج کراچی میں لیکچرار ہوکر کراچی ہی میں سکونت اختیار کی، کچھ مدّت کے بعد سینئر ہونے کی وجہ سے پرنسپل کے عہدے پر فائز ہُوئے، بعد ازاں مختلف کالجز میں پرنسپل کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ریٹائرمنٹ کے وقت نبی باغ گورنمنٹ سائنس کالج کے پرنسپل تھے وہاں سے ریٹائرمنٹ کے بعد سندھ کے بورڈ کی کنٹرولنگ اتھارٹی نے بحیثیت ڈائریکٹر ایجوکیشنل ریسرچ کراچی آپ کا

تقرر کیا، پھر ڈائریکٹر ایجوکیشن میٹرک بورڈ کی حیثیت سے فرائض انجام دیے اور اب بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن کے سیکریٹری کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ آپ بہترین خطیب ہونے کی وجہ سے کامیاب لیکچرار اور شاگردوں کی تربیت کے سلسلے میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تصنیف کردہ کتب جماعت یازدھم سے ڈگری کلاسز کے طلباء کے زیرِ مطالعہ ہیں۔

پروفیسر آصف پاشا صدیقی کے چار بھائی اور دو بہنیں ہیں، جناب محمد حسنین پاشا (بڑے بھائی) فیروز خسرو ناطق ریٹائرڈ اسکواڈرن لیڈر پاکستان ائیر فورس اور ایک بلند پایہ شاعر و ادیب ہیں، ان کے بعد محمد جاوید پاشا صدیقی، بانی وُروحِ رواں حُسینی ویلفیئر آرگنائزیشن اور قومی وسماجی شخصیّت ہیں اور سب سے چھوٹے بھائی محمد نوید پاشا صدیقی ہیں، جب کہ بڑی بہن آصفہ پروین اور چھوٹی بہن نسرین فاطمہ ہیں۔ علم وادب آپ کے خاندان کی سرشت میں رچا بسا ہوا ہے اور مذکورہ بہن بھائی سب کسی نہ کسی علمی و دینی خدمت میں مصروف ہیں۔

پروفیسر صاحب کی شادی شمالی علاقہ جات کی ریاست ''نگر'' کے ایک مشہور و معروف وزیر خاندان کے چشم وچراغ کرنل احسان علی خان آفریدی کی صاحب زادی محترمہ نرگس خاتون سے ہُوئی۔ تقسیمِ ہند سے پہلے کرنل صاحب نے سری نگر کشمیر کے ''سری پرتاب کالج'' سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، بعدازاں برٹش آرمی میں سیکنڈ لیفٹیننٹ کی حیثیت سے شمولیت اختیار کی، قائدِ اعظمؒ نے جب تقسیمِ ہند اور پاکستان کا نعرہ لگایا تو کرنل احسان علی خان نے اس نعرے کو ذہنی طور پر قبول کیا اور چند مجاہدین کے

ساتھ گلگت و بلتستان کی آزادی کی جنگ شروع کی، کشمیر کے راجہ ہری سنگھ نے کرنل احسان علی خان کے سر کی قیمت دس ہزار روپے مقرر کی، جب کہ راجہ ہری سنگھ اور کرنل احسان علی خان کی آپس میں گہری دوستی تھی، یہ مردِ مجاہد کسی بات کی پروا کیے بغیر چند سرفروشوں کو لے کر ڈوگرہ افواج سے جاٹکرایا، فتح حق کی ہُوئی، لداخ کا ایک بڑا حصّہ بشمول پورا بلتستان اور گلگت آزادی سے ہمکنار ہُوا، اُس زمانے میں لوگ کرنل احسان علی خان کو ''امیر مختار'' کے نام سے جانتے تھے، بعدازاں آپ نے اپنی کمانڈ کا چارج اُس وقت کے کرنل جیلانی کو دیا اور افواجِ پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی، کرنل احسان علی خان آفریدی کے اس بے مثال کارنامے کے صلے میں حکومتِ پاکستان نے بہادری کا اعزاز ''ستارہ جرأت'' اور آزاد کشمیر کی حکومت نے فخرِ کشمیر اور مجاہدِ ملّت کا اعزاز عطا کیا۔ چھ محرّم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۹۶ء میں اُسی سرزمین اسکردو میں اللہ کو پیارے ہُوئے اور آپ کو پورے فوجی اعزاز کے ساتھ قبرستان ''قتل گاہ'' اسکردو بلتستان میں سپردِ خاک کیا گیا اور آپ کی یادگار آزادی کے دیگر مجاہدین کے ساتھ حکومتِ پاکستان کی طرف سے گلگت کے چنار باغ میں قائم کی گئی، جس پر آپ کی بہادری کے کارنامے مختصراً درج ہیں۔

آپ کی شادی وزیرآباد کے راجپوت خاندان کی ایک نیک سیرت خاتون رقیّہ بیگم سے ہُوئی، جو حنفی فرقے سے تعلّق رکھتی تھیں، شادی کے بعد بغیر کسی جبر کے ازخود کتابیں پڑھ کر مذہبِ جعفریہ علانیہ اختیار کیا، جو مرحومہ کے پورے راجپوت خاندان نے بخوشی قبول کیا۔

پروفیسر آصف پاشا صدّیقی کی ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں، الحمدللہ تینوں اعلیٰ تعلیم یافتہ، شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہیں، بیٹے اور داماد مختلف بینکوں اور اداروں میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، بیٹی نے انگریزی ادب میں کراچی یونیورسٹی سے ماسٹرز کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اِن سب کی توفیقات میں اور اضافہ فرمائے۔ (آمین) والسلام

سید شہنشاہ حسین نقوی قمی
مسئول باب العلم دارالتحقیق
ذی الحجہ ۱۴۲۹ھ ق

حرفِ اوّل

موت ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے کسی کو انکار نہیں، مگر حضرتِ انسان زندگی کی رنگینیوں میں اس کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ قیامت کا ایک دن معیّن ہے۔ یہ وہ دن ہوگا، جب نفسانفسی کا عالم ہوگا۔ ہر شخص اپنے اعمال کا جائزہ لیتا نظر آئے گا، یومِ قیامت سے قبل یہ فانی دنیا جس دور سے گزرے گی، اس کے بارے میں اللہ اور اُس کے سچّے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے ہی بتا دیا ہے، مگر ان تمام باتوں کا علم ہونے کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشادات اور شریعتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آئین کو پسِ پشت ڈال کر دنیا کی رنگینیوں میں مست ہو کر گویا ذہنی سکون محسوس کرتی ہے !!!

آج مسلمان جس تباہی کے راستے پر چل نکلا ہے، اس کا ایک ہی حل ہے یعنی اگر وہ ترقّی کی راہوں پر گامزن ہونا چاہتا ہے تو اس کا معاشرہ صاف سُتھرا، کردار اچھا، دیانت کا پیکر، اخوّت کا پرستار، اتحاد و تنظیم کا حامل، دل میں عملی طور پر مسلمان قوم کی فلاح و بہبود کا درد اور ملک کے استحکام کا جذبہ موجود ہو۔ جغرافیائی ذہنیت، اقربا پروری چور بازاری، ابن الوقت ہونے اور حرص و ہوس کی خطرناک راہوں سے دُور ہونا ہوگا۔ اسی وقت پاک و صاف دل و دماغ ارتقائی راستہ بتا سکتے ہیں کہ جب ان اخلاقی اقدار کو اپنایا جائے۔

اس منزل پر میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ مولائے کائنات حضرت علی ابن

ابی طالب علیہ السلام کے خطبات اور ارشادات جو "نہج البلاغہ" کی شکل میں ہمارے پاس ہیں، اس میں سے ایسے خط کو منتخب کیا جائے، جو ہمارے نوجوانوں کے لیے عملی زندگی گزارنے کا ایک پیمانہ ہو۔ میری نظر میں حضرت علی علیہ السلام نے جو عہد نامہ (خط) حضرت مالکِ اشترؓ کو مصر کا حاکم بناتے وقت تحریر کیا تھا، (جس ہدایت نامہ کو ہر دَور کے حاکم نے وقتاً فوقتاً رائج کرنے کی کوشش بھی کی) کاش اس پر صدقِ دل سے عمل کیا جاتا تو آج مسلمان دنیا میں ایک مثالی معاشرے کے موجد ہوتے۔

کچھ مالکِ اشتر کے بارے میں:

مالکِ اشترؓ کے آباؤ اجداد ملکِ یمن سے تعلّق رکھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں اسلام قبول کیا۔ آپ جاں نثارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور محبِّ اہل بیت علیہم السلام تھے۔ دشمنانِ اسلام آپ کی بہادری اور شجاعت سے خوفزدہ رہتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے بعد جب خلافت کا مسئلہ آیا تو تمام مسلمان حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، مگر حضرت علی علیہ السلام نے انکار کیا۔ مالکِ اشترؓ نے تمام مسلمانوں کی نمائندگی کرتے ہُوئے حضرت علی علیہ السلام سے اصرار کیا کہ خلافت قبول فرمائیں اور آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس کے بعد تمام مسلمانوں نے حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہم السلام کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ یُوں ایک نئے دَور کا آغاز ہُوا، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کے منکر، حضرت علیِ مرتضیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں صف آرا ہو گئے۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہؐ

کی رسالت کو دل سے تسلیم نہ کرنے والوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مجبوراً مولائے کائنات علیہ السلام کو ان سے برسرِ پیکار ہونا پڑا۔ ان تمام جنگوں میں حضرت مالکِ اشترؓ کو ایک خاص مقام حاصل رہا۔ حضرت علیِ مرتضیٰ علیہ السلام کے اس سچّے، نڈر اور بہادر سپاہی نے جنگِ جمل، جنگِ صفین وغیرہ میں جرأت وشجاعت کے وہ جوہر دِکھائے کہ دشمن آپؓ کے نام سے گھبراتا تھا۔ جب دشمن نے مصر پر حملہ کرنے کے لیے ایک بڑا لشکر روانہ کیا، اُس وقت مصر کے حاکم حضرت محمد بن ابی بکرؓ تھے۔ آپ نے اس لشکر کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت علی علیہ السلام سے فوجی مدد مانگی، حضرت علی علیہ السلام چاہتے تھے کہ دشمن کی فوج سے پہلے فوجیں محمد بن ابی بکرؓ کی مدد کو پہنچ جائیں، چنانچہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سب سے بہادر ساتھی مالکِ اشترؓ کو مصر روانہ کیا اور طرزِ حکومت کے سلسلے میں حضرت علی علیہ السلام نے مالکِ اشترؓ کو خط تحریر فرمایا۔

دشمن ہر قیمت پر مالکِ اشترؓ کو ختم کرنا چاہتا تھا، آخرکار دشمن اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔ ہُوا یُوں کہ جب مالکِ اشترؓ مصر کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں قُلزُم شہر پڑا، جہاں آپؓ نے قیام کیا۔ اس شہر کا ایک امیر ترین شخص جو دشمن کا خاص آدمی تھا، اس نے آپ کو کھانے کی دعوت دی اور کھانے میں زہر ملا شہد کھلا دیا، جسے کھاتے ہی یہ بہادر اور سچّا مسلمان اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور علی علیہ السلام کا چاہنے والا اس فانی دنیا سے رخصت ہُوا۔ دشمن خوش ہُوئے۔ حضرت علی علیہ السلام کو مالکِ اشترؓ کی شہادت سے بڑا دکھ پہنچا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ”مالک کو کوئی کیا پہچان سکتا ہے۔ واللہ، اگر وہ پہاڑ ہوتا تو سب سے بلند تر ہوتا اور اگر پتّھر ہوتا تو سب سے زیادہ سخت تر ہوتا، اس کی

بلندیوں کو نہ کوئی سُم روند سکتا ہے اور نہ وہاں کوئی پرندہ پرواز کر سکتا ہے۔"

بہر حال امیر المومنین علیہ السلام کا خط دنیاوی حکم رانی کے لیے ایسا معجزہ ہے کہ آج بھی مسلمان اس پر عمل کر لیں تو ذلّت و رُسوائی کی دلدل سے نکل سکتے ہیں۔ اس خط میں حاکمِ وقت کے لیے اُصولِ حکمرانی، ہمارے سماجی مسائل اور ان کا حل موجود ہے۔

بندۂ ناچیز نے اس خط کو مختلف عنوانات دے کر عام فہم زبان میں تحریر کیا ہے۔ خالصتاً ادبی انداز اپنانے اور عالمانہ بحث سے گریز کیا ہے، تاکہ ہمارے نوجوان اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق بہت آسان الفاظ میں موضوعات کی مختصر ترین مگر انتہائی جامع تشریح کو سمجھ کر اپنی مصروف زندگی کو کارآمد بنا سکیں۔

مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام نے اس فرمان میں حکمرانی اور سماجی پہلو کو اجاگر کیا ہے، انسانی کج روی کی نشان دہی کی اور مسائل کے حل پیش کیے، اس فرمان میں مندرجہ عنوانات پر امیر المومنین علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا، اسے آسان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، لفظ بہ لفظ بمطابق اصل متن خط ترجمے کے لیے مکتوب نمبر ۵۳ نہج البلاغہ ملاحظہ فرمایئے۔

اور حضرتؑ نے ان موضوعات کو عنوان قرار دیتے ہوئے انتہائی فطری، نفسیاتی اور مانوس الفاظ اور انداز کے ساتھ رہنمائی فرمائی: حکمرانی کے اصول، دینِ خدا کی نصرت اور نفسانی خواہشات کو کچلنے کا حکم، مختلف سماجی پہلوؤں پر امیر المومنین علیہ السلام کا اظہارِ خیال، انسانی خصوصیات، خصلتوں اور اعلیٰ صفات پر امیر المومنین علیہ السلام کی

گہری نظر، عاملینِ حکومت، ہر شعبۂ زندگی اور اسلامی حکومت کے استحکام کے لیے کارفرما ہیں، اہم امورِ سلطنت پر روشنی ڈالتے ہوئے امیر المؤمنین علیہ السلام نے رعایا کے پست طبقے پر نظر کرنے کا حکم دیا، تعلقاتِ عامّہ، دفاع، عدل وانصاف اور انتظامیہ کے لیے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی واضح ہدایات، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی بصیرت، دور اندیشی اور معاملہ فہمی کی ایک جھلک، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی عظمت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کا ہر وقت خیال رکھا مختلف انسانی رویّوں کی نشاندہی، اہم عہدوں پر خوش اَخلاق، عزّت والے اور بے داغ افراد کو فائز کرنے کا حکم، عوام النّاس اور اجتماعی طاقت کو دِین کا ستون قرار دیا، مشورہ کرنے کی اہمیت اور مشیروں کے انتخاب کی شرائط، عدل وانصاف کو رعایا میں محبت واُلفت کا مظہر قرار دیا، خراج اور مال گزاری کے لیے اُصول وضع کیے اور ناگہانی آفتوں اور دیگر نقصانات کے مواقع پر وصولیِ خراج میں چُھوٹ یا کمی کو بہترین ذخیرہ قرار دیا، زمین کی آبادکاری کو شہروں کے آباد کرنے اور حکومت کے استحکام کا سبب قرار دیا۔

اس خط کے ذریعے حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اپنی بصیرت، دُور اندیشی اور مستقبل کے حالات اور اسلامی حکومت کے استحکام کے لیے اُصول وضع کیے، جو آج بھی اسلامی حکومت ومعاشرے کی رہنمائی کے لیے مینارۂ نُور ہیں۔ جس وقت حضرت محمد بن ابی بکرؓ گورنر مصر کے انتظامی حالات خراب ہوئے تو امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے حضرت مالک بن اشتر نخعیؓ کو مصر اور اس کے اطراف کے علاقوں کا عامل (گورنر) مقرر فرمایا۔ اُس وقت امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے مالک

بن اشتر نخعیؓ کے نام یہ خط تحریر فرمایا۔ یہ اسلامی نظام کا امتیازی نکتہ ہے کہ اس نظام میں مذہبی تعصّب سے کام نہیں لیا جاتا، بلکہ ہر شخص کو برابر کے حقوق دِیے جاتے ہیں، مسلمان کا احترام اُس کے مذہبِ اسلام کی بِنا پر ہوتا ہے اور غیر مسلم کے بارے میں انسانی حقوق کا تحفظ کیا جاتا ہے۔ اوران حقوق میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ حاکم ہر غلطی کا مواخذہ نہ کرے، بلکہ انہیں انسان سمجھ کران کی غلطیوں کو برداشت کرے، اور خیال رکھے کہ مذہب ایک مستقل نظام ہے۔ ''رحم کروتا کہ تم پر رحم کیا جائے۔'' اگر انسان اپنے سے کمزور انسان پر رحم نہیں کرتا تو اسے جبار السّمٰوات والارض سے رحم کی توقع نہیں کرنی چاہیے، قدرت کا اٹل قانون ہے کہ تم اپنے سے کمزور پر رحم کروتا کہ پروردگار تم پر رحم کرے، جس پر تمہاری عاقبت اور بخشش کا دارومدار ہے۔ یہ خط حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کے تمام خطوط میں سب سے زیادہ مفصّل اور محاسنِ کلام کا جامع ہے۔

یہاں پر حضرت قبلہ وکعبہ مولانا سیّد شہنشاہ حسین نقوی صاحب کا انتہائی مشکور ہُوں کہ جن کی سرپرستی میں ''باب العلم دارالتحقیق، کراچی (پاکستان)'' نے اس مختصر سے کتابچے کو چھاپ کر مسلمان نوجوانوں کو ''نہج البلاغہ'' کے مطالعے کی ترغیب دی۔

میں اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حضور درخواست گزار ہوں کہ میری اس ادنیٰ کاوش کو قبولیت کا درجہ عطا کرکے شیعیان علی علیہ السلام کی ابدی آرام گاہ کو آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت سے پُرنور کردے

آمین۔

غالبؔ ندیمِ دوست سے آتی ہے بُوئے دوست
مشغولِ حق ہُوں بندگیٔ بُوترابؑ میں

امید ہے قارئین کرام اس سے استفادہ کریں گے اور یہ کاوش بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوگی۔

؎ گر قبول افتدز ہے عزّ و شرف

پروفیسر آصف پاشا صدیقی

حضرتِ مالک اشترؒ

الف: مالک اشتر کا نام ونسب:

مالک بن حارثؒ معروف بہ ''اشتر'' نامی ایک صحابی اور حضرت علی علیہ السلام کے جاں نثاروں میں سے تھے۔ مالکِ اشترؒ کا نسب مختلف منابع میں اس طرح آیا ہے کہ مالک بن حارث بن عبدِ یغوث بن مسلمۃ بن ربیع بن حارث بن جزیمہ بن سعد بن مالک بن نخع۔(۱) مالکِ اشترؒ کا نسب ''ربیعہ'' تک تو مسلم ہے، لیکن بعض منابع میں اس طرح آیا ہے۔ ربیعہ بن سعد بن مالک بن نخع (۲) البتہ ایک جگہ مالکِ اشترؒ کے دادا کا نام ''عبدِ یغوث'' کی جگہ غلطی سے ''یغوث'' ذکر کیا گیا ہے۔(۳) اسی طرح بعض محققین نے خود مالکِ اشترؒ کے نام کے ساتھ ان کے والد کی مناسبت سے مالک بن حرث، مالکؒ بن اشتر اور اشتر بن حارث ذکر کیا ہے۔(۴)

۱۔ طبقات الکبریٰ، محمد بن سعد کاتب واقدی۔ بیروت، دار صادر: ج۶ ص۲۱۳

۲۔ ابنِ ابی الحدید، ج۶ ص۳۱۴

۳۔ تاریخ ابنِ خلدون، (ترجمہ عبدالمحمد آیتی طبع تہران) اشاعتِ اوّل، ج۳ ص۴۲۱

۴۔ البدایہ والنہایہ، ابن کثیر طبع بیروت: ج۱ ص۵۲ و ۵۳۱

ب: اشترؒ، لقب:

تاریخ میں مالکؒ کا لقب جو اُنکے اصل نام سے زیادہ مشہور ہے، وہ ''اشترؒ'' ہے۔ البتہ دوسرے افراد بھی ہیں، جنہیں ''اشترؒ'' کہا جاتا ہے ''ابنِ ماکولا'' نے ایسے ۱۱۳ افراد کا ذکر کیا ہے، جو اشتر کے نام سے معروف تھے، (۱) لیکن ان ۱۱۳ افراد میں جو اشتر کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں وہ ''مالکؒ بن حارث'' ہی ہے۔ اسی وجہ سے عراق (کوفہ، بصرہ وغیرہ) کے اکثر لوگ ''مالک'' کو ''اشترؒ'' کے نام سے جانتے تھے۔ اس کی بڑی مثال یہ ہے کہ جنگِ جمل میں جب مالکؒ اور عبداللہ بن زبیر میں لڑائی ہوئی اور دونوں زمین پر گر گئے تو اس وقت ابنِ زبیر نے بلند آواز میں کہا" اقتلـو نـی ومــالکــاً " مجھے اور مالکؒ کو قتل کرو۔ (۲) لیکن ابنِ زبیر کی اس فریاد پر کسی نے توجّہ نہ دی، کیونکہ ابنِ زبیر کو چاہنے والے نہیں جانتے تھے کہ ''مالکؒ '' کون ہے۔

مالکِ اشترؒ نے بھی خود اعتراف کیا، ہے کہ ابنِ زبیر کے اس جملے ''اقتلونی ومالکاً'' نے مجھے نجات دلائی۔ اگر ابنِ زبیر یہ کہتا کہ مجھے اور اشتر کو قتل کرو تو یقیناً میں ''مالکِ اشترؒ'' اُس دن قتل ہو جاتا۔ (۳)

۱۔ الاکمال فی رفع الارتیاب عن المسوتلف والمختلف فی الاسماء والکنیٰ والانساب، ابنِ ماکولا۔ ج ،۱ص ۸۲

۲۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشتر ،ص ۳۳

۳۔ اخبار الطّوال ابوحنیفہ احمد بن داؤد دینوری۔ ترجمہ محمود مہدوی اشاعتِ چہارم ص ۱۸۷۔

اشتر کے معنیٰ اور وجہ تسمیہ:

کلمہ اشتر کے کیا معنیٰ ہیں اور قابل غور بات ہے کہ کس وجہ سے مالک بن حارث اس لقب ''اشتر'' سے مشہور ہوئے۔ دھخدا اپنے لغت نامے میں لکھتا ہے کہ ''اشتر'' یعنی جن کی آنکھوں کی پلکیں کھلی ہُوئی ہوں، یا جن کے آنکھوں کی پلکیں لپٹی ہُوئی ہوں۔ اشتر یعنی جن کی آنکھوں کی پلکیں الٹ گئی ہوں ۔ (۱) بنا برایں ایک روایت میں ہے کہ مالکِ اشترؒ کی آنکھ میں کوئی چوٹ لگی تھی، جس سے اُن کی آنکھ متاثر ہُوئی، اس لیے ان کو اشتر کہتے تھے اور اسی لقب سے وہ معروف بھی ہوئے۔

حضرت مالک کو ''جنگِ یرموک'' میں لڑتے ہوئے آنکھ میں ایک تیر یا اور کوئی ضرب لگی، جس کے باعث مالکؒ کی آنکھ شدید زخمی ہوئی، اس کے بعد مالکؒ کو اشتر کے لقب سے شہرت ملی۔

اسی طرح اشتر اس کو کہتے ہیں، جس کی آنکھ کی نیچے والی پلک پلٹ گئی ہو۔
(۲) مالکِ اشترؒ خود بھی اس لقب ''اشتر'' پر افتخار کرتے ہُوئے نظر آتے ہیں، مثلاً مالکؒ اپنے ان اشعار میں کہتے ہیں۔

اِنی انا الاشتر معروف الشتر ۔ انی انا الافعی العراقی الذکر (۳)
میں ہُوں میں ہُوں جس کا نام آنکھ پلٹا ہوا اشتر ہے، میں ہُوں میں ہُوں عراقی اژدھا جو مذکر اور نر ہے۔

۱۔ لغت نامہ دھخدا، مادّہ اشتر

۲۔ ریحانۃ الادب، محمد علی تبریزی ۔ ج ۱ ص ۴۷

۳۔ اخبار الطّوال ابوحنیفہ احمد بن داوٗد دینوری، طبع اوّل ص ۱۸۵۔

ج: قبیلہ:

مالکؒ خاندانِ نخع قبیلہ مذحج سے تھے۔اس بنا پر مالک اشترؒ کو اشتر نخعی اور اشتر مذحجی کہا جاتا ہے، جسے خود مالک اشترؒ نے بھی ذکر کیا ہے۔

لستُ ربیعاً ولستُ مِن مضر لکننی مِن مذحجِ الضر العزر(۱)

میں قبیلۂ ربیعہ یا مضر سے نہیں ہُوں بلکہ میں بنی مذحج سے ہونے کا اعزاز رکھتا ہُوں

اس کے علاوہ مالک اشترؒ اور اُن کے خاندان نے نَسَب ''اَیادی'' پر بھی فخر کیا ہے کہ جب مالک اشترؒ نے ایک رومی پہلوان سے مقابلہ کیا اور مالک اشترؒ نے ایک شدید ضرب لگاتے ہوئے کہا کہ'' میں ایادی جوان ہوں'' (۲) محققین فرماتے ہیں،قبیلہ مذحج ،قبائل کہلانیہ میں سے ایک بڑا قبیلہ تھا اور اس قبیلے کی اصلی رہائش مشرقی یمن میں تھی (۳) جبکہ بعد میں مذحج کے اکثر افراد عراق میں آ کر رہائش پزیر ہوئے۔

۱۔ سیمای مالک اشتر محمد مہدی اشتہاردی ،ص۱۸،طبع دوم قم انتشارات علامہ ۱۳۵۰ھ

۲۔ تاریخ طبری محمد بن جریر طبری، ج۴،ص۱۵۴۲

۳۔ ابراہیم احمد المقحفی۔

د: یمن سے تعلق:

تاریخی اعتبار سے مالک اشترؒ کی مکمل زندگی کا بیان قدرے مشکل ہے۔ البتہ بعض محققین نے مالکِ اشترؒ کی مقام ولادت میں بیشہ و دثینہ کے دیہات کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

یہ بھی احتمال ہے کہ مالک اشترؒ کی ولادت قبیلہ نخع کے رہائشی علاقے میں ہوئی ہو اور اہل قلم کے مطابق قبیلہ نخع یمن کے جنوب مشرق میں واقع علاقوں میں آباد تھا۔ البتہ مندرجہ ذیل بعض شواہد اور قرائن کی مدد سے اُن کی تاریخ ولادت اور سن وسال کو دریافت کیا جاسکتا ہے۔(۲)

الف: مالکِ اشترؒ فتحِ شام کے موقع پر نخع کے بزرگوں میں سے تھے۔

ب: خلافتِ حضرت عثمان کے زمانے میں جب مالکِ اشترؒ کو چند افراد کے ساتھ شام جلاوطن کیا گیا، تو اُس وقت مالکِ اشترؒ ان تمام افراد میں نسبتاً بڑے تھے کہ جب معاویہ ابن ابی سفیان کے سامنے ان افراد نے گفتگو شروع کی تو پہلے حضرت کمیل بن زیاد نے بات کی جس پر مالک اشترؒ نے یہ کہہ کر ٹوک دیا کہ ''تم خاموش رہو میں بات کروں گا اور تم ہم سے عمر میں بھی چھوٹے ہو'' چنانچہ حضرت کمیلؒ کی تاریخ ولادت بارہ (۱۲) ہجری قمری لکھی گئی ہے۔

ج: رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری عمر میں مالکِ اشترؒ کا شمار نخع کے بزرگوں میں ہوتا تھا، کیوں کہ ''واقدی'' نے فتوح الشام میں لکھا ہے، نخع کے بعض بزرگوں نے

حضرت علی علیہ السلام کی مدد کی جن میں مالکؓ بن حارث بھی موجود تھے۔

د: اسی طرح مالکِ اشترؓ ایک شعر میں حضرت بی بی عائشہؓ اور خالد بن زبیر سے مخاطب ہوتے ہیں کہ جس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مالکؓ کی عمر کتنی تھی۔

''میں نسبتاً بوڑھا تھا، جب کہ وہ (ابنِ زبیر) جوان تھا۔ اور اُس کی جوانی اُسے مجھ سے بچا گئی۔ (۴)

جمیل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸ ـ C1

حاشیہ گذشتہ صفحہ

۱۔ سیمای مالک اشتر محمد محمدی اشتہاردی، ص ۱۹ طبع قم انتشارات علامہ چاپ دوم سنہ ۱۳۵۰

۲۔ البتہ سیّد محسن الامین نے بغیر کسی ماخذ کے مالکؓ کی جنگ جمل میں عمر ۸۰ برس بیان کی ہے۔ (اعیان الشیعہ طبع بیروت ج ۹، ص ۴۲)

۳۔ فتوح الشام، واقدی طبع بیروت ۱۴۱۷ھ ق ج ۱ ص ۶۲۔

۴۔ دیوان مالک اشتر، ابن ابی الحدید، ج ۱ ص ۱۳۱، ج ۶ ص ۳۱۷

چنانچہ ابن زبیر، جنگِ جمل میں ۳۶ برس کے تھے (۱) اسی طرح جنگِ صفین میں جب ایک جوان مالکِ اشترؒ کے مقابلے میں آیا تو مالکِ اشترؒ نے آواز دی کہ ''جوان کے مقابلے میں جوان جائے'' (۲) اور اُس وقت مالک اشترؒ نے اپنے فرزند حضرت ابراہیم کو مقابلے کے لیے بھیجا۔

لیکن دوسری طرف یہ مسلّمہ امر بھی مسلم ہے کہ مالک اشترؒ کی عمر عمّار یاسرؓ سے کم تھی۔ کیونکہ عمّار یاسرؓ کا شمار بزرگوں میں ہوتا تھا، کہ جب عمّار یاسرؓ اور عمر بن یثربی کے درمیان معاویہ بن ابی سفیان کے سامنے مکالمہ ہوا، اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مالکؒ کی عمر عمّارؓ سے کم تھی۔ کیونکہ مالکِ اشترؒ نے خود اپنے اشعار میں جنگِ صفین میں عمّارؓ یاسر کو مکالمہ کے درمیان بزرگ کہا ہے۔ (۳) البتہ یہ بات قابلِ توجّہ ہے کہ عمّارؓ یاسر کی عمر حضرت علی علیہ السلام کے دورِ خلافت میں تقریباً نوے (۹۰) برس تھی۔ یعنی نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سن تھے۔ (۴) اس طرح مالکؒ اشتر کی عمر حضرت علیؑ کے دورِ خلافت میں ۸۰ برس سے کم تھی اور ولادت کی تاریخ بعثت نبوی سے پہلے محتمل ہے۔

۱۔ فوات الوفیات طبع بیروت دار الثقافہ: ج ۲ ص ۱۷۱

۲۔ شرح نہج البلاغہ، ج ۴ ص ۶۴

۳۔ ابوالحسن علی بن الحسین مسعودی، ج ۲ ص ۹ طبع دار الاندلس۔

۴۔ مروج الذہب ابن ابی الحدید: ج ۸ ص ۲۰۲

۵۔ محمد بن عمر واقدی، ج ۱ ص ۶۲

مالکِ اشترؒ اورقبولِ اسلام:

جس زمانے میں رسولِ اکرمؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو تبلیغ اسلام کی خاطر یمن روانہ کیا تو اُس وقت مذحج قبیلے کے نخع خاندان سے وابستہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اوران میں مالکؒ بن حارث بھی تھے۔(۱)

یوں تو مالک اشترؒ نخع کے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں، لیکن یہ واضح نہیں کہ مالکِ اشترؒ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی یا نہیں، کیونکہ جس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہوتا ہے، اسے صحابہؓ کی فہرست میں شمار کرتے ہیں لیکن مالکؒ بن حارث اشتر کو اکثر تاریخوں میں تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔(۲) خود مالکؒ اشتر نے اپنے آپ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔(۳) بنا برایں مالکِ اشترؒ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرنے والوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا، لیکن مالک اشترؒ کا حضرت علی علیہ السلام کے توسّط سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں مسلمان ہونا ثابت ہے۔

۱۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشترؒ ص۴۵

۲۔ ابنِ سعد نے مالکؒ کو تابعین میں شمار کیا ہے۔ طبقات کبریٰ ابنِ سعد، ج۷ص۲۱۳

۳۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشتر ص۴۶

مالکِ اشترؒ کا معاشرتی کردار:

الف: مالکِ اشترؒ اور عہدِ شیخین میں فتوحات:

اگر حضرت ابو بکر کے دور حکومت میں مالک اشترؒ مدینہ میں تھے لیکن اھل ردہ (مانعین زکاۃ) سے مقابلے میں مالک اشترؒ ظاہراً خاموشی اختیار کیے رہے جبکہ فتحِ شام میں مالکِ اشترؒ خالد بن ولید کے لشکر میں تھے۔ کہتے ہیں جب دوبدو جنگ شروع ہوئی تو ایک رومی حاکم نے مالکؒ کو خطاب کر کے کہا کہ تم خالد بن ولید کے مددگاروں میں ہو؟ مالکؒ نے جواب دیا، "نہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں میں سے ہوں۔"(۱)

مالک اشترؒ کا یہ جواب خود ان کے عقیدے اور دُور اندیشی کو دوسرے قریشی سپہ سالاروں کی نسبت ثابت کرتا ہے۔

یرموک کی مشہور جنگ میں مالکؒ اشتر کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل رہا کیونکہ اس جنگ میں مالک اشترؒ نے ۱۳ رومی سپاہیوں کو قتل کیا تھا۔(۲) اسی جنگ میں مالک اشترؒ کی آنکھ میں ضرب لگی تھی کہ جس کے نتیجے میں مالکؒ اشتر کی آنکھ کی ایک رگ کٹ گئی اور ان کے آنکھ کی پلک متاثر ہوئی، جس کے بعد اشتر کے لقب سے معروف ہوئے، البتہ اس جنگ میں مالک اشتر کو اور بھی بہت سی جراحتیں وارد ہوئیں۔(۳)

۱۔ "فتوح الشام" محمد بن عمر واقدی، ج۱ص ۲۰۷۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج۱ص ۱۷۰

۳۔ پژوھشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشترؒ ص ۴۹

مالکِ اشترؒ کا معاشرتی کردار:

الف: مالکِ اشترؒ اور عہدِ شیخین میں فتوحات:

اگر حضرت ابو بکر کے دور حکومت میں مالک اشترؒ مدینہ میں تھے لیکن اھل ردہ (مانعین زکاۃ) سے مقابلے میں مالک اشترؒ ظاہراً خاموشی اختیار کیے رہے جبکہ فتحِ شام میں مالکِ اشترؒ خالد بن ولید کے لشکر میں تھے۔ کہتے ہیں جب دوبدو جنگ شروع ہوئی تو ایک رومی حاکم نے مالکؒ کو خطاب کر کے کہا کہ تم خالد بن ولید کے مددگاروں میں ہو؟ مالکؒ نے جواب دیا، ''نہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مددگاروں میں سے ہوں۔''(۱)

مالک اشترؒ کا یہ جواب خود ان کے عقیدے اور دُور اندیشی کو دوسرے قریشی سپہ سالاروں کی نسبت ثابت کرتا ہے۔

یرموک کی مشہور جنگ میں مالکؒ اشتر کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل رہا کیونکہ اس جنگ میں مالک اشترؒ نے ۱۳ رومی سپاہیوں کو قتل کیا تھا۔(۲) اسی جنگ میں مالک اشترؒ کی آنکھ میں ضرب لگی تھی کہ جس کے نتیجے میں مالکؒ اشتر کی آنکھ کی ایک رگ کٹ گئی اور ان کے آنکھ کی پلک متاثر ہوئی، جس کے بعد اشتر کے لقب سے معروف ہوئے، البتہ اس جنگ میں مالک اشتر کو اور بھی بہت سی جراحتیں وارد ہوئیں۔(۳)

۱۔ ''فتوح الشام'' محمد بن عمر واقدی، ج ا ص ۲۰۷۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر: ج ا ص ۱۷۰

۳۔ پژوھشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشترؒ ص ۴۹

اسی طرح طبری نے بھی جنگِ یرموک میں مالکِ اشترؓ کی موجودگی کو لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ مالکؓ اشتر کا سامنا ایک رومی سپاہی سے ہُوا، تو مالکؓ نے ایک سخت ضرب لگا کر کہا، ''جان لو میں 'ایادی' جوان ہوں۔'' تو جواب میں اس رومی سپاہی نے کہا، آپ کی مثال ہماری قوم میں زیادہ دی جاتی ہے۔ اگر آپ میری قوم سے نہ ہوتے تو میں رومیوں کی کمک کرتا، لیکن اب میں ان کی مدد نہیں کروں گا۔ (۱)

۱۔ تاریخ طبری، محمد بن جریر طبری، ج ۴، ص ۱۵

ب: مالکِ اشترؓ اور حضرت عثمان:

حضرت عثمان کی خلافت میں بھی مالکِ اشترؓ بے باک اور دبنگ شخصیّت کے مالک تھے۔ مالکِ اشترؓ کے ساتھ اس حکومت میں جو واقعات پیش آئے، انہیں مختصراً ذکر کرنا ضروری ہے جو اس ور کے والیوں کے بیان سے واضح ہو جائیں گے۔

ولید بن عقبہ بن ابی معیط:

حضرت عثمان نے حضرت عمر کی سفارش پر ابتدا میں سعد بن ابی وقاص کو کوفے جیسے اہم شہر میں بھیجا، کہتے ہیں سعد پہلے مسلمان اور مہاجر تھے اور شہرِ کوفہ کو حضرت عمر کے حکم سے آباد کرنے والے تھے اور ان کا شمار قادسیہ کے سرداروں میں ہوتا تھا۔

لیکن سعد کی حکومت زیادہ نہ چل سکی، کیوں کہ حضرت عثمان نے تمام شہروں کی حکومت اپنے رشتے داروں اور چاہنے والوں کے حوالے کر دی تھی۔ چنانچہ کوفے کی حکومت بھی سعد ابن ابی وقاص سے لے کر ولید بن عقبہ کو دے دی۔ حبیب السیر کے مؤلف ولید کے بارے میں لکھتے ہیں۔ ولید نے ۵ برس کوفے پر حکومت کی، اس نے متعدد ناجائز کاموں کو فروغ دیا۔ ولید ایک مرتبہ صبح سے کچھ قبل مے نوشی کر کے نشے کی حالت میں نماز پڑھانے آیا تو بے شعوری کی حالت میں دو رکعات کے بجائے چار رکعات پڑھا دیں۔(۱)

اسی طرح ''الاغانی ابوالفرج'' میں ہے کہ ولید زانی اور شارب الخمر تھا اور اس نے صبح کی دو رکعات نماز کے بدلے چار رکعات پڑھائیں اور مامومین کے کچھ کہنے پر جواب دیا۔ کیا چاہتے ہو اس سے بھی زیادہ پڑھا دوں اور محراب مسجد میں قے کر دے اور عاشقانہ اشعار پڑھنے لگا۔

ولید کے ان اقدامات کی مخالفت کرنے والوں میں میں سرِ فہرست جندب بن زُہیر ازدی اور ابوزینب تھے۔ مالکؓ اگرچہ ولید کے مخالفوں کے ساتھ نہیں تھے، لیکن وہ ان کے ہم فِکر ضرور تھے اور ولید کی حرکتوں سے ناراض تھے۔

ادھر جو افراد ولید کی شکایت لے کر مدینے میں حضرت عثمان کے پاس گئے۔ (۲) البتہ حضرت علیؑ کی ظاہری خلافت میں مالکِ اشترؒ نے ولید کے اقدامات لوگوں کو یاد دِلائے، اور لوگوں کو ترغیب دی کہ وہ حضرت علیؑ کی حمایت کریں۔ مالکؒ نے کہا، ''اے لوگو اب کس کے منتظر ہو، سعید کے یا ولید کے، جو شراب کی حالت میں نماز پڑھائے۔ (۳)

۱۔ پژوهشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشتر.ص ۵۷

۲۔ محمد بن جریر طبری، ج ۵،ص ۹، ۲۱۲۸

۳۔ تاریخ طبری فما تنتظرون؟ أسعید أم الولید؟ الذی شرب الخمر وصلی بکم علی سکر پژوهشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشتر.ص ۵۸

سعید بن عاص:

پہلے تو حضرت عثمان نہیں چاہتے تھے کہ ولید کو حکومت سے معزول کریں، لیکن جب مہاجر اور انصار کی جانب سے شکایات کے انبار لگ گئے تو مجبوراً ولید کو معزول کر کے سعید بن عاص کو جو بنی اُمیّہ ہی کا ایک فرد تھا، کوفے کا حاکم مقرر کیا۔ سعید نے پہلے تو آتے ہی ولید کی مذمت میں خطبہ دیا اور محراب و منبر کو پاک کرنے کا حکم دیا مگر آہستہ آہستہ اس کے بھی وہی کام سامنے آئے جو ولید کے تھے۔

جب سعید کی حکومت کے خلاف یمن کے لوگوں نے اعتراض کیا تو اس میں مالک ؓ کا نام سرِ فہرست تھا۔ مالک ؓ کی یہ کوشش تھی کہ بنی اُمیّہ کے حاکموں کے خلاف جو املاک اور غنائم پہ تسلّط کرتے جا رہے ہیں، قیام کیا جائے۔(۱)

ج: مالک ؒ کی دمشق کی طرف جلاوطنی:

جب حضرت عثمان اپنے خلاف بغاوت اور اُٹھنے والے اعتراضات سے آگاہ ہوئے تو سعید بن عاص کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو دمشق معاویہ کے پاس بھیج دیا جائے۔ ان افراد میں سرِ فہرست مالک ؓ، مالک بن کعب ارحبی، اسود بن یزید نخعی، کمیل بن زیاد، صعصعہ بن صوحان عبدی ان کے بھائی زید اور دوسرے افراد شامل تھے۔ جب یہ افراد معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس آئے تو معاویہ نے اپنے مخصوص انداز میں گفتگو کی اور کہا کہ اگر قریش نہ ہوتے تو تم لوگ ذلیل و خوار ہوتے، جس کے جواب

۱۔ پژوھشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشتر ص ۶۰

میں صعصعہ بن صوحان نے کہا، قریش کسی بھی اعتبار سے عربوں سے بالاتر نہیں، (۲) اور مالکؓ نے کہا۔ ''اے معاویہ، ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو آیات الٰہی کو پس پشت ڈال دیں یا خدا کے حکم کی نافرمانی کریں اگر ہمارے رہنما حق کی راہ اپنائیں اور ہم ان کی پیروی نہ کریں تو گویا ہم ایسے ہیں جیسے کتاب خدا کو پس پشت ڈالنے والے لوگ! (۳) معاویہ اس بات پر سخت ناراض ہوا اور انہیں انتقاماً قید کر لیا۔ (۴)

۲۔ تاریخ طبری محمد بن جریر طبری۔ ج ۶ ص ۲۱۹۰
۳۔ الفتوح ابن اعثم کوفی۔ ص ۳۳۸
۴۔ الاغانی ابوالفرج اصفہانی۔ ج ۱۸، ص ۱۶۷

اس کے بعد معاویہ نے حضرت عثمان کو خط لکھا کہ ان لوگوں کو دوبارہ کوفے بلایا جائے۔

د: مالک اشترؒ اور حمص:

دوسرے مرحلے میں مالکِ اشترؒ اور ان کے ساتھیوں کو شہرِ حمص روانہ کیا گیا، لیکن جیسے ہی مدینے گئے ہوئے مخالفوں کا گروہ کوفہ واپس آیا تو یہاں گزرنے والے نئے حالات مالک اشترؒ اور دیگر اہم افراد کی جلاوطنی پر سخت معترض ہوا کہ شکایت کرنے والوں کو شہر بدر کیوں کیا جا رہا ہے چنانچہ دس ہزار اہل کوفہ نے مالک کی بیعت کی کس طرح سعید کو کوفہ سے بے دخل کیا جائے۔ حضرت عثمان کا ایک خط جس میں انہوں نے مالکِ اشترؒ اور ان کے ساتھیوں کو دمشق سے حمص روانہ کرنے کا سبب تحریر کیا ہے۔

اما بعد، میں آپ لوگوں کو جو حمص جانے کا حکم دے رہا ہوں، جب میرا خط موصول ہو تو حمص روانگی کے لیے تیار ہو جاؤ، کیونکہ تم اسلام اور مسلمانوں کے لیے تخریب کاری سے نہیں رُک سکتے۔ والسّلام

حمص کا حاکم معاویہ کا دست نشان دہ عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید تھا۔ مالکِ اشترؒ اور ان کے ساتھیوں نے حمص میں پیش آنے والے واقعات کو خصوصاً عبدالرحمٰن کی جانب سے کی گئی تحقیر کے تناظر میں دمشق سے مختلف پایا۔

۱۔ محمد جریر طبری، ج۶، ص۲۱۹۸۔

مالکِ اشترؒ اور اُن کے ساتھیوں کی حمص روانگی کے بعد کوفے کے حالات خراب ہوگئے۔ کیونکہ کوفے کے حاکم کی روِش میں کوئی تبدیلی نہیں آئی، چنانچہ کوفہ میں مالک اوران کے ساتھیوں سے محبت بڑھنے لگی اور کوفے کے لوگ اپنے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی شکایت لے کر حضرت عثمان کے پاس گئے تا کہ اسکا کوئی راہِ حل نکالا جاسکے۔

ھ: مالکِ اشترؒ اور تدفینِ حضرت ابوذر غفاریؓ:

صحابیِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت ابوذر بھی اُن ہی لوگوں میں سے تھے، جو حضرت عثمان اوران کے عمّال پر زر اندوزی اور خاندان پرستی کا اعتراض رکھتے تھے، حضرت عثمان نے انہیں شام روانہ کیا پھر بعد ربذہ کے بیابانوں میں جلاوطن کر دیا۔ پہلے تو حضرت ابوذرؓ کی رحلت کے موقع پر اتّفاقی طور پر مسافروں یا حاجیوں کے ایک گروہ نے انہیں دفن کیا جس میں مالک اشترؒ سر فہرست تھے۔

دفن ابوذر غفاریؓ کے موقع پر مالک اشتر کے حاضر ہونے پر محدّثین نے جو حدیثیں نقل کی ہیں، مالکِ اشترؒ کی بزرگی، عظمت، ان کی فضیلت اور مومن حقیقی ہونے پر دلیل ہیں۔

روایت کے مطابق حضرت ابوذرؓ کی رحلت کے وقت اُن کے ساتھ اہلیہ یا بیٹی موجود تھیں اور اُن کے پاس حضرت ابوذرؒ کو کفن دینے کے لیے کوئی کپڑا موجود نہیں تھا۔ اُس وقت جناب ابوذرؓ نے اپنی اہلیہ یا بیٹی کو حوصلہ دیا اور فرمایا: ''میں نے

رسولِ اکرمؐ سے سُنا ہے کہ جب تمہاری رحلت کا وقت آئے گا تو مومنین کا ایک گروہ تمہارے جنازے پر حاضر ہوگا۔"(۱)

جناب ابوذرؓ کی اہلیہ فرماتی ہیں، اچانک ہم نے ایک گروہ کو دیکھا، جو گھوڑوں پر سوار تھا اور وہ لوگ ہماری طرف آ رہے تھے۔ اس گروہ میں مالکِ اشترؒ اور حُجر بن عدیؒ بھی تھے۔(۲) دوسری روایت کے مطابق جب وہ گھوڑے پر سوار افراد حضرت ابوذرؓ کے قریب آئے تو حضرت ابوذرؓ رحلت کر چکے تھے۔ چنانچہ مالکِ اشترؒ نے حضرت ابوذرؓ کو کفن دیا اور دوسرے افراد نے مالکِ اشترؒ کی امامت میں حضرت ابوذرؓ کی نمازِ جنازہ ادا کی، اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کی تدفین عمل میں آئی۔(۴)

۱۔ الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب ابوعمر یوسف بن عبدالبر، طبع اول ۱۴۱۵ھ ق بیروت ج۱، ص ۳۲۳

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید ج۶: ۳۱۶، اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ طبع بیروت دار الکتب ج۱ ص ۵۶۴۔

۳۔ ابن ابی الحدید ج۴

۴۔ اعیان الشیعہ سید محسن الامین۔ دائرۃ المعارف بیروت ۱۴۰۳ھ ق، ج۴، ص ۲۴۳

مالکِ اشترؒ نے حضرت ابوذرؓ کی تدفین کے بعد اُن کی قبر کے سرہانے کھڑے ہوکران کے ایمانِ خالص اوراُن کی دِینی شخصیّت کا اعتراف کیااور کہا، ''اے خدا یہ تیرے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی اور تیرا عابد بندہ شمار ہوتا تھا۔اس نے تیری راہ میں مشرکین کے ساتھ جہاد کیا، تیرے قانون کے برخلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا، جس کے نتیجے میں ان پر ظلم کیا گیا، ان کی ہتکِ حرمت اور تحقیر کی گئی کہ اس کے بعد وہ اپنے وطن سے دُور رحلت کر گئے۔

اے میرے خدا، اس کا انتقام ان سے لے، جنہوں نے ابوذرؓ کو اپنے وطن سے دُور کیا، جنہوں نے ابوذرؓ اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد کے درمیان دُوری ڈالی۔''

تمام حاضرین نے آمین کہا۔(۲)

۲۔ اختیار معرفۃ الرجال، طوسی، ص۶۲، طبع مشہد۔

و: مالکِ اشترؒ اور قتل حضرت عثمان:

ابنِ شبہ نمیری نے حضرت عثمان کے قتل کے باب میں مالک اشتر سے متعلق متضاد روایات نقل کی ہیں، بعض روایات کے مطابق مالکِ اشترؓ یہ چاہتے تھے کہ حضرت عثمان کو اُمِّ حبیبہ کی بند محمل میں بٹھا کر باغیوں کے نرغے سے بچا کر نکال دیا جائے (۲) دوسری روایات یہ بیان کرتی ہیں کہ مالکِ اشترؒ محاصرین کو منتشر نہیں ہونے دے رہے تھے اور انہیں قتل کر آمادہ کرر ہے تھے البتہ دوسرے روایت جھوٹی محسوس ہوتی ہے کیونکہ مالک اشتر اس قسم کے محاصرے اور ہنگامے کے حق میں نہیں تھے۔ ادھر مالک اشتر حضرت علیؑ کے پیروکار تھے اور حضرت علیؑ حتی المقدور یہ چاہتے تھے کہ کسی طرح عثمان اپنی غلطیوں کا اقرار کر کے معاملات اور بغاوت کا رخ موڑ دیں اور کسی طرح فساد ٹل جائے۔

۱۔ ابوزید عمر بن شبہ نمیری تاریخِ مدینۃ المنورہ۔ ج ۳ ص ۱۳۱۳

۲۔ ابوزید عمر بن شبہ نمیری تاریخِ مدینۃ المنورہ۔ ج ۳ ص ۱۳۱۱

مالکِ اشترؓ اور حضرت علی علیہ السلام

حضرت عثمان کے قتل کے بعد مالکِ اشترؓ نے مدینے کے دوسرے مہاجر اور انصار کے ساتھ مل کر حضرت علیؑ کی بیعت کی، البتہ بعض روایات میں ملتا ہے کہ اہل کوفہ ابتدا میں زبیر کی بیعت کے قائل تھے، اہل بصرہ طلحہ کی طرف اور مصر کے لوگ حضرت علیؑ کی طرف مائل تھے (۱) لیکن ان روایات کا صحیح ہونا مشکل ہے، کیوں کہ کوفے میں قیام کرنے والے لوگ پہلے ہی سے حضرت علیؑ کی خلافت کے خواہاں تھے۔ (۲)

یہ کہنا کہ قتلِ حضرت عثمان سے پہلے حضرت علیؑ، طلحہ اور زبیر کے نام خلافت کے لیے لئے جا رہے تھے صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ طلحہ اور زبیر کے نام حضرت عمر کے توسّط سے شوریٰ شش نفر میں آئے تھے، لیکن اس وقت لوگوں کے تصور میں یہ افراد نہیں تھے، لیکن یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مدینے کے لوگ حضرت علیؑ کو تمام صحابۂ رسولؐ سے افضل سمجھتے تھے اور مدینے کے مشہور افراد اپنے اثر و رسوخ کی بنا پر دوسرے لوگوں سے حضرت علیؑ کی بیعت کا مطالبہ کر رہے تھے، جن میں مالکِ اشترؓ بھی سرِ فہرست تھے۔ مالکِ اشترؓ کا نفوذ کوفے میں زیادہ تھا، اس لیے اُنھوں نے حضرت علیؑ سے عرض کیا، ''اے مولا ہم آپؑ کی بیعت کرتے ہیں اور اہل کوفہ کی بیعت میرے ذمہ ہے۔'' (۳)

۱۔ تاریخ طبری محمد بن جریر طبری۔ ج ۶ ص ۲۳۳۶

۲۔ انساب الاشراف احمد بن یحییٰ بلاذری۔ طبع اول بیروت دار الفکر ۱۴۱۴ھ ج ۶ ص ۳۰

۳۔ تاریخ یعقوبی احمد بن یعقوب۔ (مترجم محمد ابراہیم آیتی) طبع دوم تہران ۱۳۷۸ھ انتشارات عملی و فرہنگی ج ۲ ص ۴۷

مالکِ اشتر نے حضرت علیؑ کی بیعت کے موقع پر خطاب فرمایا:

''اے لوگو، یہ وصیِ اوصیاء، وارثِ علمِ انبیاؑء اور راہِ خدا میں سخت امتحان دینے والے ہیں جن کے بارے میں قرآن ایمان کی گواہی دیتا اور پیغمبر اسلام بہشت رضوان کی بشارت دیتے ہیں انکے فضائل حد کمال تک پہنچے ہوئے ہیں جن کے سابق فی الاسلام ہونے اور علم و فضل میں برتر ہونے پر پہلے والوں کو شک تھا نہ بعد میں آنے والوں کو شک ہے(۱)

مالک اشتر قاریان قرآن میں سے اور الفاظ قرآن سے خوب آشنا تھے چنانچہ قرآن میں حضرت علیؑ کے فضائل کو جانتے تھے اور اکثر حضرت علیؑ کے فضائل بیان کیے تھے۔

الف: مالکِ اشترؒ اور جنگِ جمل:

مالکِ اشترؒ جنگِ جمل میں حضرت علیؑ کی فوج کے جرنیل تھے اور مالکِ اشترؒ کی حکمتِ عملی جنگِ جمل میں زیادہ مؤثر رہی۔

جنگِ جمل میں مالکِ اشترؒ میمنہ (دائیں جانب) عمّار یاسرؓ میسرہ (بائیں جانب) اور محمد حنفیہؒ قلب لشکر کے سالار تھے محمد حنفیہ کے شجاع اور بہادی ہونے میں شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ ۱۶ ہجری قمری میں متولد ہوئے اور اس جنگ میں ۲۰ سال کے تھے، حضرت محمد حنفیہ کی شجاعت کے بارے میں ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ: ج۶ ص ۲۶۰ کو موضوع مطالعہ قرار دیا جائے۔

۱۔ تاریخ یعقوبی احمد بن یعقوب: ج۲ ص ۷۶،۷

مالک اشتر کی شجاعت اور بہادری میں شہرت ایسی تھی کہ دشمن کا کوئی سپاہی تن بہ تن لڑائی میں ان کے مقابل آنے کو تیار نہیں ہوتا تھا محمد بن طلحہ جو عبداللہ بن زبیر کی طرح اس جنگ میں اہم مقابل رکھتا تھا اور سوار لشکر کا سالار تھا جب مالک اشتر کے مقابل آیا تو اس کا باپ طلحہ کیوں کہ مالک اشتر کی شجاعت سے آشنا تھا اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے بولا: واپس ہو جا یہ شیر ہے تو اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔(۱) ہلال بن وکیع بھی جنگ جمل میں بائیں جانب کے سپاہیوں کا سالار تھا مالک اشتر ہی کے ہاتھوں قتل ہوا، خباب بن عمرو راسبی بھی بڑ جنگ جو تھا جسے مالک اشتر نے قتل کیا اسی طرح قریش کا مفرور پہلوان عبدالرحمٰن بن عتاب بن اسید جو جنگ جمل میں قبیلہ قیس کی سرداری کر رہا تھا مالک اشتر کے ہاتھوں قتل ہوا۔(۲) اس جنگ میں مالکِ اشترؒ نے عمرو بن یثربی کو نیزہ مارا، جس کی وجہ سے عمرو زمین پر گر گیا۔ کسی دوسرے شخص نے اس کے جسم سے نیزہ نکالا، لیکن چوں کہ عمرو زخمی ہو چکا تھا، اپنا دفاع نہیں کر سکتا تھا، تھوڑی دیر بعد عبدالرحمٰن بن طودِ بکری نے دوسری ضرب لگائی، جس کے نتیجے میں دوبارہ زمین پر گرا، قبیلہ سدوس کا ایک فرد عمرو کو حضرت علیؑ کے پاس لایا، عمرو نے حضرت علیؑ کو خدا کی قسم دی کہ مجھے معاف کر دیجیے، کیوں کہ تمام عرب یہ کہتے ہیں کہ آپ زخمی اور مجروح افراد کو قتل نہیں کرتے۔ مولا علیؑ نے اس کو رہا کر دیا اور فرمایا: ''جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔''

(۳) جب عمرو اپنی قوم کے پاس گیا اور اس کا مرنے کا وقت قریب آیا تو لوگ اس

۱۔ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ: ج۵ص۹۴

۲۔ تاریخ طبری: ج۶ص۲۴۴۵

۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱ص۱۲۹

سے پوچھنے لگے کہ تمہارا قاتل کون ہے؟ تو اس نے مالک اشترؒ کو اپنا قاتل شمار کیا۔

مالکِ اشترؒ کا جنگِ جمل میں عبداللہ ابن زبیر کے ساتھ زبردست مقابلہ ہُوا، جس کے نتیجے میں عبداللہ کو سخت ضربتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مقابلے کے بعد حضرت عائشہ کو ان کی خیریت معلوم نہ ہوسکی تو عبداللہ کی سلامتی کی خبر دینے کے لیے حضرتِ عائشہ نے دس ہزار درہم کا انعام رکھا تھا جبکہ مالکؒ اشتر اس مقابلے سے مطمئن نہ تھے اور فرمایا: ''خدا کی قسم میری تلوار نے اس سے پہلے کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا اور اب میں نے قسم کھائی ہے کہ اس تلوار کو نہیں اُٹھاؤں گا۔'' (۱)

۱۔ ابن ابی الحدید: ج ۱ص ۱۳۲

ب: مالکِ اشترؒ کی جنگِ جمل سے واپسی

مالکِ اشترؒ جنگِ جمل سے کوفہ واپس آئے تو مالکِ اشترؒ کے جسم پر کوئی زخم نہیں تھا۔ جب عمرو بن جرموز زبیر کا اسلحہ لے کر حضرت علیؑ کی خدمت میں آپؑ سے انعام لینے آیا تو حضرت علیؑ کے خیمے سے ایک صحت مند شخص باہر نکلا، جس کے جسم پر زرہ تھی، وہ مالکِ اشترؒ تھے۔ (۱) حضرت علیؑ نے جنگِ جمل کے اختتام پر بصرہ کی حکومت عبداللہ بن عبّاس کے حوالے کی تو حضرت علیؑ کے اس اقدام کی حضرت عائشہ نے مخالفت کی اور کہا: ''عبداللہ یمن میں، قثم بن عباس مکہ میں اور عبداللہ بن عبّاس بصرہ میں، اگر ایسا ہی کرنا مقصود تھا تو اُس بوڑھے (حضرت عثمان) کو کیوں قتل کیا گیا؟ حضرت علیؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو منصب اور عہدے نہیں سونپ رہا بلکہ عبداللہ اور ان کے بھائیوں کی حکمرانی فتح مکہ کے موقع پر آزاد شدگان اور ان کی اولاد سے بہتر ہے (۲) مالک اشتر اور عمار یاسر حضرت علیؑ کی طرف سے حضرت عائشہ سے ملاقات کے لیے جاتے رہے اور انہیں سمجھاتے رہے چنانچہ جنگِ جمل کے بعد حضرت مالکِ اشترؒ حضرت عمّار یاسرؓ کے ساتھ بی بی عائشہؓ کے ہاں آئے۔ مالکِ اشترؒ نے بی بی عائشہؓ کے لیے ایک اُونٹ خریدا، چنانچہ جب قاصد نے اُونٹ دیا اور مالکِ اشترؒ کا سلام پہنچایا، تو بی بی عائشہ نے کہا، خداوندِ عالم اُس کو برباد کرے جس نے سرورِ عرب طلحہ کے بیٹے کو قتل کیا ہے۔

۱۔ پژوهشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشتر، ص ۱۰۹

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۶ ص ۲۱۵

چنانچہ ملاقات کے دوران جب حضرت عائشہؓ نے مالکِ اشترؒ سے پوچھا، تم لوگوں نے میرے بھانجے کو کیوں قتل کیا؟ کیا وہ مرتد ہو گیا تھا یا قتل کا مرتکب ہُوا تھا یا اُس نے زنائے محصنہ کیا تھا؟ مالکِ اشترؒ نے فوراً جواب دیا: ''یقیناً ان امور میں سے کسی ایک کا مرتکب ضرور ہوا تھا۔''(۱)

ا۔ بحارالانوار علامہ مجلسی۔ ج ۳۲ ص ۱۹۲

ج: جنگِ صفین کا سبب:

جب معاویہ نے حضرت علیؑ کی واضح طور پر مخالفت کرنا شروع کی، تو حضرت علیؑ کے بعض اصحاب نے آپؑ کو حملہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن حضرت علیؑ کسی قسم کا بھی حملہ کرنے سے پہلے فوجی لشکر کا جمع ہونا ضروری سمجھتے تھے اور آپؑ یہ چاہتے تھے کہ جنگ سے پیش تر مسئلے کا کوئی حل نکل آئے، چنانچہ امیر المومنینؑ نے جریر بن عبداللہؓ کو جو کہ حضرت عثمان کے دَور میں ہمدان کے والی تھے اور معاویہ کے نزدیکی افراد میں شمار ہوتے تھے، معاویہ سے ملاقات کے لیے روانہ کیا۔ مالکِ اشترؒ نے جریر کے بارے میں حضرت علیؑ سے عرض کی کہ آپ جریر کی جگہ مجھے معاویہ کے پاس روانہ کریں، (شاید) حضرت علیؑ نے مالکِ اشترؒ کو اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ شام والوں میں مالکِ اشترؒ کا شمار قاتلانِ عثمان میں ہوتا تھا۔ یعنی مالکؒ اشتر کے جانے سے سیاسی راہِ حل مسدود ہونے کا امکان تھا اور یہ بھی امکان تھا کہ حضرت عثمان کے قصاص میں مالک اشترؒ کو زندان میں نہ ڈال دیا جائے۔

پس جوں ہی جریرؓ بن عبداللہ نے معاویہ کو حضرت علیؑ کا پیغام سنایا تو معاویہ کیونکہ شام کے لوگوں کی حمایت سے مطمئن تھا تو اس نے جریر بن عبداللہ سے کہا کہ جریر واپس جا کر علیؑ سے کہو کہ میں اور شام کے لوگ آپ کی بیعت نہیں کرنا چاہتے۔ وہ شام میرے پاس رہنے دیں اور مصر کا گورنر بھی میرا ہی برقرار رکھیں اگر علیؑ کو موت آ گئی تو میں کسی کی بیعت کا پابند نہیں رہوں گا اور اگر میں کسی کی بیعت کا پابند نہیں

رہوں گا اور اگر میں مر گیا تو حکومت انہیں دے دی جائیگی اس کے علاوہ سب ماننے کو تیار ہوں لیکن حضرت علیؑ ایک دن بھی معاویہ کو اپنی جانب سے والی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے بلکہ جریر بن عبداللہ کے خط کے جواب میں تحریر فرمایا میں ایسے گمراہ کو اپنا مددگار نہیں بنا سکتا اگر بیعت کرے تو ٹھیک ہے ورنہ واپس آ جاؤ۔(۱)

۱۔ شرح نہج البلاغہ: ج ۲ص ۱۴

د: مالکِ اشترؓ اور لیلۃ الھریر:☆

مالکِ اشترؓ نے یوں تو اپنی پوری زندگی مختلف جنگوں میں گزاری، لیکن اُنہوں نے جو کمال کے جوہر جنگِ صفین میں دِکھائے اس سے پہلے شاید ہی دکھائے ہوں اس رات جب حضرت علیؑ نے اعلان کیا کہ کل فیصلہ کن حملہ ہوگا تو مالک اشتر نے اشعار کہے ادھر معاویہ کے لشکر سے معاویۃ بن ضحاک نے اشعار پڑھے مالکِ اشترؒ اسلحے سے لیس اپنی فوج سے اس طرح مخاطب ہُوئے۔ ''خدا کا شکر جس نے پیغمبرِ اکرمؐ کے چچا زار کو ہمارے درمیان رکھا۔ یہ وہ شخصیّت ہے جس نے ہجرت کرنے والوں پر سبقت لی اور یہ وہ ہے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔'' آگاہ ہوجاؤ کہ جنگ کا طبل بج چکا ہے، شجاعت اور وفاداری کا وقت آ گیا ہے، آپ کی ذمّے داری ہے کہ میری بات مان کر میرے پیچھے آتے رہو۔

یہ کہہ کر مالکِ اشترؒ دلیرانہ انداز سے جنگ میں مصروف رہے، یہاں تک کہ حضرت علیؑ کی فوج میں موجود لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ مالک اشترؒ کتنا شجاع انسان ہے اور اگر یہ شخص خلوصِ نیت سے ایسے ہی شجاعت کا مظاہرہ کرتا رہا، تو جنگ کا نقشہ بدل جائیگا۔ اس پر دوسرا شخص بولا، تیری ماں غم میں بیٹھے، اس سے زیادہ اور کیا خلوصِ نیت اور سچائی ہوگی؟ کیا تم نہیں دیکھ رہے یہ شخص اپنے خون میں لت پت ہو چکا

☆ ھریر در حقیقت درندوں کے رونے کو کہتے ہیں جنگ صفین میں ایک رات لیلۃ الھریر اس لیے کہتے ہیں کہ اس رات جنگجو ایک دوسرے پر شدید غرا رہے تھے کیونکہ جنگ اپنے کمال پر تھی اور بس ایک رات درمیان میں تھی کہ جنگ کا فیصلہ ہو جائے۔

ہے اور اپنے سپاہیوں کو جوش دِلا رہا ہے اور خود لڑ بھی رہا ہے۔(۱) جب حضرت علیؑ کے سپاہی لیلۃ الھریر صبح تک لے آئے اور سخت جنگ سامنے آئی کہ مالک اشتر نے بہت بڑی تعداد میں دشمن کو تہہ تیغ کیا عمرو بن عاص کا حضرت علیؑ سے سامنا ہوا جس پر اس نے اپنی شرمگاہ کو عریان کر کے اپنی جان بچائی اور جب کشتوں کے پشتے بنتے چلے گئے تو پھر عمرو بن عاص نے ایک ایسی چال چلی جو سادہ لوح افراد کے لیے مفید ثابت ہوئی اچانک سپاہیوں نے دیکھا کہ شامی لشکر میں پرچم نامی کوئی چیز نہیں بلکہ نیزوں پر قرآن کے صفحے دکھائی دے رہے ہیں (۲) یہ منظر دیکھتے ہی حضرت علیؑ کی فوج میں اختلاف ہونے لگا۔ بعض لوگ جنگ جاری رکھنے میں مصلحت سمجھ رہے تھے، جب کہ بعض جنگ کے مخالف ہو گئے۔

حضرت علیؑ نے اُس وقت خطبہ ارشاد فرمایا:

''یہ لوگ اہلِ قرآن نہیں ہیں، انہوں نے حکمیت قرآن اپنے مفاد کی خاطر لگایا ہے اور اس کے ذریعے دھوکا دینا چاہتے ہیں ان کی بات پر توجہ نہ دو کیوں کہ حق اپنے کمال تک پہنچنے والا ہے اور ان میں اب کوئی دم باقی نہیں رہا (۳) لیکن افسوس ان لوگوں نے حضرت علیؑ کے ان فرمودات کو اہمیت نہ دی، بلکہ بعض افراد یہ تصوّر کرنے

۱۔ پیکار صفین ،ص ۶۵۱

۱۔ پیکار صفین ،ص ۶۶۰، شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید ج ۱۔ص ۳۲۹

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابنِ ابی الحدید۔ ج ۱ ص ۳۲۷

۳۔ شرح نہج ابلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۔۲۳۲، پیکار صفین ،ص ۶۷۳

۴۔ پیکار صفین ،ص ۶۷۴

لگے کہ اس حال میں شامی افواج سے لڑنا دُرست نہیں ہے۔ چنانچہ ان لوگوں کا ایک گروہ حضرت علی سے کہنے لگا، مالکِ اشترؒ کو جنگ سے واپس بلا لیجیے، اور حضرت علیؑ بارہا کہتے رہے کہ ''یہ اہلِ قرآن نہیں ہیں یہ دھوکا دے رہے ہیں، یہ کتابِ خدا پر عمل نہیں کرتے۔'' مگر حضرت علیؑ کو اتنا مجبور کیا کہ مولاؑ نے نہ چاہتے ہُوئے یزید بن ہانی کو مالکِ اشترؒ کے پاس روانہ کیا کہ وہ واپس آجائیں۔ جبکہ مالک سپاہ شام پر قابو پا چکے تھے۔

جب مالکِ اشترؒ نے واپس آ کر لوگوں کو مطمئن کرنے کی کوشش کی کہ ''جو حضرت علی جو فرما رہے ہیں وہ حق ہے۔ ہمیں حضرتؑ کی مکمل اطاعت کرنا چاہیے۔'' لوگ جذبات میں مبتلا تھے اور مالک کی کچھ نہیں سن رہے تھے اور کہہ رہے تھے ہم نے معاویہ کے خلاف جنگ خدا کی خاطر کی تھی۔ ہم قرآن سے نہیں لڑ سکتے۔ بات اس حد تک آ پہنچی کہ ایک دوسرے کے گھوڑوں کو تازیانے مارنے لگے۔ جب حضرت علیؑ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا: ''اب بس کرو۔'' اس پر تمام لوگ خاموش ہو گئے۔

مالکِ اشترؒ نے کہا: اے علی آپ اہل عراق کو ان پر حملہ کا حکم دیں دشمن دم توڑ رہا ہے اسی اثنا میں ایک آواز بلند ہوئی علی نے حکم قرآن کو قبول کر لیا ہے اور ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں! حضرت علیؑ نے خاموشی اختیار کی اس پر مالک اشتر نے کہا ''جس پر علیؑ راضی ہیں، میں بھی اُسی پر راضی ہُوں۔'' (۱)

۱۔ پیکار صفین: ص ۶۷۷

۵: مالکِ اشترؒ اور حکمیت:

جیسا کہ ذکر ہوا کہ مالک اشتر چاہتے تھے جنگ جاری رہے اور فتح حق کی ہو جو کہ نزدیک تھی اور آپؒ بھی حضرت علیؑ کی طرح اس بات کو سمجھتے تھے کہ حکمیت مسئلہ ایک سازش ہے ان لوگوں کی طرف سے جو جنگ رکوانا چاہتے ہیں کیونکہ مالک اشترؒ عمار یاسر اور خود حضرت علیؑ وغیرہ جیسے بہادروں کے مقابل جنگ کے ذریعہ فتح ان کے لیے سراب کی طرح حقیقت سے خالی تھی ویسے بھی اہل شام اور معاویہ حکم خدا کے آگے تسلیم ہونے والے لوگ نہیں تھے چنانچہ یہ نعرہ ایک فریب سے زیادہ نہیں تھا کیونکہ ابتداً جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے حکم خدا (قرآن) کے مطابق فیصلہ کرنے کی دعوت دی تھی جسے معاویہ نے جیہ کہہ کر رد کر دیا تھا کہ ''ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی'' (۱) مالکِ اشترؒ جنگِ صفین کے بعد حضرت علیؑ کی مظلومیت کو زیادہ محسوس کر رہے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی رضایت کی خاطر حکمیت کو قبول کر لیتے ہیں اور حضرت علیؑ کو بھی یقین تھا کہ مالکِ اشترؒ میری بات کو کبھی نہیں ٹھکرائیں گے۔ جب کسی شخص نے حضرت علیؑ کو بتایا کہ مالکِ اشترؒ حکمیت پر راضی نہیں ہیں، تو حضرتؑ نے فرمایا: ''ہاں جب اُنہیں معلوم ہوگا کہ میں اس پر راضی ہوں تو مالکِ اشترؒ بھی راضی ہو جائیں گے۔ (۲)

۱۔ تاریخ مسعودی: ج ۱ ص ۴۳۵

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی: ج ۱ ص ۳۵۴

و: حکومتِ جزیرہ اور مالکِ اشترؒ:

مالکِ اشترؒ حضرت علیؑ کے خاص مشیر، آپؑ کے لشکر کے سپہ سالار اور ایک حساس اور خاص علاقہ کے والی تھے۔ مالکِ اشترؒ کو حکومتِ جزیرہ تفویض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مالکِ اشترؒ حضرت علیؑ سے خفا تھے، چنانچہ حضرت علیؑ نے مالکِ اشترؒ کو راضی کرنے کی خاطر شہرِ موصل کی حکومت تفویض کی۔ حضرت علیؑ کو مالکِ اشترؒ کی جانب سے کوئی خطرہ نہیں تھا کیوں کہ حضرت علیؑ اور مالکِ اشترؒ کو معاویہ کے ساتھ جنگ کے مسئلہ میں متّحد تھے اور اسی میں مصلحت سمجھتے تھے۔ کیونکہ مالکِ اشترؒ حضرت علیؑ کے اُس پیمان نامے کی تصدیق کرنے والے تھے، جو پیمان نامہ حضرت علیؑ اور معاویہ کے درمیان طے پایا تھا۔ (۲) دوسری بات یہ کہ جب مالکِ اشترؒ جزیرے کے حاکم ہوئے تو اُس وقت بھی اسلامی معاشرے کے اہم اُمور میں حضرت علی مالکِ اشترؒ سے مشاورت کرتے تھے۔ حضرت علیؑ کے لیے بڑی مشکل جنگِ صفین کے بعد پیش آئی کہ حضرت علیؑ کی فوج کے سپاہی معاویہ کے لشکر سے مل گئے، جس کی وجہ یہ تھی کہ معاویہ قبیلے کے رئیس افراد کو خاص اہمیت دیتا تھا اور ان کے ساتھ خصوصی سلوک رکھتا تھا، جب کہ حضرت علیؑ صاحبِ حیثیت افراد اور غریب لوگوں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھتے تھے۔ سب کے ساتھ مساوی سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت علیؑ نے مالکِ اشترؒ سے لوگوں کے فرار ہونے اور معاویہ کے ساتھ مل جانے کی شکایت کی تو اس کے جواب میں مالکِ اشترؒ نے فرمایا:

اے امیر المومنینؑ ، ہم نے بصرے اور کوفے کے بعض لوگوں کی مدد سے معاویہ سے جنگ کی، کیونکہ اُس وقت ان تمام لوگوں کے نظریات ایک تھے، لیکن بعد میں لوگوں کے نظریات تبدیل ہوگئے اور ان کے نیّتیں کمزور پڑ گئیں۔ کیونکہ معاویہ خاص لوگوں سے خاص قسم کا سلوک کرتا تھا اور ان کو انعام واکرام سے نوازتا تھا، جب کہ آپؑ لوگوں میں عدالت قائم کرنا چاہتے تھے، کسی کو کوئی چیز زیادہ اور کم نہیں دیتے تھے۔ اے امیر المومنینؑ اگر آپؑ بھی معاویہ کی طرح بخشش اور انعام واکرام کے دروازے کھول دیں تو ان تمام لوگوں کے سر آپ کے قدموں میں ہوں گے۔

مالکِ اشترؒ جب جزیرے کے حاکم تھے، اُس وقت بھی حضرت علیؑ کی عدالت کے اُصولوں کو پسند کرتے تھے اور نفاذ عدل کی راہ میں بہترین مددگار تھے۔

۱۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشترؒ ص ۱۶۵

۲۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشترؒ ص ۱۶۶

ذ: مالکِ اشترؓ اور مصر کی حکومت:

مصر کی حکومت اسلامی دنیا کی اہم حکومتوں میں سے ایک تھی۔ اس ملک کو حضرت عمر کے دورِ خلافت میں عمرو بن عاص نے فتح کیا۔ چنانچہ حضرت عمر نے عمرو بن عاص کو والی و حاکم مصر قرار دیا لیکن حضرت عثمان نے عمرو کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سرح کو جو حضرت عثمان کا رضاعی بھائی تھا، مصر کا حاکم مقرر کیا۔ حضرت عثمان کے آخری دَور میں لوگوں نے عبداللہ بن ابی سرح کو اس عہدۂ گورنری سے معزول کر کے شہر سے نکالا اور محمد بن ابی بکر اور محمد بن ابی حذیفہ حکمراں ہو گئے۔ حکومت مصر حضرت علیؑ کے دَور میں خاص اہمیت کی حامل تھی۔ کیوں کہ اس علاقے میں معیشت کے حوالے سے کافی ذخائر موجود تھے اور یہ آبادی کے حوالے سے بھی اہم شہر شمار کیا جاتا تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ مصر کا علاقہ شام کے نزدیک تھا۔ معاویہ کے ممکنہ حملہ کی پیش نظر مصر میں ایک مضبوط دلیر اور شجاع والی کا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ حضرت علیؑ نے ابتدا میں ہاشم بن عتبہ معروف بہ چابک سوار کو حاکمِ مصر معین کیا، (۱) لیکن حضرت علیؑ کے نزدیک جنگِ صفین میں ہاشم بن عتبہ کا ہونا ضروری تھا چنانچہ قیس بن سعد کو حاکم مقرر فرمایا اور جنگ جمل کے فوراً بعد حضرت محمد بن ابی بکر کو حاکم مصر قرار دیا لیکن جنگ صفین کے بعد حضرت محمد بن ابی بکر معاویہ کی ریشہ دوانیوں کا شکار ہوتے رہے اور مصر میں ان کے لیے شکایات بڑھ گئیں چنانچہ حضرت علیؑ نے فرمایا:

۱۔ نہج البلاغہ، خطبہ ۶۸

۲۔ ابنِ ابی الحدید، ج۱ص ۲۵۵

''مصر کی حکومت کے لیے دو افراد ہی نہایت موزوں ہیں، ایک قیس ابنِ سعدؓ، دوسرے مالکِ اشترؒ '' (ا) مالک اشتر اس وقت شہر نصیبین میں تھے حضرت علیؑ نے انہیں ایک خط لکھا: ''اے مالک! تم ان افراد میں سے ہو جو دین کے نفاذ کے لیے میرے بہترین مددگار، سرکشوں اور گنہگاروں کے غرور اور تکبر کو مٹا سکتے ہو زبان درازیوں کو روک سکتے ہو محمد بن ابی بکر کو جو حکومت مصر پر فائز کیا ہے تو چند افراد نے ان پر خروج کر کے انہیں تکلیفیں دی ہیں وہ ایک کم سن نوجوان ہے جنگوں کے بارے میں زیادہ تجربہ نہیں رکھتا، جلدی واپس آ جاؤ تا کہ اس موضوع پر زیادہ بہتر انداز سے مشورہ کریں اور کسی ایسے فرد کو جسے تم زیادہ مناسب سمجھتے ہو حاکم مصر قرار دیا جائے، والسلام۔''(۲)

جیسے ہی مالکِ اشترؒ کو خط ملا، فوراً حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت علیؑ نے مصر کی تمام رُوداد مالکِ اشترؒ کے سامنے پیش کی اور مالکؒ سے فرمایا: ''اے مالکِ اشترؒ تمہارے علاوہ کوئی نہیں، جو اس وقت مصر کا حاکم بن سکے۔ خدا تم پر رحمت نازل فرمائے۔ تم مصر جاوء میں تم کو مصر کے اُمور میں آزاد چھوڑتا ہوں۔ لیکن جب بھی کوئی دُشواری پیش آئے تو خداوندِ عالم سے مدد طلب کرنا۔ نرمی اور شدّت دونوں سے کام لینا البتہ جب سختی کے علاوہ کوئی راستہ نہ ہو تو سختی کرنا۔(۲)

جب مالکِ اشترؒ مصر کی حکومت کے لیے روانہ ہوئے تو جنگِ صفین کو ایک سال سے کم عرصہ ہو چکا تھا۔ اور ۳۷ھ کے آخری ایام تھے۔

۱۔ ابنِ ابی الحدید: ج ۱ص ۷۔ ۲۵۶

۲۔ تاریخ طبری: ج ۶ص ۲۶۲۱

۳۔ پژوهشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشترؒ: ص ۱۷۴

ح: شہادت مالک اشترؒ:

جب مالکِ اشترؒ مصر کی طرف روانہ ہوئے، تو معاویہ کے جاسوسوں نے معاویہ کو خبر دی کہ مالکِ اشترؒ مصر کی حکومت سنبھالنے جا رہے ہیں۔ کہتے ہیں جیسے ہی معاویہ نے یہ خبر سُنی تو سخت ناراض ہوا، کیوں کہ معاویہ مالکِ اشترؒ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اور مالکِ اشترؒ کے دلیرانہ جذبے اور ان کی شجاعت سے واقف تھا۔ اسی طرح معاویہ یہ بھی جانتا تھا کہ مالکِ اشترؒ کسی بھی قیمت پر حضرت علیؑ کو چھوڑ کر میرا ساتھ نہیں دے سکتے۔ دوسری بات جو معاویہ کی پریشانی میں اضافہ کر رہی تھی، وہ یہ تھی کہ یمن کے لوگ مالکِ اشترؒ کا احترام کرتے ہیں۔ (۱) چنانچہ معاویہ نے اپنے ایک چاہنے والے کو پیغام بھیجا کہ مالکِ اشترؒ مصر کے حاکم ہو کر آ رہے ہیں، اگر ان کا کام میان راہ تمام کرنے میں میری مدد کر سکو تو یہ احسان زندگی بھر یاد رکھوں گا۔ میرا مقصد یہ ہے کہ مالکِ اشترؒ کو قتل کرنے کا کوئی راستہ تلاش کرو۔ (۲) معاویہ کا آدمی قلزم اس وقت پہنچا جب کہ مالک اشترؒ بھی قلزم کی طرف بڑھ رہے تھے قلزم مصر کا ایک شہر ہے جو مرکزی جگہ سے پہلے کوفہ سے آنے والوں کے لیے استراحت گاہ بھی تھا جوں ہی مالک قلزم پہنچے یہ شخص مکاری کرتے ہوئے آگے آیا اور مالک اشترؒ سے بولا: ”میں مالک اشتر جیسے شیر، شجاع اور بہادر انسان سے مل کر خوشی محسوس کر رہا ہوں اور آپ کی خدمت پر فخر محسوس کر رہا ہوں۔

۱۔ احمد بن ابی یعقوب: ج۲ص۹۹

۲۔ ابن ابی الحدید: ج۳ص۲۱۴

اے مالک یہ جگہ آپ کے آرام کے لیے اور یہ غذا آپ کے لیے تیار کی ہے مالکِ اشترؒ گھوڑے سے اُترے کھانا کھانے کے لیے بیٹھے ابھی کھانا کھا رہے تھے کہ شہد کا زہر آلو شربت جو مالک کو پسند تھا پیش کیا، آپ نے کھانا تناول کیا اور شربت پیا مگر اس میں موجود زہر نے جگر کاٹ کر رکھ دیا اور مالک فوراً تڑپ تڑپ کر شہید ہوگئے (۱)

تاہم مالکِ اشترؒ کی رحلت کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے، جس میں مالکِ اشترؒ کی رحلت کو طبعی بیان کیا گیا ہے۔(۲) البتہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ مالکِ اشترؒ کو معاویہ کی سازش کے تحت شہید کیا گیا ہے۔(۳) جب مالک اشتر مصر کے حاکم بنا کر روانہ کیے جا رہے تھے اور یہ خبر شام پہنچی تو ایک جانب تو معاویہ نے حضرت مالک اشترؒ کے قتل کا منصوبہ بنایا دوسری جانب اپنے دربار میں لوگوں سے کہا خدا سے دعا کرو کہ اس شخص سے ہماری جان چھوٹ جائے اور جب خبر شہادت شام پہنچی تو کہنے لگا: دیکھنا تمہاری دعا کتنی جلدی قبول ہوگئی اشتر میاں راہ ہی رحلت کر گئے اور خدا نے شہد کی مکھیوں میں بھی اپنا لشکر بنا رکھا ہے، میں نے علیؑ کا ایک ہاتھ (عمار یاسر) صفین میں کاٹ دیا تھا اور دوسرا (مالک اشتر) اب کٹ گیا۔(۴)

۱۔ تاریخ طبری محمد بن جریر طبری: ج۶ ص۲۲۔۲۴

۲۔ ابنِ ابی الحدید: ج۶ ص۳۱۷

۳۔ پژوھشی پیرامون زندگی وعملکرد مالک اشترؒ ص ۱۸۰

۴۔ تاریخ بلاذری، احمد بن یحییٰ: ج۲ ص۱۶۸

حضرت علیؑ اور مالک اشترؒ:

جوں ہی مالک اشترؒ کی شہادت کی خبر کوفہ اور دیگر شہروں میں پہنچنے لگی غم و اندوہ اور خوف و ہراس طاری ہونے لگا۔ حضرت علیؑ نے جوں ہی یہ خبر سنی فوراً زبان مبارک سے " انا للّٰہ و انا الیہ راجعون " کا جملہ صادر ہوا اور فرمایا:

"حمد و ثنا رب العالمین کے لیے، اے اللہ، مالک کی اس مصیبت پر تجھ سے سہارا مانگ رہا ہوں یہ مصیبت میری زندگی کی بڑی مصیبتوں میں سے ایک ہے۔"(۱)

پھر فرمایا: "اے اللہ، مالک پر رحم نازل فرما، اس نے پہلے اپنے وعدے کو وفا کیا اور پھر اپنے رب سے ملاقات کو آرہا ہے۔"(۲)

پھر غم کی حالت میں فرمایا: " خدا کا انعام مالک کو مبارک ہو، مالک کیا تھا، ایک پہاڑ ہوتا تو تمام پہاڑوں سے منفرد، اگر پتھر ہوتا تو ایسا سخت پتھر کہ جسے کوئی نہ توڑ سکے اور اگر بلندی ہوتا تو ایسی کہ کوئی پرندہ اس تک پرواز نہ کر سکے۔"(۳)

اور وہ معروف فرمان: " کان اشترلی کما کنت لرسول اللّٰہ " "اشتر میرے لیے ایسے تھا جیسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تھا۔"(۴)

جب حضرت علیؑ نے مالک اشترؒ کو مصر روانہ کیا تو وہاں کے لوگوں کو خط لکھا:

۱۔ ابن ابی الحدید: ج۳ص۲۱۶

۲۔ ابن ابی الحدید: ج۳ص۲۱۶

۳۔ سفینۃ البحار: ج۱ص۶۸۷

۴۔ ابن ابی الحدید: ج۱ص۳۲۹، پژوھشی پیرامون زندگی و عملکرد مالک اشترؒ: ص ۱۸۴

''میں اللہ کے ان نیک اور صالح بندوں میں سے ایک بندہ خدا کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں جو خوف کے ایام میں سوتا ہوا نہیں ملے گا اور خوف کے لمحات میں دشمن سے نبرد آزما رہے گا یہ برے لوگوں پر بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہے اس کا نام مالک بن حارث مذحجی ہے ہر حق بات میں اس کا ساتھ دینا اور فرمانبرداری کرنا یہ حق کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور ایسی تلوار کہ نہ جس کی تیزی کم ہوتی ہے اور نہ ہی خطا کرتی ہے اگر یہ تمہیں کوچ کرنے کا حکم دے تو کوچ کرنا اور اگر کہے کہ رک جاؤ تو رک جانا کیونکہ یہ نہ کسی کام میں جذباتِ نفس سے کام لیتے ہیں اور نہ ہی خواہ مخواہ توقف کرتے ہیں مگر یہ کہ اس کے پیچھے میرا حکم ہوتا ہے میں نے تمہاری جانب ایسے عظیم انسان کو بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے کیونکہ اسے تمہارا خیر خواہ پایا اور یہ تمہارے دشمنوں سخت بن جائے گا۔'' (۱)

ابن ابی الحدید معتزلی ایک مقام پر حضرت مالک اشترؒ کی توصیف میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے جب مالک اشتر کو مصر کا والی قرار دے کر روانہ کیا تو ان کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرمایا: ''اے اللہ تو اس سے راضی رہ'' ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ حضرت علیؑ کی دعا ہی تھی کہ مالک کو شہادت نصیب ہوئی اور یہ دعا ان کے گناہوں کی بخشش کا ذریعہ اور جنت میں داخلہ کا پروانہ ہے کیوں کہ علیؑ کی دعا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے کم نہیں ہے خوش قسمت ہیں وہ جو ایسی دعاؤں کے حاصل کرنے والے قرار پائے (۲)۔

۱۔ نہج البلاغہ نامہ ۳۷

۲۔ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۷ ص ۵۶

ابن ابی الحدید لکھتے ہیں: ''جزائے خیر عطا ہو اس ماں کو جس نے مالک اشتر جیسا بیٹا جنا، خدا اس پر رحمت نازل کرے کہ اگر کوئی مالک اشترؒ سے زیادہ شجاع و بہادر عرب و عجم میں بھی تلاش کرنا چاہے تو سوائے ان کے استاد علی ابن ابی طالبؑ کے کوئی اور نہ مل سکے گا، اللہ نے مالک اشترؒ جیسا سوائے علیؑ کے کوئی اور پیدا نہیں کیا (۱)

۱۔ ابن ابی الحدید: ج ۱ ص ۳۲۹

عہد نامۂ مالک اشترؒ

اس کی اہمیت ان چند اُمور کے ذریعے واضح کی جاسکتی ہے:

۱۔ یہ بھی اُن مختصر اور مفصّل عہد ناموں میں سے ایک ہے، جن میں امام علیؑ نے ذمّے داریاں مالکؓ اشتر کو مخاطب کر کے ان پر اور دُوسروں پر عائد فرمائی ہیں، جبکہ یہ فرائض احادیث صریحہ میں موجود ہیں جو مجموعی طور پر اسلامی سیاست اور حکومت اور اقتدار کی روِش کے اہم پہلوؤں کو واضح کر دیتی ہیں۔

۲۔ یہ عہد نامہ قتل حضرت عثمان، اہل بصرہ کی مدینہ آمد اور پریشان کن حالات اور جنگوں کے فتنوں سے دوچار ہو چکی تھی اور اب حالات اپنے معمولات کی طرف پلٹ رہے تھے تحریر کیا گیا چنانچہ امامؑ نے اس تحریر کے ذریعے اسلام کی حقیقی سیاست کو پیش کیا اور اللہ کی خوشنودی کے ساتھ انسانیت کی خدمت کیسے ممکن ہے کا تصور دیا کیونکہ امامؑ کی ذات گرامی ہی حیثیت کے لوگوں کے لیے ایک مخصوص زندگی فراہم کرنا چاہتے تھے جس میں ان کی دنیاوی واخروی سعادتیں حاصل ہوسکیں آپؑ نے دنیااور انحرافات کے مشاہدہ کے بعد اسی طرح حکمرانوں کا دور دیکھنے کے بعد یہ عہد نامہ انتہائی پر تجربہ فارمولا بنا کر پیش کیا اور اپنے قابل اعتماد صحابی کے سپرد کیا۔ امامؑ نے مصر کی اہمیت کے پیشِ نظر مالکؓ کو وہاں کے لوگوں کے پاس بھیج دیا، جب کہ خود آپؑ کو مالک اشترؒ کی ضرورت تھی، جیسا کہ آپؑ نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ (۳)

۳۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام نے جس سیاست اور اقتدار اسلامی کا انتظام اور

اصولوں کو اس عہد نامہ میں تحریر کیا ہے اسے کسی سے مشورے اور چند لوگوں کے غور و حوض اور تحقیق و حصول آراء کے بعد نہیں بلکہ نبی کریم کی نیابت و ولایت کے الٰہی منب کی وجہ سے اور آپ کے پس منظر گذشتہ امتوں اور حکمرانوں کے تلخ حالات کیا سباب تھے جنہیں دوبارہ دہرایا جانا اور مزید نقصانات کو دعوت دینا کسی صورت بہتر نہیں تھا چنانچہ آپ کسی سیاسی نظریہ اور امور مملکت داری یا حکومت چلانے کے طور و طریقوں کے محتاج نہیں تھے خود اللہ کے نمائندے تو اور وہ خدا انسانوں کے امور کو بہتر کرنے کی تعلیم انہیں دے چکا تھا۔

امامؑ کی سیرت اور اس میں پائے جانے والی روش فکری اور حکمت پر مبنی آراء اور خود یہ عہد نامہ اس حقیقت پر بہترین گواہ ہے کہ امام سے بہتر کوئی حکمران ممکن نہیں تھا اور اس عہد نامہ کے ذریعہ یہ بھی طے ہے کہ حضرت علیؑ کی سیاست اور حکمت کو موازنہ گذشتہ اور آئندہ لوگوں میں سے کسی سے بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۱۔ امام علیؑ نے اہلِ مصر کو ایک خط کے ذریعے مالکؓ کے بارے میں لکھا: میں نے اس کی تمہارے لیے ضرورت کو اپنے لیے ضرورت پر مقدم کیا۔ (نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۳۸ ص ۲۱۱)

پُر اہتمام عہد نامہ:

عہد نامۂ مبارکہ کی تشریح، تحقیق اور مطالعاتی تجزیوں کے لیے پُر اہتمام انداز میں اہلِ قلم نے طبع آزمائی کی ہے، بلکہ اس کے لیے الگ سے شرحیں اور جداگانہ بحث و تحقیق پر مبنی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ خطیب سیّد عبدالزّہراء نے اس عہد نامے کی سولہ (۱۶) شروح کا تذکرہ کیا ہے۔(۱)

مزید برآں شیخ محمد مہدی شمس الدین نے دراسات فی نہج البلاغہ (نہج البلاغہ کے دُروس) اور عہد الاشتر (اشتر کا عہد نامہ) نامی کُتب تحریر کی ہیں۔ بحث و تحقیق کے شائقین کے لیے بہت بہتر ہے کہ وہ اس کتاب (عہد الاشتر) کو ملاحظہ فرمائیں، کیونکہ یہ اس موضوع پر مختصر اور مفید کتاب ہے۔ اس عہد نامے کی بہترین شرحوں میں سے ایک شرح وہ ہے، جس کی نامور وکیل توفیق الفکیکی نے اپنی کتاب ''الراعی والرعیۃ'' میں تشریح اور تجزیہ و تحلیل کی ہے۔ اس کتاب میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ مؤلف نے دوسرے شارحین جیسا طریقہ نہیں اپنایا، بلکہ ایک منفرد انداز متعارف کرایا ہے۔ اور وہ انداز یہ ہے کہ اُنھوں نے اس میں یہ سعیِ بلیغ کی ہے کہ امامؑ کی سیرتِ حکمرانی میں حکومت کی تشکیل، سیاسی استحکام اور انسانی پہلو جیسے اقدامات کو آپؑ کے اس عہد نامے پر منطبق کیا جائے۔ مؤلف کی کوشش یہ ہے کہ امامؑ کے نظریے اور عملی سیرت کے درمیان حد درجہ ہم آہنگی کو ثابت کیا جائے۔ پھر اس کے بعد انہوں

۱۔ مصادر نہج البلاغہ واسانیدہ ج ۳، ص ۴۲۶، ۴۲۹

نے اس کا دوسرے نظریات اور قوانین کے ساتھ تقابل بھی کیا ہے، اور واضح کر دیا کہ یہ سارے قوانین واصول امامؑ کی فکر اور آپؑ کے نظریات سے اخذ کئے گئے ہیں۔یعنی امامؑ ہمیشہ سیاسی اور انتظامی پہلوؤں اور زندگی کے ہر معاملے میں رہنما اور پیشوا ہیں

یہاں ہم اس عہد نامۂ مبارکہ کی گراں قدر اہمیت کے بارے میں مندرجہ ذیل تین اقوال پیش کرتے ہیں۔(۱)

۱۔ شیخ آغا بزرگ تہرانی (۲) نے فرمایا:

''یہ پہلا اسلامی قانونی اور معتدل مکتوب ہے، نیز آپؑ کا طویل ترین عہد نامہ ہے۔آپؑ کے مکتوبات میں یہ عہد نامہ دینی سیاست، جمالیات رہبری اور تدبیر کے پہلوؤں پر مشتمل ہونے کے لحاظ سے سب سے جامع ہے۔مشرق ومغرب کے قانون سازوں اور قانون دانوں نے گزشتہ زمانوں سے لے کر آج تک اس کو تعظیم وتکریم کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جب یورپ کے موجودہ بعض قوانین اور نظامِ حیات کو اس عہد نامے کی روشنی میں جانچا گیا اور پھر ان دونوں کے درمیان تقابل کیا گیا، تو اس کی امتیازی حیثیت اور افضلیت واضح ہوگئی اور اس کی نہ کوئی نظیر اب تک ملی ہے نہ ہی کوئی مثال، بلکہ اکثر حکومتوں کے آئین اور ممالک کے قوانین درحقیقت اسی سے ماخوذ ہیں اور اسی کی عکاسی کرتے ہیں۔

۲۔ جرج جرداق اپنی گراں قدر کتاب ''الامام علیؑ صوت العدالۃ الانسانیۃ'' میں

۱۔ خطیب سیّد عبدالزہراء نے ان نصوص کو مصادر نہج البلاغہ واسانیدہ ج۳، ص۴۵۲ میں نقل کیا ہے۔

۲۔ الذریعہ ج۱۴، ص۳۷۳

لکھتے ہیں: ''یقیناً آدمی کے لیے عہد نامۂ علویؑ اور عالمی انسانی حقوق کے دستور کے درمیان اختلاف تلاش کرنا مشکل ہے۔ پس انسانی حقوق کی دستاویز کی کوئی بنیاد ایسی نہیں ہے، جس کی نظیر ہمیں فرزندِ ابوطالبؑ کے دستور میں نہ ملے۔ اس کے ساتھ امامؑ معاشرے میں اپنے دستور کا احاطہ گہری انسانی ہمدردی کے ساتھ کرتے ہیں، جب کہ اقوامِ متحدہ کی قرارداد میں اس کی نظیر مفقود ہے۔''

۳۔ ابن ابی الحدید کہتے ہیں:

غالب گمان یہ ہے کہ معاویہ جس مکتوب پر غور کرتا تھا، اُس سے متاثر تھا، اُس کے وسیلے سے بجائے ہدایت پانے کے، فتنے برپا کرتا تھا، اور اُس کے فیصلوں کے مطابق فیصلے اور احکامات جاری کرتا تھا۔ وہ مالکِ اشترؓ کے نام حضرت علیؑ کا عہد نامہ تھا۔''

یقیناً یہ منفرد ساخت و ساز کا حامل ہے۔ اور اسی سے لوگوں نے آدابِ قضاوت اور سیاسی احکام سیکھے ہیں۔ یہ عہد نامہ اُس وقت معاویہ کے ہاتھ لگ گیا، جب مالکِ اشترؓ مسموم (زہر کا شکار) ہوئے اور مصر پہنچنے سے پہلے وفات پا گئے۔

۳۔ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج ۶، ص ۷۲

مصر کے ساتھ مختص ہونے کی وجہِ تسمیہ:

امامؑ نے مصر کے ساتھ اس عظیم عہدنامے کو مختص اور مالکِ اشترؒ جیسی ہستی کو وہاں روانہ فرمایا۔ شاید اس کا سبب وہ چیز ہے، جس کو شیخ محمد مہدی شمس الدّین (۱) نے بیان کیا ہے۔ ''یقیناً مصر صدیوں سے معاشرتی نظم وضبط اور تہذیب کا گہوارہ رہا ہے اور اس کی سیاست اور مملکت داری گہری جڑوں والی اور بہت قدیم ہے۔ اس کا اصل معاشرہ قدرتی طور پر اپنے آداب و رسوم اور معاشرتی طبقات کے لحاظ سے کامل ہے۔'' یہاں ہم یہ اضافہ کرتے ہیں کہ عثمان کے خلاف قیام کرنے والوں میں مصری بھی تھے، جو ان کی سیاست سے نالاں تھے اور وہ اسلامی عدل کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اس لیے امامؑ نے وہاں عدل کو فروغ دینے اور صورتِ حال کو پُرسکون کرنے کا ارادہ فرمایا، نیز اس لیے بھی کہ دوسرے علاقوں کے لیے نمونۂ عمل بن جائے۔

عہدنامۂ مبارکہ کے مضامین:

اس ضمن میں ہم تین نکات کو زیرِ بحث لائیں گے۔

۱۔ عہدنامے کے اہداف:

اس کا تذکرہ امامؑ نے بنفسِ نفیس عہدنامے کے مقدمے میں فرمایا ہے۔ ان اہداف کو بعض شرحوں میں دوسرے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے، جب کہ شیخ شمس الدّین نے کہا ہے، یہ مقاصد چار بنیادی اہداف ہیں:

۱۔ عہد الاشتر، ص ۱۳

۱۔ حکومتی مالیات جس کا عنوان امامؑ نے ''وصولیِ خراج'' مقرر فرمایا ہے۔

۲۔ دفاع اور امن و امان جسے امامؑ نے ''دشمن سے جہاد'' کے عنوان سے تعبیر فرمایا ہے۔

۳۔ اجتماعی اصلاح، جس کا نام امامؑ نے ''اس کے اہل کا طلبِ اصلاح کرنا'' مقرر فرمایا ہے اور یہ تعلیم تربیت اور ہر شعبے میں تہذیب و تمدّن کے پہلوؤں پر مشتمل ہے۔

۴۔ اقتصادی (معاشی) ترقّی جس کا عنوان امامؑ نے ''شہروں کی آبادکاری'' رکھا ہے۔

ب: وہ مضامین جن پر امامؑ نے خصوصی توجّہ مرتکز فرمائی ہے۔

الف: اس عہدنامے کے مضامین ایسے متعدد اُمور پر مشتمل ہیں، جن کا تعلّق انسانی نفس، اللہ تعالیٰ کی ذات، رعیت، معاشرے کے طبقات، فوج، اَخلاق اور آداب سے مربوط پند و نصیحت اور دیگر متعدد وسیع تر پہلوؤں سے ہے۔

ب: مکتوب کے مقدمے میں آپؑ کے بعض اہم ترین ارشادات یہ ہیں (۱)

۱۔ اس کو خوفِ خدا کا حکم دے رہا ہے۔ اُس کی اطاعت کو ہر چیز پر مقدّم رکھنا، اور جس چیز کا اُس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے، اس کا اتباع کرنے کا امر کر رہا ہے، خواہ فرائض ہوں یا سُنّتیں ...... اور اللہ تعالیٰ کی اپنے ہاتھ اور زبان کے ذریعے مدد کرے ...... اور اسے حکم دے رہا ہے کہ اپنے نفس کو شکست دیدے اور جب بھی وہ بے لگام ہو جائے تو اس کو سخت جھٹکا دیدے۔

کیونکہ بے شک نفس بُرائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے، مگر یہ کہ اللہ رحم کرے۔

اس کے بعد ایک اہم بنیادی اہمیت کی بات کی طرف اس سفیر کی توجّہ مبذول فرمائی ہے:

۲۔ اور پھر جان لو اے مالکؓ، یقیناً میں تمہیں ایک ایسے علاقے میں بھیج رہا ہُوں جس میں تم سے پہلے عادل اور جائز حکمراں اپنے احکامات نافذ کر چکے ہیں۔ نیز یقیناً لوگ تمہاری باتوں کا اس طرح تعاقب کریں گے، جس طرح تم اپنے سے پہلے والوں کے اُمور پر نگاہ رکھتے تھے اور وہی کچھ تمہارے بارے میں کہیں گے، جو کچھ تم ان لوگوں کے بارے میں کہتے رہے ہو۔ پس اس کو ایک معیار قرار دیا۔ جس کا اُس علاقے کے لوگوں کے ساتھ اپنے سلوک و برتاؤ میں مالکؓ پر خیال رکھنا واجب ہے۔ پس اس امر پر پابندی کے ساتھ عمل میں خطا سے حفاظت اور مطلوبہ کمال حاصل ہوں گے۔

امامؑ نے اقتدار کے طبعی طور پر انسانی نفس پر تسلّط کا علاج بھی فرمایا ہے اور خاص طور پر یہ نفسیاتی اُمور میں ایک باریک اور نازک مسئلہ ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا(۱):

۳۔ اور جب بھی تمہارا اقتدار تمہیں بہکانے اور تکبّر میں مبتلا کرنے کی کوشش کرے، تو تم اپنے اُوپر قائم اللہ کی عظیم سلطنت اور اُس کی اُس قدرت کی طرف متوجّہ ہو جاؤ، جو تمہارے بارے میں وہ رکھتا ہے اور جس کا اختیار تمہارے اپنے پاس بھی

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۲۷

نہیں ہے۔ ....

اقتدار طبیعتاً ایک خاص مستی اور نشہ رکھتا ہے اور ایک خاص قسم کا تکبّر اور نخوت دیتا ہے۔ اس ضمن میں امامؑ اپنے شاگرد اور سفیر کی اس طریقے سے تربیت فرمارہے ہیں اور اس سے یہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اُس کی قدرت کی طرف متوجّہ رہے اور اُس کے بارے میں ہمیشہ غور وفکر کرتا رہے تاکہ وہ اقتدار جو اس کے پاس ہے وہ اس کو ورغلا نہ سکے۔ بلکہ امامؑ اس کو اس اقتدار کی نخوت اور تکبّر سے خبردار فرمارہے ہیں اور اس بات سے منع فرمارہے ہیں کہ اس کی وجہ سے رعیّت کے حقوق پامال نہ ہوجائیں، جب ان کے بارے میں کوئی خطا اس سے سرزد ہوجائے۔

آپ ارشاد فرماتے ہیں: (۲)

۴۔ اور تیرا کوئی عذر اللہ کے نزدیک، نہ ہی میرے نزدیک قابلِ قبول ہے، جب کوئی قتلِ عمد ہوجائے، کیونکہ اس میں بدن کا قصاص ہے، اور اگر تم خطا میں مبتلا ہوئے اور تیرے تازیانے یا تیری تلوار یا تیرے ہاتھوں نے عقوبت میں زیادہ روی کی، یقیناً کبھی کبھی ایک گھونسا یا اس سے کمتر بھی قتل کا باعث ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں اقتدار کے نشے میں مقتول کے وارثین کو ان کا حق ادا کرنے سے گریز نہ کرنا۔

امامؑ نے حکمرانوں کے ساتھ وابستہ ایک بات کی طرف متوجّہ فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر حاکم یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے دوستوں نیز دشمنوں کو پہچان لے اور اس کی

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۲۸

۲۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۴۳

خاطر تجسّس و تحقیق کرا لیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اپنے اُمور کے استحکام کے لیے لوگوں کے ضمیر خرید لیتا ہے۔ پس امامؑ، مالک اشترؒ کو اس پہلو کی طرف متوجّہ فرما رہے ہیں:(۱)

۵۔ اور تم اپنی رعیّت کے اُن لوگوں کو اپنے آپ سے زیادہ سے زیادہ دُور رکھو، جو لوگوں کے عیوب کی تاک میں رہتے ہیں۔ یقیناً لوگوں میں عیب پائے جاتے ہیں اور والی ان کی پردہ پوشی کا زیادہ ذمّے دار ہے۔ پس جن عیبوں سے تم واقف نہیں ہو، انہیں فاش کرانے کی سعی نہ کرو، کیونکہ تم پر ظاہر شدہ عیبوں کو ختم کرنا فرض ہے۔ اور جو تم سے پوشیدہ ہیں، ان کے بارے میں اللہ حاکم ہے۔ پس عیب کو چُھپاؤ، جتنا ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ان چیزوں کو چُھپائے گا، جس کو تم اپنی رعیّت سے پوشیدہ رکھنا پسند کرتے ہو۔ پس یہی نفس کی تہذیب، اور تجسّس اور عیب جُوئی سے منع کرنا ہے۔ کیونکہ اس میں حکمراں اور رعیّت دونوں کا ذاتی ضرر مضمر ہے۔ نیز یہ شرعِ مقدّس کے حکم کی خلاف ورزی بھی ہے۔

اس کے بعد امامؑ نے ایک ایسی بات کا ذکر فرمایا ہے، جس کی حاکم کو شدید ضرورت ہے۔ اور وہ مشورہ ہے۔

۶۔ آپؑ نے فرمایا: اور کبھی بھی اپنی مشاورت میں کسی بخیل کو شریک نہ کرو، جو کرم و بخشش سے تمہیں منحرف کر دے اور غربت و افلاس سے تمہیں خوفزدہ کر دے، نہ کسی بُزدل کو جو امر و نہی کی باتوں میں تمہیں کمزور بنا دے اور نہ ہی کسی لالچی کو جو ظلم

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۲۹

کے ذریعے مال بٹورنے کو تمہاری نگاہوں میں سجادے گا، یقیناً کنجوسی، بزدلی اور لالچ ایسے متفرق غرائز ہیں، جن کو اللہ کے بارے میں بدگمانی یکجا کردیتی ہے(۱)

پس امامؑ انہیں ایسے لوگوں سے مشورہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں، جو اس بات کے اہل ہیں اور نشاندہی کے ساتھ خاص قسم کے لوگوں سے مشورہ کرنے سے منع فرمارہے ہیں۔ نیز اس کی وجہ اور ان کے مشوروں میں پوشیدہ نقصانات کو بھی واضح فرما رہے ہیں۔ یہاں ایک اور پہلو بھی قابلِ ملاحظہ ہے کہ امامؑ ارشاد و تعلیم کے ساتھ معرفتِ الٰہی کے پہلو کو بھی شامل کردیتے ہیں۔ آپؑ اطلاع دے رہے ہیں کہ یہ امور نا قابلِ جمع غرائز ہیں، جن کی یکجائی اور اجتماع کا سبب اللہ کے بارے میں بدگمانی ہے

پھر آپؑ ان کو وزراء اور ان کی صفات کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ کا ارشاد ہے:

۷۔ تمہارا بدترین وزیر وہ ہے جو تم سے پہلے شرپسندوں کا وزیر رہ چکا ہے، اور وہ بھی جو گناہوں اور جرائم میں ان کا شریک رہا ہے۔ انہیں کبھی بھی اپنے ساتھ اس طرح مت رکھنا، جس طرح بعض کپڑوں کے لیے استر ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ مجرموں کے مددگار اور ظالموں کے بھائی ہیں، ان کی جگہ تمہیں ایسے لوگ مل سکتے ہیں، جو نیک بھی ہوں اور اُمور کو چلانے میں مہارت و تدبیر بھی انہی کی طرح رکھتے ہوں......(۲) یہ ارشاد سابقہ حکومتوں کے خدوخال کو اذہان میں واضح کردیتا ہے، جب آلِ ابی سفیان

۱۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۳۰

۲۔ نہج البلاغہ مکتوب نمبر ۵۳ ص ۴۳۰

اورآلِ ابی معیط بلکہ تمام بنی اُمیّہ حضرت عثمان کے دورِحکومت میں لوگوں پر مسلّط تھے اور بغیر کسی حق کے ان کا مال لُوٹ رہے تھے۔ پس امامؑ ایسے لوگوں سے بچنے کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر چہ وہ انتظامی امور کو چلانے اور سیاست میں مہارت رکھتے ہوں۔ کیونکہ مالکؒ کے لیے ان کی جگہ ایسے نیک مومنین میسّر آسکتے ہیں، جو انتظامی امور اور سیاست سے واقف ہوں۔

اس کے بعد امامؑ ایک اور پہلو کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں، جو ہر حکومت کی طبیعت میں شامل ہے اور وہ یہ ہے کہ ہر حکمراں اپنی مدح سرائی اور تعریف کا مشتاق ہوتا ہے، جب کہ امامؑ کی سیرت اس بات کی گواہ ہے کہ آپؑ تعریف کرنے کو ناپسند اور اپنے اصحاب کو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ یہاں پر مالکؒ سے بھی اسی خصلت کو اپنانے کے لیے کہتے ہیں جو کہ خود آپؑ کی خصلت ہے۔

۸۔ آپؑ کا ارشادِ گرامی ہے: ”اور پھر تمہارے نزدیک مؤثر ترین آدمی اُس کو ہونا چاہیے، جو کہ حق کی تلخ ترین بات بھی تم سے کہہ دے اور اولیاء اللہ الٰہی حکومت کے صاحبانِ منصب) کے لیے اللہ نے جن باتوں کو ناپسند فرمایا ہے، ان میں دوسروں کی نسبت کم سے کم تمہارا ہاتھ بٹائے۔ خواہ وہ تمہاری چاہتوں سے کتنی ہی میل کھاتی ہوں پرہیزگاروں اور سچّے لوگوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو، پھر انہیں اس بات کا عادی بناؤ کہ وہ تمہاری کسی ایسی بات کی تعریف نہ کریں، جس کو تم نے کیا ہی نہیں ہے، کیونکہ مدح سرائی میں افراط غرور پیدا کرتا ہے اور یہی وہ بات ہے جو امامؑ اپنے قائم مقام اور نمائندہ حاکم کے لیے پسند فرماتے ہیں۔

پھر امامؑ ایک دقیق رائے ارشاد فرما رہے ہیں کہ معاشرے کے تمام گروہ اور طبقات آپس میں مربوط ہیں۔

۹۔ آپؑ کا ارشادِ مبارکہ ہے: پس سپاہی (فوج) اللہ کی اجازت سے رعیّت کے لیے قلعہ، حکمرانوں کی زینت، دِین کے لے عزّت اور امن وامان کے ذریعے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور پھر ان سپاہیوں کے لیے کوئی ذریعہ نہیں، سوائے اس خراج کے، جو اللہ نے ان کے لیے معیّن فرمایا ہے اور اس کے ذریعے وہ دشمن سے جہاد کریں گے۔

پھر ان دونوں طبقوں کی نظم وبقا کے لیے تیسرے طبقے کی ضرورت ہے کہ جو قضاۃ، عمّال اور منشیاں دفاتر ہیں۔ ان کے توسّط سے باہمی معاہدوں کی مضبوطی اور دیگر منافع کی جمع آوری ہوتی ہے اور سادہ اور غیر معمولی معاملات کے بارے میں ان کے ذریعے اعتماد اور اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر سب لوگوں کا دار و مدار تاجروں اور صنعت کاروں پر ہے کہ یہ طبقے ان کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں..... بازار لگاتے ہیں.. . آخری طبقہ فقراء اور مساکین کا ہے، جن کی اعانت اور دستگیری ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب کے گزر بسر کی صورتیں پیدا کر رکھی ہیں اور ہر طبقے کا حق حاکم پر ہے کہ وہ ان کے لیے اتنا مہیّا کر دے، جو ان کی حالت دُرست کر سکے۔

پُر وقار اور آرام سے کام کرنے کی ہدایت اور جلد بازی کی ممانعت:

۱۰۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ''اور دیکھو، وقت سے پہلے کسی کام میں جلد بازی نہ

کرنا اور جب اس کا موقع آ جائے تو پھر کمزوری نہ دِکھانا، اور جب صحیح صورت سمجھ میں نہ آئے تو اس پر مصر نہ ہونا، اور جب طریقۂ کار واضح ہو جائے تو پھر سُستی نہ کرنا۔ بات یہ ہے کہ ہر چیز کو اُس کی مناسب جگہ پر قرار دو اور ہر کام کو اُس کے موقع پر انجام دو۔

اس کے بعد امامؑ ایک رہنما بات کا ذکر فرما رہے ہیں کہ عجلت، جلد بازی اور تشدّد سے گریز کرنا قیامت اور معاد سے مربوط بات ہے۔

۱۱۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: ”کچھ دیر بعد خفیہ اُمور پر سے پردے اُٹھ جائیں گے اور تم پر ان کا انکشاف ہو جائے گا۔ اور تم سے مظلوموں کے لیے عدل و انصاف طلب کیا جائے گا۔ دیکھو غضب کی تُندی، سرکشی کا جوش، ہاتھ کی حرکت اور زبان کی تُندی پر ہمیشہ قابو رکھو۔ ان چیزوں سے پرہیز کا ذریعہ یہ ہے کہ جلد بازی نہ کرو، سزا دینے میں تاخیر کرو، یہاں تک کہ تمہارا غصہ کم ہو جائے اور تم خود پر قابو پالو۔ اور یہ باتیں اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ تم اللہ کی جانب اپنی واپسی کو یاد کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اس ضمن میں فکر مند رہو۔“

حاکم جب غضب ناک ہوتا ہے تو بہت بڑی خیانت کا ارتکاب کرتے ہُوئے یا تو قتل کر دیتا ہے یا پھانسی پر چڑھا دیتا ہے۔ اسی لیے امامؑ انہیں رہنمائی فرما رہے ہیں کہ وہ اُس وقت تک صبر سے کام لے، جب تک کہ ان کا غصہ ختم نہ ہو جائے اور اپنے آپ پر قابو نہ پالیں، پھر تو ان کی رائے میں بھی بھی دُرستی آ جائے گی اور فیصلہ کرنے میں بھی عدل و انصاف سے کام لینا آسان ہوگا۔ اور یہ تمام اُمور سخت ہیں اور ان تک

پہنچ ممکن ہی نہیں، مگر اللہ تعالیٰ سے رابطہ قائم رکھنے اور قیامت کی بات اور اللہ کے حضور حاضری کو ہمیشہ یاد کرنے کے ذریعے سے۔ پھر یہ بات ممکن ہو جاتی ہے۔

عہد نامہ میں انسانی ہمدردی:

جرج جرداق کہتے ہیں: اس کے ساتھ گہری انسان دوستی ہے جس کے ذریعے امامؑ اپنے آئین کو معاشرے پر لاگو کر دیتے ہیں، جبکہ اقوامِ متحدہ کی قرارداد اس قسم کی بات پر مشتمل نہیں ہے۔ انسانی عظمت کی بعض مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

امامؑ کا ارشاد لوگوں کے بارے میں، جن میں مومنین، اہل ذمہ وغیرہ سب شامل ہیں۔

۱۔ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: ''پس لوگ دو صنف کے ہیں، یا دِین میں تمہارے بھائی ہیں یا خلقت میں تمہاری نظیر ہیں ''

جب امامؑ سپاہیوں کی طبیعت کی طرف توجّہ فرماتے ہیں کہ ان کی طبیعت میں تشدّد، قتل اور خون بہانا شامل ہے تو آپؑ یاد دِلاتے ہیں کہ اسلام کو کچھ اور نمونہ چاہیے۔ مناسب یہ ہے کہ سپاہی کو حق کے بارے میں سخت اور مضبوط ہونے کے ساتھ ساتھ شفقت اور انسانیت میں بھی قابلِ تقلید اور اعلیٰ نمونہ ہونا چاہیے۔ اور یہ امامؑ کی ذاتِ والا صفات میں ایک عجیب اور ممتاز صفت کی حیثیت سے سیرت میں شامل تھا۔

۲۔ آپؑ کا ارشادِ گرامی ہے:

''اپنے سپاہیوں میں سے اُس کو وِلایت دو (ذمّے داری سونپو) جو تمہارے

لیے اللہ، اُس کے رسولؐ اور تمہارے امامؑ کے بارے میں نصیحت کرنے میں سب سے آگے ہو...... اور سب سے افضل ہو حلم اور بُردباری میں، جو غیظ و غضب میں دیر سے آتا ہو، عذر قبول کر لیتا ہو، کمزوروں پر مہربان ہو، طاقت وروں پر اکڑتا ہو اور جس پر سختی اثر انداز نہ ہو اور کمزوری اس کی وجہِ گوشہ نشینی نہ بنے۔

۳۔ رعیّت کے متعلق اہتمام و انصرام کے بارے میں آپؑ نے ارشاد فرمایا: اور پھر ان کے اُمور (رعیّت کے اُمور) کی اس طرح سے نگرانی کرو، جس طرح والدین اپنے بچّوں کی نگرانی کرتے ہیں۔

۴۔ اس کے بعد آپؑ مالکؓ کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ رعیّت کے ساتھ برابری کا سلوک اور برتاؤ کریں اور صاحبانِ فضیلت کی برتری کا اعتراف بھی کریں۔

آپؑ کا ارشاد ہے: انہیں اچّھے الفاظ میں سراہتے رہنا اور ان میں جو اچھی کارکردگی دِکھائے، اُس کے کارناموں کا تذکرہ کرتے رہنا۔

نیز امامؑ نے اُن معیارات کو بیان فرمایا ہے، جن پر حکمراں کو اعتماد کرنا چاہیے اور ایسے معیاروں سے پرہیز کرنا چاہیے، جو صواب اور خطا دونوں کا باعث بنتے ہیں، جیسے ظن و گمان اور ذہانت۔

۵۔ آپؑ کا ارشادِ مبارکہ ہے:

لوگ تصنّع اور حُسنِ خدمات کے ذریعے حکمراں کی نظروں میں سما کر تعارف کی راہیں نکال لیا کرتے ہیں، حالانکہ ان میں ذرا بھی خیر خواہی اور امانت داری کا جذبہ نہیں ہوتا۔

۶۔ نادار اور غریب لوگوں پر آپؑ کی شفقت اور مہربانی کا یہ عالم ہے کہ اُن کی دستگیری کی تاکید کرتے ہُوئے فرماتے ہیں: خدارا، خدارا، غریب اور پس ماندہ طبقے کے بارے میں، جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا، وہ مسکینوں، محتاجوں، فقیروں اور معذوروں کا طبقہ ہے، ان میں کچھ تو ہاتھ پھیلا کر مانگنے والے ہوتے ہیں اور کچھ کی صورت ہی سوال ہوتی ہے، اللہ کی خاطر ان بے کسوں کے بارے میں اُس کے اس حق کی حفاظت کرنا، جس کا اُس نے تمہیں ذمّے دار بنایا ہے۔ ان کے لیے ایک حصّہ اپنے بیت المال میں سے معیّن کرنا اور ایک حصّہ ہر شہر کے اُس غلّے میں سے دینا، جو اسلامی غنیمت کی زمینوں سے حاصل ہُوا ہو، کیونکہ اس میں دُور والوں کا اُتنا ہی حصّہ ہے، جتنا نزدیک والوں کا ہے اور تم ان سب کے حقوق کی نگہداشت کے ذمّے دار بنائے گئے ہو۔ لہٰذا تمہیں دولت کی سرمستی ان سے غافل نہ کردے۔ کیونکہ کسی معمولی بات کو اس لیے نظرانداز نہیں کیا جائے گا کہ تم نے بہت سے اہم کاموں کو پورا کر دیا ہے، لہٰذا اپنی توجہ ان سے نہ ہٹانا اور نہ تکبّر کے ساتھ ان کی طرف سے اپنا رُخ پھیرنا اور خصوصیت کے ساتھ خبر رکھنا، ایسے افراد کی جو تم تک پہنچ نہیں سکتے، جنہیں آنکھیں دیکھنے سے کراہت کرتی ہوں گی اور لوگ انہیں حقارت سے ٹھکراتے ہوں گے......اور دیکھو یتیموں اور سال خوردہ بُوڑھوں کا خیال رکھنا کہ جو نہ کوئی سہارا رکھتے ہیں اور نہ سوال کے لیے ہاتھ آگے بڑھاتے ہیں۔

قابلِ توجہ اور غور طلب بات ہے کہ امامؑ نے اس عہدنامۂ مبارک میں کسی بھی فقرے کو اس فقرے کی طرح آغاز نہیں فرمایا ہے (پھر خدارا خدارا نچلے طبقے کے

بارے میں) ہر معاشرے کی قدرتی خصوصیّت یہ ہے کہ اس میں دولت مند، وزراء، قاضی حضرات ہوتے ہیں اور ان کے ساتھ ساتھ اس میں نادار، معذور و بیمار، یتیم و بے سر پرست اور بوڑھے سن زدہ لوگ بھی ہوتے ہیں۔ اور کبھی کبھار یا کہیں کہیں اس طبقے کو آنکھیں کراہت کے ساتھ دیکھتی ہیں اور ان کی تذلیل و تحقیر کی جاتی ہے۔ ان میں کچھ تو قناعت پسند ہیں، جو بھیک نہیں مانگتے اور ساتھ ہی کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو دستِ سوال دراز کر دیتے ہیں اور یہ لوگ اپنے مخصوص طبع اور حالات کی بنا پر لوگوں میں سب سے زیادہ عدل و انصاف کے ضرورت مند ہیں۔ اور حاکم کا عذر قابلِ قبول نہیں ہے، اگر وہ عدل و انصاف، امن و امان اور حقوق کی نگہداشت کے سلسلے میں اہم طبقات کو ملحوظِ خاطر رکھے اور غیر اہم طبقے یعنی نچلے طبقے کو چھوڑ دے۔ پس یہ اس کی ذمّے داری ہے کہ وہ اپنی توجّہات سے انہیں نوازے اور ان کی مکمّل دیکھ بھال کرے، بلکہ ایک نشست ان ضرورت مند اور محتاج لوگوں کے لیے مخصوص کر دے، کیونکہ وہ ہر ایک سے اپنی حاجت اور ضرورت بیان نہیں کرتے۔ یہاں امامؑ نے اُسوۂ رسولؐ کی گواہی بھی اس بارے میں پیش کرتے ہوئے فرمایا . میں نے رسولِ خداؐ کو کئی مواقع پر فرماتے سُنا کہ ''اُس قوم میں پاکیزگی نہیں آ سکتی، جس میں کمزوروں کو کماحقہٗ طاقت وروں سے حق نہیں دِلایا جاتا۔''

اس کے بعد آپؑ ا[illegible]یک کاموں کو جاری رکھنے اور فراخ دِلی اپنانے کی نصیحت کرتے ہیں۔

۷۔ آپؑ کا ارشادِ گرامی ہے:

اور پھر یہ کہ اگر ان کے تیور بگڑیں یا اپنی بات صاف صاف نہ کہہ سکیں تو اسے برداشت کرنا اور تنگ دِلی اور نخوت کو ان کے سامنے نہ آنے دینا۔ اس کی وجہ سے اللہ تم پر اپنی رحمت کے دامنوں کو پھیلائے گا اور اپنی فرماں برداری کا تمہیں ضرور اجر دے گا۔

آخر میں آپؑ نے یہ دُعا فرمائی: اور میں اللہ تعالیٰ کو اُس کی وسیع رحمت اور ہر حاجت کے پورا کرنے پر عظیم قدرت کا واسطہ دے کر اُس سے سوال کرتا ہُوں کہ وہ مجھے اور تمہیں اس کی توفیق بخشے، جس میں اُس کی رضا مندی ہے کہ ہم اللہ کے سامنے اور اُس کے بندوں کے سامنے ایک کُھلا ہُوا عذر قائم کر کے سُرخرو ہوں اور ساتھ ہی بندوں میں نیک نامی اور ملک میں اچّھے اثرات اور اُس کی نعمت میں فراوانی اور روز افزوں عزّت کو قائم رکھیں اور یہ کہ میرا اور تمہارا خاتمہ سعادت اور شہادت پر ہو۔ بے شک ہمیں اُس کی طرف پلٹنا ہے۔

والسلام علیٰ رسول صلّی اللّٰہ علیہِ وآلہٖ الطّیبین الطّاھرین وسلّم تسلیماً کثیراً

وَالسّلام

عہد نامے کی سند وشرحیں:

۱۔ اس عہد نامے کی اہمیت کا ایک اور پہلو اس کی سند کا صحیح اور معتبر ہونا ہے۔ آیت اللہ خوئی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کتاب مبانی تکملۃ المنہاج، ج ۱ ص ۵ میں لکھتے ہیں: ''مالکِ اشترؒ کے لیے آپؑ کا عہد نامہ بطریقِ اسنادِ شیخ (طُوسی) معتبر ہے۔''

۲۔ قاضی نعمان نے کتاب دعائم الاسلام: ج ۱ ص ۳۵ میں اس کو روایت کیا ہے

۳۔ نویری نے کتاب نہایۃ الادب: ج ۶ ص ۱۹

۴۔ آداب الملوک، تالیف نظام العلماء میرزا رفیع الدین طباطبائی تبریزی متوفی ۱۳۲۶ھ

۵۔ اساس السیاسہ فی تاسیس الریاستہ۔ تحریر: محمد بن مولیٰ اسماعیل کجوری جن کا لقب سلطان المتکلمین ہے متوفی ۱۴ شعبان ۱۳۵۳ھ

۶۔ تحفۃ السلیمانیہ، تحریر: سید ماجد بحران متوفی ۱۹۰۷ء کے بعد

۷۔ الراعی والراعیہ، تحریر: علامہ استاد توفیق فلکی۔

۸۔ اسیاستہ الحکومۃ، تحریر: شیخ عبدالواحد آل مظفر۔

۹۔ طبری نے کتاب نہایۃ الادب، جلد ۶، ص ۱۹، میں اس عہد نامہ کی سند نقل کی ہے۔

۱۰۔ مرحوم شیخ طوسیؒ نے بھی کتاب فہرست، ص ۲۶ میں اس کی سند کو اصبغ بن بن نتابہ تک پہنچایا ہے۔

عہد نامے پر شبہات اور ان کے جوابات (ا)

اعتراض الف:

نہج البلاغہ کے یہ خطبے حضرت علی علیہ السلام کے نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس عہد میں طویل خطبے نہیں ہوا کرتے تھے؟

ج: یہ ایراد انتہائی پوچ و لچر ہے، طویل خطبے وہ دے گا جس کو علم و ادب پر قدرت حاصل ہوگی اور مضامین عالیہ کو بیان کرے گا۔ خلفائے ماسبق کو یہ بات کہاں نصیب تھی بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ارشاد کیے، مثلاً: ''خطبة الوداع، خطبة الغدير'' اس قسم کے آپ کے دوسرے خطبے بھی ہیں، لیکن قوم نے ان کی جیسی حفاظت کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ مشہور خطیب سحبان وائل جو زمانۂ جاہلیت میں پیدا ہو، جو معاویہ کے زمانے میں ۵۴ھ ہجری میں مرا، اسکے خطبے عموماً طویل ہی ہوا کرتے تھے، خو دعمر کے بھی طویل خطبے کا پتا ابن ابی الحدید نے دیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ جاحظ کتاب البیان والتبیین میں لکھتے ہیں کہ عمر اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں، جن کے طولانی خطبے ہوتے ہیں، بلکہ ان کا کلام مختصر و قصیر ہوتا ہے، ہاں طولانی خطبے ارشاد کرنے والے علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (جاحظ کی عبارت نقل کرنے کے بعد) ابن ابی الحدید کہتے ہیں کہ میں نے عمر کے بعض ایسے خطبوں کو دیکھا ہے، جو طویل ہیں جن کو مورخ طبری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔

ابن ابی الحدید نے جو حوالہ دیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السلام ابن ابی

ا۔ (اقتباسات) منھاج نہج البلاغہ سید سبط الحسن الھنسوی ص ۵۷ تا ۱۰۷

طالب علیہ السلام طویل خطبے ارشاد فرمانے میں شہرت وامتیاز رکھتے تھے، جس کا اقرار علامہ جاحظ سا ناقد بصیر کو بھی ہے جاحظ اپنی ایک دوسری تالیف ''**کتاب فضل ھاشم علی عبد شمس** '' میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی اس خصوصیت وامتیاز کو ان الفاظ میں لکھتا ہے، فقہ تنزیل وتاویل قرآن کا علم، مستحکم دلائل فصاحت وبلاغت لسانی اور طولانی خطبوں کے ارشاد کرنے میں کون سے جو علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام کا مقابلہ کرسکتا ہے۔

دراصل کتب ورسائل، مقتضائے حال کی بنا پر ہوا کرتے ہیں، کبھی حالات کا تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ طول دیا جائے اور کبھی اختصار ہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کا ہر کلام اسی مناسبت سے ہے، ڈاکٹر ذکی مبارک اپنی کتاب ''**النثر الفنی فی القرن الرابع**'' میں لکھتے ہیں کہ طول واختصار کا مسئلہ ایسا ہے جس کا تعلق متقضائے حال سے ہے کاتب جس چیز پر لکھتا ہے اس کو خیال کرتے ہوئے ایجاز سے کام لیتا ہے اور کبھی اطناب سے، خطباء میں بھی بعض خطیب طولانی خطبے دیتے ہیں اور بعض مختصر، اس کے لئے کوئی خاص قاعدہ وقانون مقرر نہیں تھا جس کی طرف وہ رجوع کرے یا اس پر وہ پابند ہو، سوائے مناسبت حال کے۔ اس لئے خطبے کبھی طولانی ہوتے تھے اور کبھی مختصر، سحبان وائل جو طولانی خطبہ دینے میں مشہور ہے اور جو آدھے آدھے دن تک خطبے دیا کرتا تھا، اس کے مختصر اور چھوٹے خطبے بھی ملتے ہیں، یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اصول فطرت کی پابندی کا زیادہ لحاظ اس زمانہ میں کیا جاتا تھا کوئی خاص قاعدہ نہ تھا، ہاں کتابت میں جس چیز پر لکھتے تھے اس کی رعایت ضرور ملحوظ ہوا کرتی تھی۔ حضرت علی علیہ السلام کے رسائل ومکتوبات خطبے ووصایا اور گورنروں کے نام فرامین وعہدوہ بھی اسی اصول پر تھے۔ پس کبھی حضرت علیہ السلام اپنے فرامین اور عہدناموں کو اس لئے طول دیتے تھے کہ حاکم متعیّنہ تفصیل کے ساتھ سیاست وحکومت کے اصول وقواعد سے واقف ہوجا

ئے، جس کی اس کو اپنی ولایت میں ضرورت ہے اور کبھی حضرت علیہ السلام اپنے خواص و عمال کو اختصار سے ہدایت قلم بند فرماتے ہیں، کیونکہ وہاں طول و اطناب کی ضرورت نہیں ہے.

اعتراض ب:

عہد نامہ مالک اشترؒ بھی مقتضائے حال کی بنا پر طویل ہے؟

ج: حضرت کا وہ مشہور و معروف عہد نامہ جو مالک اشترؒ کے نام ہے اس کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے کہ طولانی ہے، ڈاکٹر ذکی مبارک کی تقریر سے یہ ایراد (اعتراض) بھی برطرف ہو رہا ہے کہ یہ عہد نامہ نہج البلاغہ میں موجود ہے اور سیّد رضی سے پیشتر کے تصنیفات میں بھی یہ پایا جاتا ہے چنانچہ اس کو شیخ اجل **محمد بن حسن بن علی بن شعبة الحلبی** المتوفی ۳۳۲ھ نے بہ تمام و کمال اپنی کتاب "تحف العقول" میں درج کیا ہے۔

سہیل سکینہ
لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۹۱

اعتراض ج:

عہد نامہ کے مضامین علیؑ کے زمانہ سے مطابقت نہیں رکھتے؟

اس اعتراض کا شیخ عبداللہ علائی کی طرف سے جواب مندرجہ ذیل ہے۔

ج: ا۔ رہا یہ امر کہ ایسا مہتم بالشان دستور سیاسی امیر المومنین علیہ السلام کی طرف کیوں کر منسوب ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس کے مضامین حضرت علی علیہ السلام کے عہد سے ارفع و اعلیٰ ہیں! اس کا جواب شیخ **عبدالله العلا عائلی** کی زبان سے سنئے:

اس امر سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ خلفاء ثلاثہ کے دور میں امور سلطنت کی کامل تنظیم نہیں ہوسکی تھی، چونکہ ان لوگوں کی حیات مدنی (شہری زندگانی) میں استحکام وقرار نہ تھا اس لئے اس کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہ تھی، ہاں عمومی انتظامات کے لئے ان لوگوں نے اپنے قدم اٹھائے، میرے اس بیان سے کوئی یہ غلط نہ سمجھے کہ نظام مدنی سے مراد قانون شریعت ہے، جس کو قرآن نے مکمل کیا ہے بلکہ میری مراد یہاں پر اجرائے قانون وتشکیلاتِ مدنی سے ہے۔ میں اسی امر کو کہہ رہا ہوں کہ خلفاء اس طرف نہیں متوجہ ہوئے، جو شخص کہ اس موضوع کی تصنیفات، جیسے علامہ ماوردی کی کتاب ''احکام السلطانیہ'' کو پڑھے تو اس کے سامنے عہد خلفاء کے انتظامات اداری وتدبیر مملکت کا خاکہ نگاہوں کے سامنے آجائے گا، لیکن ناقص صورت میں جس کو مکمل نظام سلطنت نہیں کہہ سکتے، لیکن اتنے زمانے کے تجربات وانتظامات نے گہری فکر و نظر رکھنے والے مدبران حکومت ونظام سلطنت کو اس طرف متوجہ کردیا تھا کہ ایک مکمل دستور حکومت ونظام سلطنت لکھ کر پیش کریں، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس عہد میں علی علیہ السلام سب سے بڑے مقنن ودستور کے ماہر تھے، اس لئے کہ آپ علیہ السلام نے حکومت اسلامیہ عربیہ کی ہر شکل کو دیکھا اور سمجھا تھا، اور عوام کے مطالبات وضروریات کو اچھی طرح جانتے تھے اور اپنے ماسبق کے خلفاء کی طرز حکومت کی اچھائی وبرائی نگاہوں کے سامنے تھی اس بنا پر ملت اسلامیہ کے ہر قسم کے امتحانات وتجربات کے بعد آپ علیہ السلام نے ایک مکمل جامع وقانع دستور سلطنت ونظام حکومت کو عہد نامۂ مالک اشترؒ کے نام سے امت اسلامیہ کے سامنے پیش کردیا۔ بعض لوگوں کو اس امر میں شک ہے کہ یہ عہد نامہ حضرت علیہ السلام ہی کا ہے، اس لئے کہ اس میں جو نظام ودستور مندرج ہے، وہ عہد حضرت علیہ السلام کے سطح فکر سے بلند ہے، لیکن یہ شک درست نہیں ہے اور یہ دلیل بہت ہی کمزور ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام میں انتظام سلطنت وتدبیر حکومت وتشکیل ادارہ کا علم خداداد ووہبی ہے، قانون ودستور کے علم میں آپ علیہ السلام محتاج تعلیم نہیں تھے، آپ علیہ السلام ہی

کے لئے یہ مثل مشہور ہوگئی ہے "قضية ولا ابا حسن لها" اور بڑے بڑے علماء شریعت نے آپ علیہ السلام کے قضایا و احکامات و دستورات کو جمع کر کے کتابیں لکھ ڈالی ہیں مثلاً ترمذی نے دو جلدوں میں کتاب اقضیہ علی علیہ السلام لکھی اور علامہ ابن قیم جوزی نے کتاب "السیاست الشرعیہ" لکھی، جو حضرت علیہ السلام کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ یہ دلیل ہے اس امر پر کہ حضرت علی علیہ السلام علم نظام حکومت و قانون ریاست و احکام سلطنت میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے، خصوصاً ابوبکر و عمر کی حکومتی پالیسی اور عثمان کی متزلزل و غیر منظم سلطنت کو آپ علیہ السلام اچھی طرح ملاحظہ فرما چکے تھے، چونکہ آپ جمہورِ اُمت سے اتصال تھا اس لئے ان حکومتوں میں عوام کی رضا و عدم رضا کے اسباب کو بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اس لئے آپ نے سیاسی و معاشی حالات سے اچھی طرح مطلع ہو کر اپنے خداداد علم و مافوق العادۃ فطری قابلیت سے مفاد اُمت کے لئے ایک مکمل دستور لکھ دیا جو تدبیر حکومت و سلطنت و معاشرتی و سیاسی اصلاحات و ضروریات پر حاوی ہو۔ پس اگر پیغمبر اکرم شارع شریعت اسلام ہیں، تو امام علی علیہ السلام قانون ساز حکومت، عہد نامۂ مالک اشترؒ میں کسی قسم کے شک و شبہے کی گنجائش ہی نہیں ہے، حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا یہ نوشتہ بے شک سب سے پہلا اسلامی دستور حکومت ہے جو فرمان شاہی کی حیثیت سے ایک گورنر کے نام صادر کیا گیا اس فرمان سے یہ بات اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے زمانۂ خلافت میں مختلف قوموں و نسلوں سے ترکیب پائی ہوئی امت سلامیہ کی فلاح و استحکام کے لئے ایک زبردست اسکیم عمل میں لانا چاہتے تھے، حضرت کا یہ معاشرتی و سیاسی پروگرام اگر اجراء ہوتا تو بہت ہی مفید ہوتا اس میں ملت کے ہر درد کا درماں تھا لیکن اندرونی شورش و بغاوت نے (حکیم ملت و مصلح اعظم کے) ان اصلاحات کے نفاذ کا موقع ہی نہ آنے دیا۔

ج: ۲۔ "عہد نامہ" کی سبک تحریر حضرت علی علیہ السلام ہی کے اسلوب و طرز پر ہے:

علاوہ ازیں عہد نامۂ مالک اشترؒ کا اسلوب، انداز بیان، سبک تحریر و طرزِ عبارت خود

اپنے مقام پر ایک زبردست ثبوت ہے کہ اس کا لکھنے والا امیر المؤمنین علی علیہ السلام ابن ابی طالب علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی دوسرا نہیں ہے اسی بنا پر ڈاکٹر احمد رفاعی اپنی کتاب ''المقدمة'' میں اس کو نقل کرنے سے پہلے اس کی طرف ان الفاظ میں متوجہ کرتے ہیں۔

''اور یہ تمھارے سامنے امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کا وہ عہد ہے، جس کو حضرت علیہ السلام نے مالک اشترؒ کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ امید ہے کہ تم اس سے حضرت علیہ السلام کے اسلوب و طرز کو معلوم کرلو گے۔''

ج: ۳۔ علامہ مصطفیٰ نجیب حنفی مصری اپنی کتاب ''حماۃ الاسلام'' میں لکھتے ہیں: اگر کوئی پیغام فساد نفس کی اصلاح اور اس کے مرض کا علاج بن سکتا ہے تو حضرت علیہ السلام کا پیغام (جو آپ علیہ السلام کے خطب و کلام میں پایا جاتا ہے) مسلمانوں کی اصلاح حال کے لئے بہترین عنوان سے اثر انداز ہوسکتا ہے، اگر کہیں زمانہ مساعد ہوتا تو حضرت علیہ السلام کے عہد میں قوم عرب انتہائی اوج تک ترقی کرتی اور اقوام عالم پر سبقت حاصل کر کے ہر امر میں تفاخر کرتی۔ یہ امر تمھارے لئے کافی ہے کہ جس نے حضرت علیہ السلام کے کثیر کلام میں سے بعض کلمات کو جمع کیا تو اس تدوین و جمع کے باعث یہ مجموعہ بڑے بڑے اسفاء پر سبقت لے گیا اور جس پر پڑھ دیا گیا آپ علیہ السلام کا کلام معجز نظام تو اس سے روحوں میں گداز اور پتھر ایسے دلوں میں نرمی پیدا ہوگئی، حضرت علیہ السلام کس باطنی اور روحانی طاقت سے لوگوں کو خطاب کر کے ان کو پستی سے بلندی کی طرف جانے میں اعانت کرتے، ان میں امنگ و ولولہ پیدا کر کے دلائل و برہان، نردبان کمال کی بلندی پر پہونچا دیتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بے مثال حکیمانہ کلام کا تعلق تعقل و تدبر اور انسانی غور و فکر

سے ہے، جیسا کہ آپ علیہ السلام کا وہ عہد نامہ جو مالک اشترؒ کے نام ہے جو حیات انسانی میں کام آنے والے اور دلوں میں سمو جانے والے اور امر و نواہی کا گنجینہ ہے جس پر عامل اور کاربند ہونے کے لئے نوع انسانی کو دعوت دی گئی ہے، دراصل امت اسلامیہ میں کار گذاران حکومت کے لئے یہ سب سے پہلا دستور و قانون ہے

ج: ۴۔ الاستاذ عمر ابوالنصر (بیروت یونیورسٹی) ''حیات علی ابن ابی طالب علیہ السلام'' کی فصل تیسواں (۳۰) میں بضمن آثار ادبی امیر المؤمنین علیہ السلام لکھتے ہیں:

امیر المؤمنین علیہ السلام کے خطبے لوگوں میں عمل و فعلیت کا جذبہ پیدا کرتے ہیں اور وہ خطبے آپ علیہ السلام کے عہد کے مختلف طور طریقے اور حالات زندگی کا آئینہ ہیں، اسی طرح آپ کے خطوط جو معاویہ کے نام ہیں اور دستور جو اصلاح ملک و انتظام سلطنت کے لئے آپ علیہ السلام نے مالک اشترؒ کو عطا کیا، یہ سب کے سب معجزات ادب عربی میں شمار ہوتے ہیں۔ **الاستاذ احمد حسن الزیات** نے " **تاریخ الادب العربی** " میں لکھا ہے: جہاد پر اُبھارنے والے حضرت علیہ السلام کے خطبے اور آپؑ کے وہ مکتوب و رسائل جو معاویہ کے نام ہیں اور طاؤس، شپرہ چشم، دنیا کی صفت جس طرح سے آپ علیہ السلام نے بیان فرمائی ہے اور آپ علیہ السلام کا وہ عہد جو مالک اشترؒ کے نام ہے شرط صحت کی بنا پر معجزات زبان عربی و بدائع عقل بشری میں شمار ہوتے ہیں۔

ج: ۵۔ **الاستاذ العلامہ احمد الھاشمی بک المصری** نے اپنی کتاب ''**جواھر الادب فی ادبیات وانشاء لغة العرب**'' میں اس عہد نامہ کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے کلام کی حیثیت سے قبول کر کے بہ تمام و کمال وارد کیا ہے۔

ج: ۶۔ مسیحی علماء وادباء بھی عہد نامہ کے اعتراف کرتے ہیں، یہاں تک کہ غیر مسلم مسیحی ادباء بھی اس عہد کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے آثار میں سمجھتے ہیں اور اس کی عظمت کے معترف ہیں چنانچہ **عبدالمسیح الانطاکی** مدیر" **جریدہ العمران مصر**" لکھتا ہے:

اس عہد نامہ میں اقسام سیاست، فنون حکمت اور وہ سیاست جس کا تعلق راعی ورعایا سے ہے سب کچھ موجود ہے۔ یہ اس قابل ہے کہ سونے کی تختیوں پر لکھا جائے اور حکماءِ فلاسفہ کے مکانات میں آویزاں کیا جائے تاکہ اس سے وہ حکمت و ادب حاصل کرتے رہیں۔ اور اس سے علم حاصل کر کے رعایا کی مدد اور ملک کو آباد رکھ سکیں۔ صرف یہی ایک عہد نامہ اس ثبوت کے لیے کافی ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام تمام ایسے لوگوں سے افضل ہیں، جنہوں نے لوگوں پر حکومت کی اور تمام ان لوگوں سے بہتر ہیں، جنہوں نے عدل کی بنیاد پر فرماں روائی کی اور ان سب سے برتر ہیں، جنہوں نے سیاست حکمیہ کو ضبط تحریر کیا۔

ج: ۷۔ وہ علماء اہل سنت جنہوں نے عہد نامہ کی مستقل شرح کی: صرف یہی نہیں بلکہ بعض علماء نے عہد نامہ مالک اشترؒ کی مستقل شرحیں لکھی ہیں، جو اُن عمومی شروح کے علاوہ ہیں، جو بضمن نہج البلاغہ کی گئی ہیں۔ ان مخصوص اور مستقل شرحوں میں علماء اہلسنت کی یہ شرحیں خاص اہمیت رکھتی ہیں، **شیخ محمد عبدہ** کی شرح "**مقتبس السیاسة**" جو ۱۳۱۷ھ میں مصر سے طبع ہوئی، اور **الاستاذ توفیق الفکیکی** کی شرح" **الراعی والرعیة**" تدبیر مملکت وسیاست کے متعلق

حضرت علیہ السلام کی دوسری تحریر: امیر المؤمنین علیہ السلام کا صرف یہی ایک سیاسی "صحیفہ" نہیں ہے، جس میں اصول جہانبانی کی تعلیم دی گئی ہے، بلکہ حضرت علیہ السلام نے جس قدر رسائل و فرامین اپنے گورنروں کو تحریر فرمائے ہیں، وہ سب کے سب تدبیر مملکت و سیاست کی تعلیمات سے پر ہیں، اسی قسم کا عہد حضرت علیہ السلام نے محمدؓ بن ابی بکرؓ کو بھی تحریر فرمایا تھا جس کو عمرو بن عاص نے محمدؓ بن ابی بکر کو قتل کرنے کے بعد ان کے سامان سے حاصل کر لیا تھا اور اس کو معاویہ کے پاس بھیج دیا تھا۔

اعتراض د:

اس مقام پر ابن ابی الحدید کو دھوکہ کا ہوا ہے کہ: وہ کتاب جس کو معاویہ حیرت وعظمت کی نگاہوں سے دیکھا کرتا تھا اور جس کے مطابق احکامات و فیصلے صادر کرتا تھا اور فتوے دیتا تھا، وہ امیر المؤمنین علیہ السلام کا وہ عہد نامہ ہے جس کو آپ علیہ السلام نے اشتر نخعیؒ کے لیے تحریر فرمایا تھا کیوں کہ اس کا اسلوب وطرز ایک ہی ہے دراصل حضرت علیہ السلام ہی سے لوگوں نے آداب سلطنت، قضایائے حکومت و احکام سیاست کی تعلیم حاصل کی ہے اور یہ عہد نامہ معاویہ کو اس وقت ملا ہے جب کہ اشتر نخعیؒ کو مصر پہونچنے سے پہلے ہی راہ میں زہر سے شہید کر دیا گیا ہے اور ان کے سامان سے یہ عہد نامہ لے کر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا ہے، یقیناً یہ عہد نامہ اس قابل ہے کہ سلاطین کے خزانوں میں اس کو محفوظ کر دیا جائے۔

ج: ۱۔ اس مقام پر ابن ابی الحدید کو دھوکہ ہو رہا ہے، اس لیے کہ جب مقام عریش میں معاویہ کی خفیہ سازش سے مالک اشترؒ کو زہر دیا گیا ہے تو اُن کا سامان لوٹا نہیں گیا، وہاں تو معاویہ کا مقصود صرف یہ تھا کہ خفیہ طریقے سے علی علیہ السلام کے سپہ سالار کو زہر سے ختم کر دیا جائے، تاکہ دنیا یہ سمجھے کہ وہ اپنی طبعی موت مرے، اس لیے ان کے سامان سے تعرض نہیں کیا جاسکتا تھا، کیوں کہ اس سے افشائے راز کا خوف تھا۔ علاوہ ازیں عہد نامہ مالک اشترؒ ضائع نہیں ہو۔ ابلکہ حضرت علیہ السلام کے صحابی اصبغ بن نباتہ مجاشعی کے پاس مدّون ومحفوظ تھا۔ (مھنج المقال) ہاں حضرت علیہ السلام کا وہ فرمان جو آپ علیہ السلام کے اصحاب کے پاس محفوظ نہ تھا اور ضائع ہوا، وہی ہے جو آپ علیہ السلام نے محمدؒ بن ابی بکر کے نام لکھا تھا جس کے متعلق حضرت علیہ السلام نے محمدؒ کی شہادت کے بعد ارشاد فرمایا تھا: ''جب میں نے محمدؒ بن ابی بکر کو مصر کا گورنر مقرر کیا تھا تو انہوں نے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو سنت (تعلیمات نبوی واسلامی طریق حکومت) کا علم نہیں ہے۔ پس میں نے ان کو آداب حکومت و تعلیمات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھ بھیجا، مگر دشمنوں نے ان کو قتل کر کے اس کتاب کو ضبط کر لیا۔

ج: ۲۔ یہ محمد بن ابراھیم الثقفی کی روایت ہے، جس کو کہ اس نے عبداللہ بن محمد المدائنی سے نقل کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ فرمان وہ نہیں ہے جو مالک اشترؒ کے نام لکھا گیا تھا، دراصل جب محمدؒ بن ابی بکر فسطاط مصر میں عمرو عاص کی فوج سے شکست کھا کر قتل
کیے گئے ہیں، تو ان کے سامان کو بھی دشمنوں نے اپنے قبضے میں کر لیا تھا، جس میں

حضرت علیہ السلام کا یہ مکتوب بھی تھا، جو معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا تھا اور جس کے لیے معاویہ نے ولید بن عقبہ سے یہ کہا تھا کہ میں لوگوں سے یہ کہوں گا کہ یہ ابوبکر صدیق کی تحریر ہے، جو ان کے بیٹے محمد کے پاس تھی۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کو اس گرانقدر تحریر کے ضائع جانے کا افسوس بھی تھا، جیسا کہ محمد بن ابراہیم الثقفی بیان کرتا ہے۔ جب حضرت علیہ السلام کو یہ معلوم ہوا کہ یہ نامہ معاویہ کے پاس پہنچ گئی ہے تو آپ علیہ السلام کو اس پر بہت افسوس ہوا۔

تاریخ کی اس شہادت کے بعد اب معترض کا یہ اعتراض کیا وقعت رکھتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے مالک اشترؒ ہی کو ایسا دستور کیوں عطا فرمایا، محمدؒ بن ابی بکر کو جب کہ وہ مصر کے گورنر تھے انہیں کیوں نہیں عطا کیا گیا تھا۔

اعتراض ھ:

رسالۂ ''المقتطف'' کا فریب کہ ۸۵۸ھ کے بعد عہد نامۂ مالک اشترؒ کا اضافہ ہوا؟

ج: ا۔ لیکن ان حقائق و دلائل کے بعد اسکول اورنٹیل اسٹیڈیز لندن یونیورسٹی کے پروفیسر خلوصی ایک متعصب مسیحی رسالہ'' المقتطف '' ماہ مارچ ۱۹۱۳ء مطابق ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ جلد ۴۲، پر ایمان لے آئے ہیں اور آپ اس کے صفحہ ۲۴۸ کو دلیل و حجت کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں، اس رسالہ میں ''عہد الامام علی علیہ السلام وکتاب السلطان بایزید الثانی'' کے زیر عنوان یہ لکھا گیا ہے کہ سلطان بایزید ثانی متوفی

۱۵۱۲ء کا نسخہ عہدنامہ مالک اشترؒ جس کی کتابت ۸۵۸ھ کی ہے وہ بہت مختصر ہے، بمقابلہ اس عہدنامہ مالک اشترؒ کے جو نہج البلاغہ میں درج ہے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ اضافہ ۸۵۸ھ کا طبع نہج البلاغہ، مطبوعہ مصر و بیروت اور ۱۳۰۷ھ کے درمیان میں واقع ہوئی ہے، یہ دلیل ایسی ہے جس سے بچوں کو بھی ہنسی آئے کہ لندن یونیورسٹی کا پروفیسر اتنا سادہ لوح ہے لیکن ایک ہوش منداس پر روئے گا، بریں عقل و دانش ببائید گریست! اس لیے کہ

گر ہمیں مکتب است و این ملا　　　کار طفلاں خراب خواہد شد

ج: ۲۔ سلطان بایزید ثانی سے تقریباً ساڑھے چار سو برس پہلے نہج البلاغہ کی تدوین ہوئی جس کے تمام نسخوں میں عہدنامہ موجود ہے:

دنیا جانتی ہے کہ سید رضیؒ نہج البلاغہ کی تالیف سے رجب ۴۰۰ھ میں فارغ ہوئے ہیں جیسا کہ آخر کتاب میں سید رضیؒ نے خود اختتام سال تالیف کو درج فرمایا ہے جو مطبوعہ و مخطوطہ نہج البلاغہ کے ہر نسخے میں موجود ہے، اس کے بعد علماء و ادباء میں یہ کتاب برابر متداول و مشہور رہی شارحین اس کی شرح کرتے رہے، اگر اس میں بعد میں اضافہ ہوتی تو کوئی شارح اس پر ضرور متنبہ کرتا، نہج البلاغہ کے مخطوطات بھی بہ کثرت محفوظ موجود ہیں۔

ج: ۳۔ ۸۵۸ھ سے پہلے ۷۰۶ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ نہج البلاغہ نجف اشرف میں موجود ہے اس کے علاوہ ایک نادر مخطوطہ شہر موصل کے ''مدرسۂ حسن پاشا'' میں ہے جو محلّہ ''رابعیہ'' میں واقع ہے، یہ نسخہ ورق حریر پر قدیم رسم الخط میں نہایت خوش خط قلمی

ہے جس کے حواشی مختلف رنگوں سے مزین ہیں، ان رنگوں میں لاجوردی رنگ کو خاص خصوصیت ہے جلد سیاہ ہے اوراس پر نقش ونگار بنائے گئے ہیں۔ خاص خصوصیت یہ ہے کہ یہ نسخہ دولت بنی عباس کا مشہور کاتب ''یاقوت المستعصمی'' کا لکھا ہوا ہے ،کاتب نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے نام کو لکھا ہے: ''کتبہ العبد الفقیر الی رحمة اللّٰہ تعالیٰ یاقوت بن عبداللّٰہ الکاتب النوری '' یہ امر ضرور قابل توجہ ہے کہ کاتب نے اپنی عادت کے مطابق اپنے کو'' خلیفہ معتصم باللّٰہ العباسی '' کی طرف منسوب نہیں کیا ہے، بلکہ بجائے ''معتصمی'' کے نوری لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ: ''یا قوت المعتصمی'' نے خلیفہ معتصم باللہ کے قتل کے بعد بسبب خوف واحتیاط کے اپنے نام کے ساتھ معتصمی لکھنا ترک کر دیا تھا اور ابوالحسین النوری جو جنید بغدادی کے خلفاء میں سے تھے، کے ساتھ ارادت وعقیدت رکھنے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ نوری لکھنے لگا تھا۔

ج: ۴۔ اس واقعے سے یہ معلوم ہوا کہ یاقوت نے صفر ۶۵۶ ھ کے بعد اس نسخہ کی کتابت کی ہے اس لیے کہ ۱۴ صفر ۶۵۶ ھ کو معتصم قتل ہوا ہے۔ ۶۷۴ ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ بخط عرب کتب خانہ ناصریہ لکھنو میں موجود ہے جس کی کتابت محمد بن حسین معروف بہ برہان نظامی کچی نے کی ہے، جو علماء اہل سنت سے ہیں، موصوف نے صرف کتابت ہی نہیں فرمائی ہے بلکہ حاشیہ پر حل لغات اور تشریحات وافادات کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔ جس کی حیثیت ایک مستقل شرح کی ہوگئی ہے، اس نسخہ میں صفحہ ۱۰۱ تا ۱۰۶ بہ تمام وکمال عہد نامہ مالک اشترؒ موجود ہے، صفحہ ۱۰۶ کے حاشیہ پر نفس عہد

نامہ کے متعلق یہ افادہ فرمایا ہے: یہ عہد نامہ تمام مسلمانوں میں عام طور سے رائج و شائع رہا ہے اگر چہ مالک اشترؒ اس پر عامل نہ ہو سکے، کیونکہ صدور عہد نامہ کے بعد ہی اُن کی وفات واقع ہوئی۔

اس نسخے کی کتابت سے سہ شنبہ کے دن ۲۴ ذی الحجہ کو فارغ ہوا، یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ امام علیہ السلام کا ایسا منتخب کلام جو فصاحت وخطابت میں سب سے مقدم اور جو یوم مباہلہ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ اہل کتاب کے مقابلے میں) مباہلہ کے لیے طلب کیا گیا، روز مباہلہ ۶۷۴ھ میں اس کلام کی کتابت کو ختم کیا بخط بندۂ گناہگار وضعیف ومجرم ونحیف محمد بن حسین معروف بہ برہان نظامی کچی، حمد ہے خدا کی اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود وسلام۔

ج: ۵۔ اس سے قدیمی نسخہ جو ۵۱۰ھ کا لکھا ہوا ہے، ممتاز العلماء سید محمد تقی صاحب کے کتب خانہ، شہر لکھنو میں موجود جس کا خط بہت ہی پاکیزہ ہے۔

ج: ۶۔ اس سے بھی زیادہ قدیمی مخطوط نہج البلاغہ جو تقریباً ۵۰۰ھ کا تحریر کیا ہوا ہے۔ لیٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی علیگڑھ میں موجود ہے جو بضمن کتب ادب نمبر ۴ پر محفوظ ہے۔

ج: ۷۔ لیکن ان میں سے سب سے قدیم ترین نسخے کو میں نے ۲۹ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۶۶ھ یوم دوشنبہ کو طہران میں ڈاکٹر سید صدالدین نصیری کے محفوظات، مخطوطات میں دیکھا ہے یہ نسخہ ۴۹۴ھ کا لکھا ہوا ہے جو علامہ سید رضیؒ متوفی ۴۰۶ھ کے انتقال کے ۸۸ سال بعد کا تحریر کردہ ہے، اس کے کاتب نے اپنے

نام اور سال کتابت کو ان الفاظ میں لکھا ہے:

اس کی کتابت سے فضل اللہ بن طاہر بن مطہر حسینی نے چوتھی ماہ رجب ۴۹۴ھ میں فراغت حاصل کی۔

الحاصل: ان تمام نسخوں میں عہد نامہ مالک اشترؓ بغیر کسی فرق کے موجود ہے جو مطبوعہ نسخہ میں پایا جاتا ہے، پروفیسر خلوصی ''مزید مطالعہ'' کے لیے یونیورسٹی سے رخصت لے کر ان مقامات پر جائیں اور ملاحظہ کریں، اس مطالعہ میں آپ کو علامہ عبد الحسین احمد الامینی النجفی سے بھی کافی مدد ملے گی، جن کی کتاب ''الغدیر'' کو دیکھ کر آپ اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ ''ان قضية الغدير لا شك فی صحتها '' (الغدیر ،جلد ۵ دیباچہ، ص و، ھ) نہج البلاغہ کے قدیمی مخطوطات کو ملاحظہ فرمانے کے علاوہ اگر اس کی شروح پر نظر فرمایئے تو اُس وقت بھی مسئلہ صاف ہو جاتا ہے۔

شرح ابن ابی الحدید عبد الحمید المتوفی ۶۵۵ھ اور شرح علامہ ابن میثم المتوفی ۶۷۹ھ ملاحظہ فرمایئے، ان شروح کے مخطوطات و مطبوعات میں آپ دیکھیں گے کہ نہج البلاغہ مطبوعہ بیروت و مصر میں جو عہد نامہ مالک اشترؓ ہے بعینہٖ وہی ان شرحوں میں بھی بغیر کسی فرق کے پایا جاتا ہے، نسخہ سلطان بایزید دوئم تو ۸۵۸ھ کا لکھا ہوا ہے بقول ''المقتطف'' جب ۸۵۸ھ کے بعد سے اضافہ کیا گیا تو ان قدیمی نسخوں میں کیونکر اضافہ ہو گیا، بایزید ثانی کے نسخے کو دیکھ کر یہ خیالی عمارت قائم کرنا کہ اگر اس

سے قدیم کوئی اور نسخہ عہد نامہ مالک اشترؒ کا ملے تو وہ اس سے بھی مختصر ہوگا، یہاں تک کہ آخری نسخہ چند سطروں کا رہ جائے گا۔ کس قدر مضحکہ خیز ہے، بایزید ثانی والا نسخہ تو ۸۵۸ھ کا لکھا ہوا ہے، لیجئے نہج البلاغہ جس کا سالِ تالیف ۴۰۰ھ ہے، میں اس سے بھی قدیم کتاب میں عہد نامہ مالک اشترؒ جو نہج البلاغہ میں ہے اسی اطناب و تنوع مضامین کے ساتھ دکھلا دوں۔ چنانچہ **محمد بن حسن بن علی بن شبعة الحلبی المتوفی** ۳۳۲ھ نے اسی شرح و بسط کے ساتھ عہد نامہ مالک اشترؒ کو اپنی کتاب ''تحف العقول'' میں وارد فرمایا ہے۔ تحف العقول کے مخطوطات عراق و ایران و ہندوستان کے کتب خانوں میں موجود ہیں اس کے علاوہ یہ کتاب عرصہ ہوا ایران میں طبع بھی ہو چکی ہے۔

سلطان بایزید دوئم کا نسخہ عہد نامہ مالک اشترؒ، اصل عہد نامہ کا خلاصہ ہے جس کو کسی صوفی نے کیا ہے: آخر اس امر کو تسلیم کرنے میں کیا قباحت ہے کہ سلطان بایزید دوئم والا نسخہ جس کو ۸۵۸ھ میں ''محمد'' نامی کاتب نے لکھا ہے، وہ نہج البلاغہ یا تحف العقول سے اخذ کیا ہوا ہے، دراصل معلوم یہ ہوتا ہے کہ کوئی شخص جو مذاق تصوف رکھتا تھا اس نے عہد نامہ مالک اشترؒ کا خلاصہ کیا ہے، اپنے مذاق تصوف کی بنا پر جن چیزوں کو وہ ضروری سمجھتا تھا اس نے ان کو ایک سلسلے سے نقل کیا اور بقیہ مضامین کو حذف کر دیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اسی نسخہ کے پہلے صفحہ کی ابتداء میں اصل عبارت کو شروع کرنے سے پہلے یہ لکھا ہوا ہے۔

حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸-۹

اعتراض و:

خلوصی صاحب کا ایک ضمنی شبہہ کہ علی علیہ السلام کے عہد میں کاغذ کا وجود نہ تھا۔

خلوصی صاحب نے اپنے سلسلہ کلام میں ایک شبہ یہ بھی وارد کیا ہے کہ اوائل اسلام میں عرب میں کاغذ کا وجود نہ تھا، بلکہ ۷۰۴ء مطابق ۸۵ھ میں سب سے پہلے حجاج بن یوسف نے کاغذ کا استعمال کیا، اس لیے حضرت علی علیہ السلام اپنے اس طویل عہد نامہ کو جو مالک اشترؒ کے نام ہے، کیوں کر لکھ سکتے تھے۔

ج: ا۔ پروفیسر خلوصی کے اس شبہے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ موصوف قرآن، حدیث، تاریخ اسلام ان سب سے بے خبر ہیں، اگر موصوف کا مطالعہ وسیع ہوتا تو یہ اشتباہ نہ وارد کرتے، قرآن مجید میں ایسی آیات موجود ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عربوں میں ایسی چیزیں موجود تھیں، جن پر وہ لکھا کرتے تھے، سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۲ ملاحظہ ہو:

"یاَیُّھَا الَّذِیۡنَ آمنوا اذاتدا ینتم........فاکتبوہ"

"اے ایمان والو جب ایک میعاد مقرر تک کے لیے آپس میں قرض کا لین دین کرو تو اس معاملے کو لکھ لیا کرو۔"

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں لکھنے پڑھنے سے لوگ واقف تھے اور کاغذ قسم کی چیزیں موجود تھیں جن پر لکھا جاتا تھا، اگر ایسا نہ ہوتو یہ حکم مہمل ہو جائے گا، اب اگر یہ کہا جائے کہ اس حکم کی پابندی ایک مختصر یا

دداشت سے ہوسکتی ہے اور ایسی یادداشت کسی چیز پر بھی تحریر ہوسکتی ہے، تو یہ اعتراض طویل عبارات سے متعلق ہے قرآن اس شبہ کو بھی یوں دفع کرتا ہے۔

وقالو ا اساطیر الاولین ....بکرۃ واصیلا'' (سورۂ فرقان آیت ۵) اور کافر یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن اگلوں کے قصے ہیں جس کو آنحضرت ﷺ نے لکھوایا اور صبح وشام لوگ آپ سے لکھتے اور پھر سنتے ہیں۔''

کیا اس آیت سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ اس عہد میں کوئی ایسی چیز موجود تھی ،جس پر قرآن جیسی ضخیم کتاب جس میں سورۂ بقرہ جیسا طولانی سورہ بھی موجود ہو تحریر کیا جا سکتا تھا، جبھی تو کفار یہ طنز کرتے تھے، رہا یہ امر کہ آخر وہ کون سی چیزیں تھیں جس پر وہ لکھا کرتے تھے، قرآن نے اس میں سے ایک شی کو بتلایا ہے، جس کو وہ قرطاس (کاغذ) کہتے تھے۔ ''ولو نزلنا علیک کتاباً فی قرطاسٍ '' (سورۂ انعام، آیت ۷) ''اے رسول ﷺ اگر ہم قرطاس (کاغذ) پر لکھی لکھائی کتاب بھی نازل کرتے''۔ دوسری جگہ ہے کہ: ''تجعلونہ قراطیس ''(انعام، آیت ۹۲) اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت عرب میں (قرطاس) کا وجود تھا جس پر لکھا جاتا تھا، قرآن میں خصوصیت کے ساتھ قرطاس کا ذکر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جن چیزوں پر لکھا جاتا تھا ان میں قرطاس کا استعمال عام تھا جس سے عرب اچھی طرح واقف تھے۔

باسمہ تعالیٰ

حبل سکینہ
حیدرآباد، سندھ، پاکستان

نکتۂ جہاں بانی

یعنی

عہد نامہِ مالکِ اشترؒ

مکتوبِ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ

﴿حصہ دوم﴾

مؤلف: پروفیسر آصف پاشا صدیقی

تدوین و نشر: باب العلم دار التحقیق کراچی پاکستان

فروغ ایمان ٹرسٹ شمالی ناظم آباد کراچی

فہرست حصہ دوم

۱۔	مکتوب نمبر ۵۳ (عہدنامہ)	۱۲۱
۲۔	خودسازی کی ضرورت	۱۲۳
	الف: تقویٰ	۱۲۴
	ب: اطاعت الٰہی	۱۲۵
	ج: کتاب وسنت کی پیروی	۱۲۶
	د: ذاتی خواہشات کی مذمت	۱۲۷
	ھ: سابقہ حکومتوں سے سبق لینا	۱۲۸
	و: فکر کی تربیت کی ضرورت	۱۲۸
۳۔	لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ	۱۳۱
	الف: قانون سازی میں نرمی	۱۳۳
	ب: گناہگاروں کی اصلاح	۱۳۳
	ج: ناانصافی کے راستے بند ہوں	۱۳۴
۴۔	غرور وخودپسندی سے پرہیز	۱۳۸
	الف: جبر وقہر سے اجتناب	۱۳۹
	ب: عوام کی رفاہ	۱۳۹
	ج: حاکمانہ غرور سے پرہیز	۱۴۰

۵۔ عدل وانصاف کا قیام 142
الف: معاشرہ کا کوئی فرد محروم نہ رہے 143
ب: فلاحی اقدامات کی ضرورت 143
۶۔ رازداری کی اہمیت 147
الف: جاسوسی کی مذمت 148
ب: باہمی روابط 148
۷۔ مشیر کون ہو؟ 151
الف: باہمی مشاورت کی ضرورت 153
ب: بخل وحرص وبدگمانی 153
ج: خیانت کاروں سے دوری 154
د: طبقاتی امتیازات کی مذمت 154
ہ: خوشامدیوں سے دوری 155
و: متقی افراد کی حوصلہ افزائی 156
۸۔ اچھے لوگوں سے تعلقات 161
الف: اہل علم سے استفادہ 163
۹۔ معاشرے کے مختلف طبقات 166
الف: فوج کی اہمیت 167
ب: تعلقات کی بنیاد تقویٰ ہو 168

ج: افواج مملکت جانثار ہوں ۱۶۹
د: علاقائی حدود کی حفاظت ۱۶۹
ھ: عدلیہ کی تشکیل ۱۷۰
و: اقتصادی تعلقات ۱۷۱
ذ: غریبوں کا خیال ۱۷۱
۱۰۔ فوج کی سرداری ۱۷۴
الف: دفاعی امور میں ذمہ دار افراد کا انتخاب ۱۷۸
ب: بے داغ افراد کو ذمہ دار بنانا ۱۷۸
ج: معلومات فراہم کرنے والوں پر کڑی نظر ۱۷۹
۱۱۔ قضاوت ۱۸۳
۱۲۔ حکومتی امور ۱۸۷
الف: تحفظات کا نظام ۱۸۸
ب: حکومتی اداروں پر کڑی نظر ۱۸۹
۱۳۔ مالیاتی ادارے ۱۹۲
الف: مال گزاری کا بہتر نظام ۱۹۴
۱۴۔ بہترین منشی ۱۹۶
الف: مکار لوگوں سے دوری ۱۹۷
ب: سفارتی نظام ۱۹۸

	ج: خاندانی افراد کا احترام	۱۹۸
	د: حسن اعتماد کی فضاء	۱۹۹
۱۵۔	تاجروں سے حسن سلوک	۲۰۲
	الف: تجارت پر اعتماد کی فضا	۲۰۳
	ب: افرادی قوت کی حوصلہ افزائی	۲۰۴
	ج: زمینی دریائی اور فضائی وسائل	۲۰۵
	د: ذخیرہ اندوزی کی مذمت	۲۰۵
۱۶۔	محتاج، فقیر اور معذوروں کا خیال	۲۰۹
	الف: پسماندہ افراد کی دستگیری	۲۱۲
	ب: بیت المال	۲۱۳
	ج: یتیموں اور بوڑھوں کا خیال	۲۱۳
	د: بے کس و مجبور لوگ	۲۱۴
۱۷۔	بعض معاملات خود انجام دو	۲۱۷
	الف: اوقات کی قدر	۲۲۰
	ب: ارباب اقتدار خدا سے غافل نہ ہوں	۲۲۰
	ج: عوام و حکمران میں روابط	۲۲۱
۱۸۔	راز دار افراد	۲۲۵
	الف: خواص پر کڑی نظر	۲۲۶

ب: خصوصی مراعات کی مذمت ۲۲۷
ج: زمینوں کی تقسیم میں احتیاط ۲۲۷
د: عوامی شکایات ۲۲۸
۱۹۔ دشمن سے معاملات ۲۳۱
الف: دفاعی جنگ کے اصول ۲۳۳
ب: سرحدی معاہدوں کی پابندی ۲۳۴
۲۰۔ ظلم وزیادتی سے پرہیز ۲۳۸
الف: خون ناحق نہ گرے ۲۳۸
ب: بے گناہ قتل سے گریز ۲۴۰
۲۱۔ خود پسندی سے دوری ۲۴۲
الف: عوام سے جھوٹے وعدے ۲۴۲
۲۲۔ احسان جتانے کی مذمت ۲۴۴
الف: معاشرے کی ترقی ۲۴۴
۲۳۔ کاموں میں جلد بازی سے پرہیز ۲۴۶
۲۴۔ مشترکہ چیزوں کو مخصوص نہ کرنا ۲۴۸
الف: عوام کے حقوق ۲۵۰
ب: اقتدار کا نشہ خطرناک ہے ۲۵۱
ج: زبانی جمع خرچ ۲۵۲

د: ریاستی وسائل کا غلط استعمال ۲۵۲
ہ: ماضی سے سبق ۲۵۳
و: کتاب وسنت کی پیروی ۲۵۳
ذ: ھئیت حاکمہ کی بالادستی ۲۵۴
منتخب اقوال امیر المومنینؑ ۲۵۷
کتابیات ۲۶۰
یادداشت ۲۶۲

(وَمِنْ عَهْدٍ لَهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ)

مکتوب نمبر۵۳ (عہدنامہ)

سیاسی ، اَخلاقی ، اقتصادی ، نظامی ، سماجی ، عبادی

كَتَبَهُ لِلْاَشْتَرِ النَّخَعِيِّ لَمَّا وَلَّاهُ عَلٰى مِصْرَ وَأَعْمَالِهَا حِيْنَ اضْطَرَبَ أَمْرُ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ أَطْوَلُ عَهْدٍ وَأَجْمَعُ كُتُبِهِ لِلْمَحَاسِنِ

ترجمہ: مالکِ اشترؒ کے نام یہ خط (۳۸ ہجری میں) امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے اُس وقت لکھا، جب آپؑ کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا، اُس وقت مصر کی حالت یہ تھی کہ حضرت محمد بن ابی بکرؓ کی حکومت کمزور پڑ گئی تھی اور حضرت علی علیہ السلام سے کمک کی درخواست کی گئی تھی، یہ "نہج البلاغہ" کے تمام خطوط میں سب سے طویل اور خوب صورت ترین خط ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هٰذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللّٰهِ عَلِيٌّ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ، مَالِكَ بْنَ الْحَارِثِ الْأَشْتَرَ فِي عَهْدِهِ إِلَيْهِ حِينَ وَلَّاهُ مِصْرَ : جِبَايَةَ خَرَاجِهَا ، وَجِهَادَ عَدُوِّهَا ، وَاسْتِصْلَاحَ أَهْلِهَا ، وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا ۔

ترجمہ: یہ وہ فرمان ہے جو بندۂ خدا امیر المومنین علی علیہ السلام نے مالک بن اشتر نخعیؒ کے نام لکھا جب انہیں خراج جمع کرنے ، دشمنوں سے جہاد کرنے ، حالات کو بہتر بنانے اور شہروں کو آباد کرنے کے لیے مصر کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا۔

☆شرح:

(۱) وَعِمَارَةَ بِلَادِهَا : یعنی اس کے شہروں قصبوں دیہات اور گاؤں کو آباد کر دے۔ (۱)

۱۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ ص ۱۳۱

خودسازی کی ضرورت

أَمَرَهُ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَ اِيْثَارِ طَاعَتِهِ ، وَاتِّبَاعِ مَاأَمَرَ بِهِ فِيْ كِتَابِهِ : مِنْ فَرَائِضِهِ وَسُنَنِهِ الَّتِيْ لَا يَسْعَدُأَحَدٌ اِلَّا بِاتِّبَاعِهَا ، وَلَا يَشْقَىٰ اِلَّامَعَ جُحُوْدِهَا وَ اِضَاعَتِهَا وَأَنْ (☆) يَنْصُرَاللّٰهَ سُبْحَانَهٗ بِقَلْبِهٖ وَيَدِهٖ وَلِسَانِهٖ ،فَاِنَّهٗ جَلَّ اسْمُهٗ قَدْ تَكَفَّلَ بِنَصْرِمَنْ نَصَرَهٗ وَاِعْزَازِمَنْ أَعَزَّهٗ وَأَمَرَهٗ اَنْ يَكْسَرَ نَفْسَهٗ مِنَ الشَّهَوَاتِ وَيَزَعَهَا (١) عِنْدَ الْجَمَحَاتِ(٢) فَاِنَّ النَّفْسَ أَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ اللّٰهُ۔ ثُمَّ اعْلَمْ يَا مَالِكُ أَنِّيْ قَدْ وَجَّهْتُكَ اِلٰى بِلَادٍ قَدْجَرَتْ عَلَيْهَا دُوَلٌ قَبْلَكَ مِنْ عَدْلٍ وَجَوْرٍ ۔ وَأَنَّ (☆☆)النَّاسَ يَنْظُرُوْنَ مِنْ أُمُوْرِكَ فِيْ مِثْلِ مَا كُنْتَ تَنْظُرُ فِيْهِ مِنْ أُمُوْرِالْوُلَاةِ قَبْلَكَ ، وَيَقُوْلُوْنَ فِيْكَ مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِيْهِمْ ، وَاِنَّمَا يُسْتَدَلُّ عَلَىٰ الصَّالِحِيْنَ بِمَا يُجْرِى اللّٰهُ لَهُمْ عَلٰى أَلْسُنِ عِبَادِهٖ ، فَلْيَكُنْ أَحَبَّ الذَّخَائِرِ اِلَيْكِ ذَخِيْرَةُ الْعَمَلِ الصَّالِحِ ۔ فَامْلِكْ هَوَاكَ ، وَشُحَّ(٣) بِنَفْسِكَ عَمَّا لَا يَحِلُّ لَكَ ، فَاِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفْسِ اَلْاِنْصَافُ مِنْهَا فِيْمَا أَحَبَّتْ أَوْ كَرِهَتْ۔

ترجمہ: سب سے پہلا امر یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو، اُس کی اطاعت کرو اور جن فرائض اور سنّتوں کا اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں بجالانے کا حکم دیا ہے، ان احکامات کا اتباع کرو کہ کوئی شخص ان کے اتباع کے بغیر نیک بخت نہیں ہوسکتا اور اس کے انکار اور بربادی کے بغیر بد بخت نہیں قرار دیا جاسکتا۔ اپنے دل، ہاتھ اور زبان سے دینِ الٰہی

کی مدد کرتے رہنا کہ ''عزّ اسمہ'' نے خود یہ ذمّے داری لی ہے۔ وہ اپنے مددگاروں کی مدد فرمائے گا اور اپنے دِین کی حمایت کرنے والوں کو عزّت وشرف عطا کرے گا۔

دوسرا حکم یہ ہے کہ اپنے نفس کی خواہشات کو کچل دو اور نفس کو اس کی منہ زوریوں سے باز رکھو، کیونکہ نفس انسان کو بُرائیوں کا حکم دینے والا ہے، جب تک پروردگار کا رحم شامل نہ ہو جائے۔ اس کے بعد مالکؓ یہ بات یاد رکھنا کہ میں نے تمہیں ایسے علاقے کی جانب بھیجا ہے، جہاں عدل اور ظلم کی مختلف حکومتیں گزر چکی ہیں اور لوگ تمہارے کاموں کو اس نظر سے دیکھ رہے ہیں، جس نظر سے تم ان کے کاموں کو دیکھ رہے تھے اور وہ تمہارے بارے میں وہی کہیں گے جو تم دوسروں کے بارے میں کہہ رہے تھے۔ نیک کردار لوگوں کی شناخت اُس ذکرِ خیر سے ہوتی ہے، جو ان کے لیے لوگوں کی زبانی معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا تمہارا سب سے اچھا ذخیرہ عمل صالح ہونا چاہیے۔ اپنی خواہشات کو روکے رکھو اور جو چیز حلال نہ ہو، اس کے بارے میں اپنے نفس کو صرف کرنے میں کنجوسی کرو کہ یہ کنجوسی اس کے حق میں انصاف ہے، چاہے اسے اچھا لگے یا بُرا لگے۔

(۱) ہر حال اور ہر کام میں تقویٰ الٰہی اختیار کریں۔

آیت: وَلِلّٰہِ مَا فِیْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِیْ الأَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ أُوتُواْ الْکِتَابَ مِن قَبْلِکُمْ وَإِیَّاکُمْ أَنِ اتَّقُواْ اللّٰہَ وَإِن تَکْفُرُواْ فَإِنَّ لِلّٰہِ مَا فِیْ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِیْ الأَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ غَنِیّاً حَمِیْداً

(سورۂ نساء، آیت ۱۳۱)

اور اللہ کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور ہم نے

ہدایت کی ہے انہیں کہ جن کو تمہارے پہلے کتاب دی گئی تھی اور تمہیں کہ اللہ کے غضب سے بچو (تقویٰ اختیار کرو) اور اگر تم کفر اختیار کرو گے تو اللہ کا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ بے نیاز ہے، تعریفوں کا حقدار ہے۔

(نور القران، ص۱۰۰)

حدیث: قال علیؑ اِنَّ التَّقْوَیٰ مُنْتَهَیٰ رِضَی اللّٰهِ مِنْ عِبَادِهٖ حَاجَتُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تقویٰ خوشنودی خدا کی آخری منزل ہے اور یہی بندوں سے اس کی چاہت ہے۔ (منتخب میزان الحکمۃ، جلد۲، ص۱۰۷۶)

(۲) خدا کی اطاعت و فرماں برداری کو اپنی حکمرانی و اقتدار کی اصل و اساس قرار دیں کہ اس میں کامیابی کا راز نہفتہ ہے۔

آیت : "یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا أَطِیعُوا اللّٰهَ وَأَطِیعُوا الرَّسُولَ وَأُولِی الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ ذَٰلِكَ خَیْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِیلًا"

(سورۂ نساء ، آیت ۵۹)

اے ایمان لانے والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی او سران کی جو تم میں فرمان روائی کا حق دار ہیں۔ (نور القرآن، ص۸۸)

حدیث : قال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : " اِنَّهٗ لَا یُدْرَکُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ اِلَّا بِطَاعَتِهٖ "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ اللہ کے پاس ہے اس تک رسائی اس کی فرمانبرداری کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ (میزان الحکمت، جلد۲، ص۶۲۶)

(۳) کتاب وسنت کی مکمل پیروی کریں کہ اس کے سوا سعادت کا حصول ممکن نہیں

آیت : وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعاً مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنَ الْعَظِيْمَ

(سورۂ حجر، آیت ۸۷)

اور بلا شبہ ہم نے آپ کو عطا کی سات دہرائی جانے والی آیتیں اور عظیم قرآن۔ (نورالقرآن، ص۲٦۷)

حدیث : قال زين العابدينؑ : " لَوْ مَاتَ مَنْ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَمَااسْتَوْحَشْتُ بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ الْقُرْآنُ مَعِيْ "

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرماتے ہیں: اگر مشرق ومغرب کے درمیان بسنے والے سارے لوگ بھی مرجائیں تب بھی میں تنہائی محسوس نہیں کروں گا بشرطیکہ قرآن میرے ساتھ ہو۔

آیت: " مَّا أَفَاء اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِيْ الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاء مِنكُمْ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (الحشر ، آیت ۷)

اور جو رسول عطا کریں اسے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز آجاؤ !

حدیث: قال الامام زین العابدین علیہ السلام : اِنَّ اَفْضَلَ الْاَعْمَالِ عِنْدَاللّٰهِ مَاعُمِلَ

بِالسُّنَّةِ وَاِنْ قَلَّ۔ (نور القرآن، ص ۵۴۷)

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کے نزدیک بہترین عمل وہ ہے جو سنت کے مطابق انجام دیا جائے اگرچہ کم ہو۔ (منتخب الحکمۃ، جلد ۱، ص ۵۱۴)

(۴) ذاتی ترجیحات و شخصی مفادات کو ہرگز مقصد حیات قرار نہ دیں۔

آیت : وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلَى أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُوْلَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

(الحشر ، آیت ۹)

اور وہ جو پہلے اس دیار میں قیام کیے ہوئے تھے اور ان کے (آنے سے) پہلے ایمان لائے تھے وہ محبت رکھتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کی طرف آتے ہیں اور وہ اپنی بستیوں کے اندر رشک و حسد محسوس نہیں کرتے اس سے جو انہیں دیا گیا ہے اور اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے وہ ضرورت مند ہوں اور جو اپنی نفسانی تنگدستی سے بچا رہے تو یہی لوگ دین و دنیا کی بہتری حاصل کرنے والے ہیں۔ (نور القرآن، ص ۵۴۷)

حدیث: قَالَ عَلِيٌّ ؑ : عَامِلْ سَائِرَ النَّاسِ بِالْاِ نْصَافِ وَعَامِلِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْإِيْثَارِ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: تمام لوگوں کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ اور مؤمنین کے ساتھ ایثار کے ساتھ۔ (منتخب الحکمۃ، جلد ۱، ص ۸)

(۵) سابقہ حکومتوں کی تاریخ سے سبق سیکھیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ انکی غلط پالیسیوں کے تسلسل سے حالات کی ابتری میں اضافہ ہو جائے اور حکام و عوام میں ایک دوسرے سے فاصلے بڑھ جائیں جو کہ کسی بھی حکومت کے لیے خطرناک و تباہ کن صورت ہے۔

آیت: لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَى وَلَكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (سورۃ یوسف، آیت ۱۱۱)

بلاشبہ ان کے واقعات میں سبق ہے صاحبان عقل کے لیے۔

(نور القرآن، ص۲۴۹)

حدیث: رسول الخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: " اِعْتَبِرُوْا فَقَدْ خلَتِ الْمَثُلاتُ فِيْ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ "

عبرت حاصل کرو کہ تمہارے پاس تم سے پہلے والوں سے متعلق سبق آموز عبرتیں ہیں۔ (منتخب المیز ان الحکمۃ، جلد۲، ص۶۴۴)

(۶) معاشرہ میں لوگوں کی فکری تربیت پر بھرپور توجہ دی جائے۔

آیت: كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُواْ تَعْلَمُونَ

(سورۃ بقرہ، ص۱۵۱)

جیسا کہ ہم نے تم میں تم ہی کا ایک پیغمبر بھیجا جو تمہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سناتا، تمہیں سیدھارتا،، تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا اور تمہیں وہ وہ باتیں بتاتا ہے

جنہیں تم نہیں جانتے تھے۔ (نورالقرآن، ص۲۴)

حدیث: حدیث شریف : بِتَزْكِيَةِ النَّفْسِ يَحْصَلُ الصَّفَاءُ" تزکیہ نفس سے ہی صفا (صفاء باطن) حاصل ہوتی ہے۔ (میزان الحکمت، جلد۴، ۴۰۴)

☆شرح:

ہاتھ سے اللہ کی نصرت کرنا یعنی تلوار سے جہاد کرنا اور دل سے یعنی حق کا عقیدہ رکھنا اور زبان سے یعنی حق بات کہنا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اس شخص کی نصرت کرنے کا عہد کیا ہے جو اس کی نصرت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: "اور ضرور بضرور۔ اللہ اس کی نصرت کرے گا جو اس کی نصرت کرتا ہے۔"(۱) ﴿سورۃ الحج:۵۰﴾

☆☆شرح:

آپؑ گورنروں کی خبریں سنتے تھے تو کچھ کی مذمت اور بعض کی تعریف کرتے تھے، بالکل اسی طرح اب لوگ آپ کی حکومت کے بارے میں ویسا ہی بولنا شروع ہو جائیں گے جس طرح آپ سابقہ حکمرانوں کے بارے میں بولتے تھے۔ پس اپنے بارے میں برائی اور مذمت سے بچیں۔ یاد رکھیں آپ بھی اس حاکم کی برائی اور مذمت کرتے رہے ہیں جو مذمت کا مستحق ٹھہرا۔(۲)

☆☆☆شرح:

۱۔ مِنْ فَرَائِضِهٖ وَسُنَنِهٖ : یعنی فرائض، واجبات اور سنتیں

۲۔ فَاِنَّ النَّفسَ اَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ یعنی نفس امارہ ہمیشہ انسان کو برائی کے ارتکاب پر اکساتا رہتا ہے۔

۳۔ فَاِنَّ الشُّحَّ بِالنَّفسِ: کیونکہ اس کنجوسی سے مراد یہ ہے کہ جو چیزیں تمہیں اچھی یا بری لگیں ان کے متعلق انصاف سے کام لو۔ (۳)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۳۱

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۳۱

۳۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۳۱

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور اس کے معانی:

(۱) وَیَزَعُھَا: اور اسے روکے رہو۔

(۲) الجَمَحَاتِ: منہ زوریوں۔

(۳) وَشُحَّ: بخل کرو۔

لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ لِلرَّعِيَّةِ وَالْمَحَبَّةَ لَهُمْ وَاللُّطْفَ بِهِمْ ، وَلَا تَكُونَنَّ (☆)عَلَيْهِمْ سُبُعًا ضَارِيًا(ضَارِبًا) تغتَنِمُ أُكُلَهُمْ فَإِنَّهُمْ صِنْفَانِ اِمَّاأَخٌ لَكَ فِي الدِّيْنِ وَاِمَّا نَظِيرٌ لَكَ فِيْ الْخَلْقِ يَفْرُطُ(١) مِنْهُمُ الزَّلَلُ (٢) تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ ، وَيُؤْتى عَلى أَيْدِيْهِمُ فِي الْعَمْدِ وَ الْخَطَآءِ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ وَ صَفْحِكَ مِثْلَ الَّذِيْ تَحِبُّ أَنْ يُعْطِيَكَ اللّٰهُ مِنْ عَفْوِه وَصَفْحِهِ ، فَاِنَّكَ فَوْقَهُمْ ، وَوَالِي الْأَمْرِ عَلَيْكَ فَوْقَكَ ، وَاللّٰهُ فَوْقَ مَنْ وَلَّاكَ(٦) ، وَقَدِ اسْتَكْفَاكَ(٣) أَمْرَ هُمْ وَ ابْتَلا كَ بِهِمْ وَلَا تَنْصِبَنَّ نَفْسكَ لِحَرْبِ اللّٰهِ(٤) فَاِنَّهُ لَا يَدَ لَكَ بِنِقْمَتِهِ (٥)، وَلَا غِنًى بِكَ عَنْ عَفْوِهِ وَرَحْمَتِه ـ وَلَا تَنْدَ مَنَّ عَلىٰ عَفْوٍ، وَلَاتَبْجَحَنَّ (٦) بِعُقُوْبَةٍ، وَلَا تُسْرِعَنَّ اِلى بَادِرَةٍ (٧) وَجَدْتَ مِنْهَا مَنْدُوْحَةً (٨) ، وَلَا تَقُوْلَنَّ اِنِّيْ مُؤَمَّرٌ (٩)آمُرُ فَأُطَاعُ فَاِنَّ ذٰلِكَ اِدْغَالٌ (١٠) فِيْ الْقَلْبِ ، وَمَنْهَكَةٌ (١١)لِلدِّيْنِ ، وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغَيْرِ(١٢) ، وَاِذَا أَحْدَثَ لَكَ مَآ أَنْتَ فِيهِ مِنْ سُلْطَانِكَ أُبَّهَةً (١٣) أَوْ مَخِيْلَةً (١٤) فَانْظُرْ اِلىٰ عِظَمِ مُلْكِ اللّٰهِ فَوْقَكَ وَ قُدْرَتِهِ مِنْكَ عَلىٰ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنْ نَفْسِكَ ، فَاِنَّ ذٰلِكَ يُطَامِنُ (١٥)اِلَيْكَ مِنْ طَمَاحِكَ (١٦)، وَ يَكُفُّ عَنْكَ مِنْ غَرْبِكَ (١٧) وَ يَفِيءُ (١٨) اِلَيْكَ بِمَا عَزَبَ (١٩) عَنْكَ مِنْ عَقْلِكَ ـ

ترجمہ: اپنی رعایا کے ساتھ لطف و کرم کو اپنا شعار بناؤ اور خبر دار، ان کے حق میں درندہ

کی مثل نہ بن جانا کہ انہیں کھا جانے ہی کو غنیمت سمجھو۔ مخلوقِ خدا کی دو اقسام ہیں، بعض تمہارے دینی بھائی ہیں اور بعض تخلیق میں تمہارے جیسے انسان ہیں، جن سے لغزشیں ہو جاتی ہیں اور انہیں اپنی خطاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جان بوجھ کے یا نادانی میں ان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا انہیں اسی طرح معاف کر دینا، جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہارا پروردگار تمہاری غلطیوں سے درگزر فرمائے کہ تم ان سے بالاتر ہو اور تمہارا اولوالامر تم سے بالاتر ہے اور تمہارا پرودگار تمہارے والی سے بھی بالاتر ہے اور اُس نے تم سے ان کے معاملات کو انجام دینے کا مطالبہ کیا ہے اور اسے تمہارے لیے امتحان کا ذریعہ بنایا ہے۔

اور خبردار، اپنے نفس کو اللہ کے مقابلے پر نہ اُتار دینا، وہ ہر جابر کو ذلیل کر دیتا ہے، اور ہر مغرور کو پست بنا دیتا ہے کہ تمہارے پاس اُس کے عذاب سے بچنے کی طاقت و صلاحیت نہیں ہے اور تم اُس کے معاف کرنے اور رحم سے بے نیاز بھی نہیں اور خبردار، کسی کو معاف کرنے پر شرمندہ نہ ہونا اور کسی کو سزا دے کر غرور نہ کرنا۔ غصّے کے اظہار میں جلد بازی نہ کرنا اور اگر ٹال دینے کی گنجائش موجود ہو تو خبردار، یہ نہ کہنا کہ مجھے حاکم بنایا گیا ہے۔(۱) لہٰذا میری شان یہ ہے کہ میں حکم دوں اور میری اطاعت کی جائے کہ اس طرح فساد دل میں داخل ہو جائے گا اور دین کمزور پڑ جائے گا اور انسان تغیّراتِ زمانہ سے قریب ہو جائے گا۔ اگر کبھی سلطنت اور حکمرانی کو دیکھ کر دل میں عظمت و تکبّر اور غرور پیدا ہو، تو اپنے پروردگار کے عظیم ترین مُلک پر غور کرنا اور یہ دیکھنا کہ وہ تمہارے اُوپر تم سے زیادہ قادر ہے کہ اس طرح تمہارے نفس کی سرکشی دب جائے گی،

تمہاری طغیانی رُک جائے گی اور تمہاری گم شدہ عقل واپس آجائے گی۔

۱) قانون سزا میں نرمی و رحمدلی کو ملحوظ خاطر رکھا جائے کیونکہ سزا میں مجرم کی اصلاح مقصود ہوتی ہے۔

آیت: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

(سورہ آل عمران، آیت ۱۵۹)

اور اگر آپ سخت طبیعت، درشت مزاج ہوتے تو یہ سب آپ کے اردگرد سے تتر بتر ہو جاتے۔ (نور القرآن، ص۷۲)

حدیث: قال الصادق ؑ: "مَنْ كَانَ رَفِيقاً فِي اَمْرِهِ نَالَ مَايُرِيْدُ مِنَ النَّاسِ"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ جو شخص نرمی اور پیار ومحبت سے حکم دیتا ہے وہ لوگوں سے جو کچھ چاہتا ہے حاصل کر لیتا ہے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۱، ص۴۳۴)

۲) گناہگاروں و خطا کاروں کی اصلاح کے لیے عفو و درگذر اور معافی کے طریقے اپنائے جائیں کیوں کہ ہر مسئلہ کا حل سزا نہیں بلکہ معافی زیادہ موثر واقع ہوتی ہے۔

آیت: وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللّٰهِ إِنَّهُ لَا

يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (سورۂ شوریٰ، آیت ۴۰)

اور بُرائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہے مگر جو معاف کر دے اور تعلقات اچھے رکھے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے بلاشبہ وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

(نور القرآن، ص ۴۸۸)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : ''تَجَاوَزُوا عَنْ عَثَرَاتِ الْخَاطِئِيْنَ يَقِيْكُمُ اللّٰهُ بِذٰلِكَ سُوْءَ الْاَقْدَارِ''

رسول الخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: خطا کاروں کی لغزشوں سے عفو و درگذر کرو کہ اللہ اس کی بدولت تمہیں بدقسمتی سے محفوظ رکھے گا۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد ۲، ص ۶۹۸)

۳) ناانصافی و معاشرتی نابرابری کے تمام راستوں کو بند کیا جائے۔

آیت: وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (سورۂ ھود، آیت ۱۱۳)

اور ان کی طرف جو ظالم ہیں نہ جھکو کہ پہنچے تم کو آتش دوزخ اور اللہ کو چھوڑ کر تمہارے کوئی حوالی موالی نہ ہوں گے، پھر تمہاری مدد ہوگی۔

(نور القرآن، ص ۲۳۵)

حدیث: قال علی ؑ: اِيَّاكَ وَالظُّلْمَ فَمَنْ ظَلَمَ كَرِهَتْ اَيَّامُهُ'' حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ظلم سے بچو، کیوں کہ جس نے ظلم کیا اس پر برے دن مسلط ہوں گے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد ۲، ص ۶۳۲)

☆ شرح:

یعنی رحم اور مہربانی کو اپنا شعار بنالو۔ شعار (عربی میں) یعنی وہ لباس جو جسم سے چپکا رہتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: چونکہ رعیت کے افراد یا تو آپ کے دینی بھائی ہیں یا آپ کی طرح انسان ہیں۔ اس لیے انسانی فطرت اور ہم نوعی کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ان پر مہربان رہیں۔ (۱)

☆ شرح:

تعرض لهم العلل ۔جن سے لغزشیں ہو جاتی ہیں: اس سے مراد وہ امور ہیں ج والی کے احکامات کو مطلوبہ صورت میں نافذ کرنے سے انہیں مصروف رکھتے ہیں۔

ويؤتى على ايديهم۔ اور انہیں خطاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے: یہ کنایہ ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ غیر معصوم ہیں بلکہ خطا اور غلطی بھی ان سے سرزد ہو جاتی ہے۔

ولاتنصبنّ نفسك لحرب الله ۔اپنے نفس کو اللہ کے مقابلے پر نہ اتار دینا۔ اللہ کے سامنے معصیت کرنے کے مفہوم کی بھرپور وضاحت کے لیے حرب ''جنگ'' کا لفظ بطور استعارہ لایا گیا ہے۔ (۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۳۳

۲۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۱۴۴

والـغیـر ۔ یہ غیرت کی جمع ہے اور اشارہ ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف کہ: ان الـلہ لا یغیر مابقوم حتیٰ یغیرو امابانفسھم ۔(سورہ رعد آیت ١١) ج کا اردو شعری ترجمہ یہ ہے کہ:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

☆☆شرح:

١۔ وَأَشْعِرْ قَلْبَكَ الرَّحْمَةَ : اپنی قوم وملت کے لیے اپنے دل کو رحمت محبت اور لطف وکرم سے بھر دے۔

٢۔ تَعْرِضُ لَهُمُ الْعِلَلُ : کبھی تکالیف سے دوچار ہوتے ہیں۔

٣۔ وَلَا تُسْرِعَنَّ اِلی بَادِرَةٍ : نیز اس حادثے کے معاملے میں جو پیش آنے والا ہے مگر اس کی چارہ جوئی ممکن ہے ہرگز جلدی نہ کرنا۔

٤۔ عَزَبَ عَنْكَ مِنْ : جو خود پسندی کے برے اثرات سے دوچار ہو گئی تھی۔

٥۔ فَأَعْطِهِمْ مِنْ عَفْوِكَ : یعنی ایسے مواقع میں (١)

٦۔ وَلَا تَقُولَنَّ اِنِّیْ مُؤَمَّرٌ : یعنی یہ نہ کہو کہ میں مامور ہوں اور حالات پر میرا قابو ہے۔

٧۔ وَتَقَرُّبٌ مِنَ الْغِيَرِ : یعنی اقتدار اور حاکمیت میں تبدیلی کے نزدیک ہونے کا باعث ہے۔

سبیل سکینہ
حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ٨-C1

١۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ ج ٣ ص ١٤٤

مشکل الفاظ اوراس کے معانی:

(۱) یَفرُطُ ۔ سرزد ہوجاتی ہے۔ (۲) الزَّلَلُ ۔ لغزش (۳) اِستَکفَاک ۔ طلب کفایت کیا ہے۔ (۴) لحَربِ اللہ ۔ قوانین الٰہیہ کی مخالفت (۵) نَقمتُ ۔ عذاب۔ (۶) نَجَّ ۔ طرح۔ (۷) بَادِرَۃِ ۔ آثارغیظ وغضب (۸) مندوحۃ ۔ وسعت (۹) موَمَّر ۔ مسلط (۱۰) ادغال ۔ فساد کرنا (۱۱) منھکہ ۔ کمزوری (۱۲) غیر ۔ حوادث زمانہ (۱۳) ابھۃ ۔ عظمت وہیبت (۱۴) مخیلہ ۔ غرور (۱۵) یطامن ۔ کم کردیتا ہے (۱۶) طماح ۔ اکڑ (۱۷) غرب ۔ شدت (۱۸) یفئی ۔ واپس آجاتا ہے (۱۹) عزب ۔ غائب ہوگیا ، (تشریح)

اسلام کا مدعا عوام کو راضی رکھنا اوران کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے، عوام کو اپنے انگوٹھے کے نیچے رکھنا یا انہیں انکے واقعی مفادات سے بےخبر رکھنا نہیں ہے، یہ دنیا کے ظالم اور بے دین حکام کا طرز عمل ہے اور اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

غروراور خود پسندی سے پرہیز

اِیَّاكَ وَمُسَا مَا ةَ اللّٰهِ فِیْ عَظَمَتِهٖ ،وَالتَّشَبُّهَ بِهٖ فِیْ جَبَرُوْتِه ، فَاِنَّ اللّٰهَ یُذِلُّ کُلَّ جَبَّارٍ وَیُهِیْنُ کُلَّ مُخْتَالٍ أَنْصِفِ اللّٰهَ وَ أَنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِكَ وَمِنْ خَاصَّةِ أَهْلِكَ، وَمَنْ لَكَ فِیْهِ هَوًی مِنْ رَعِیَّتِكَ ، فَاِنَّكَ اِلَّا تَفْعَلْ تَظْلِمْ، وَمَنْ ظَلَمَ عِبَادَاللّٰهِ کَانَ اللّٰهُ خَصْمَهُ دُوْنَ عِبَادِهٖ ، وَمَنْ خَاصَمَهُ اللّٰهُ أَدْحَضَ (۱) حُجَّتَهُ، وَکَانَ لِلّٰهِ حَرْباً (۲)حَتّٰی یَنْزِعَ (۳)اَوْیَتُوْبَ. وَلَیْسَ شَیْءٌ أَدْعَی اِلٰی تَغْیِیْرِ نِعْمَةِ اللّٰهِ وَ تَعْجِیْلِ نِقْمَتِهٖ مِنْ اِقَامَةٍ عَلٰی ظُلْمٍ ، فَاِنَّ اللّٰهَ یَسْمَعُ دَعْوَةَالْمُضْطَهَدِیْنَ وَهُوَ لِلظَّالِمِیْنَ بِالْمِرْصَادِ.

ترجمہ: دیکھو خبردار، اللہ سے اُس کی بڑائی میں مقابلہ اور اُس کے جبروت سے برابری کی کوشش نہ کرنا کہ وہ ہر جبّار کو ذلیل کرتا ہے اور ہر مغرور کو پست بنا دیتا ہے۔ اپنی ذات، اپنے اہل و عیال اور رعایا میں جن سے تمہیں خاص تعلّق ہے، سب کے سلسلے میں اپنے نفس اور اپنے پروردگار سے انصاف کرنا کہ اگر ایسا نہ کیا تو ظالم بن جاؤ گے اور جو اللہ کے بندوں پر ظلم کرے گا، اس کے دشمن لوگ نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہوگا، اور جس کا دشمن خود اللہ تعالیٰ ہو جائے، اس کی ہر دلیل باطل ہو جائے گی، اور وہ ربِّ تعالیٰ کا مدِّ مقابل تصوّر رہوگا، جب تک اپنے ظلم سے باز نہ آجائے یا توبہ نہ کرلے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا رک جانا اور اُس کے عذاب میں جلدی کا سبب، ظلم پر قائم رہنے سے بڑا کوئی اور نہیں ہے، اس لیے کہ وہ مظلوموں کی فریاد سُننے والا اور ظالموں کے لیے موقع

کا انتظار کر رہا ہے۔

۱) جبر و قہر اور آمریت سے اجتناب برتا جائے کہ ان کا انجام بہت بُرا ہے۔

آیت: فَادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ

(سورۂ نحل ، آیت ۲۹)

تو اب داخل ہو دوزخ کے دروازوں میں، اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہتے ہوئے، تو کیا برا ٹھکانا ہے وہ سرکشی کرنے والوں کا۔

(نور القرآن، ص ۲۷۱)

حدیث: قال الصادقؑ : مَامِنْ رَجُلٍ تَكَبَّرَ اَوْتَجَبَّرَ اِلَّا لِذِلَّةٍ فِيْ نَفْسِهِ"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: کوئی بھی مرد تکبر یا جبر و قہر نہیں کرتا مگر جب اپنے آپ میں کوئی پستی اور ذلت محسوس کرتا ہے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد ۲، ص ۸۲۶)

۲) عوام کے رفاہ کو ہر چیز پر مقدم رکھا جائے اور ان کی بھلائی پر تمام تر وسائل صرف کیے جائیں۔

آیت: لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيم (سورۂ آل عمران، ص ۹۲)

ہرگز تم بھلائی کا درجہ حاصل نہیں کرو گے جب تک خیرات نہ کرو اس میں سے جو تمہیں پسند ہے۔ (نور القرآن، ص ۶۳)

حدیث: قال الصادقؑ: " ثَلَاثَةُ اَشْيَاءٍ يَحْتَاجُ النَّاسُ طُرّاً اِلَيْهَا اَلْاَمْنُ

وَالْعَدْلُ وَالْخِصَبُ"

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: تین چیزیں تمام لوگوں کی ضرورت ہوتی ہیں، امن وامان، عدل وانصاف اور رفاوآسائش۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۲، ص۱۰۲۲)

۳) حاکمانہ غرور وتکبر ہرگز نہ اپنایا جائے۔

آیت: يَا أَيُّهَا الْإِنسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ہ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ہ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ

(سورۂ انفطار، ص۶ تا ۸)

اے آدمی! کاہے نے تجھے دھوکے میں مبتلا کر دیا اپنے اس لطف وکرم والے پروردگار کے بارے میں، جس نے تجھے خلق کیا تو تجھے سرتاپا درست بنایا، تیرے اعضاء میں تناسب پیدا کیا۔

(انوار القرآن، ص۵۹۳)

حدیث: قال علی علیہ السلام: **اِنَّ مِنَ الْغَرَّةِ بِاللّٰهِ اَنْ يَّصِرَّ الْعَبْدُ عَلَى الْمَعْصِيَةِ وَيَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْمَغْفِرَةَ"**

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کے بارے میں دھوکہ اور غرور میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس کا کوئی بندہ گناہ ومعصیت پر مصر رہے اور اللہ سے مغفرت اور بخشش کی بے جا امید رکھے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۲، ص۷۶۰)

☆ شرح:

۱۔ أَنصِفِ اللّٰہَ : اللہ کی نسبت انصاف کرو۔(۱)

۲۔ وَلَیْسَ شَیْءٌ أَدْعَیٰ اِلیٰ: یعنی جان لو کہ کوئی بھی چیز۔(۲)

۱۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ص ۱۴۴

۲۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ص ۱۴۵

حاشیہ: دنیا کے ہر سماج میں دو طرح کے افراد پائے جاتے ہیں، ''خواص اور عوام''

خواص: وہ ہوتے ہیں جو کسی نہ کسی بنیاد پر اپنے امتیازات کے قائل ہوتے ہیں، اور ان کا منشا یہ ہوتا ہے کہ انہیں قانون میں زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل ہوں، اور ہر موقع پر ان کی حیثیت کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

اس کے برخلاف عوام النّاس: ہر مصیبت میں سینہ سپر رہتے ہیں، ہر خدمت کے لیے آمادہ رہتے ہیں اور کم سے کم مطالبہ کرتے ہیں، مولا علی علیہ السلام نے اسی نکتے کی طرف متوجہ کیا ہے کہ حاکم کا فرض ہے کہ وہ عوام النّاس کے مفادات کا تحفظ کرے اور انہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے کہ یہی دین کا ستون ہے۔ اور انہیں سے اسلام کی طاقت کا مظاہرہ ہوتا ہے، اس کے بعد اگر خواص ناراض بھی ہوگئے تو ان کی ناراضی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔ اور امن کے کام چلتے رہیں گے، لیکن اگر عوام النّاس ہاتھ سے نکل گئے اور بغاوت پر آمادہ ہوگئے تو اس طوفان کا کوئی علاج نہیں ہوسکتا اور یہ سیلاب بڑے بڑے تخت وتاج کو اپنے ساتھ بہالے جاتا ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) ادحض: باطل کردے گا (۲) حرب: جنگ کرنے والا (۳) ینزع: باز آجائے۔

عدل وانصاف کا قیام

وَلْيَكُنْ أَحَبَّ الْأُمُورِ إِلَيْكَ أَوْسَطُهَا فِي الْحَقِّ، وَأَعَمُّهَا فِي الْعَدْلِ وَأَجْمَعُهَا (☆) لِرِضَى الرَّعِيَّةِ، فَإِنَّ سُخْطَ الْعَامَّةِ يُجْحِفُ (١) بِرِضَى الْخَاصَّةِ يُغْتَفَرُ مَعَ رِضَى الْعَامَّةِ وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الرَّعِيَّةِ أَثْقَلَ عَلَى الْوَالِي مَؤُونَةً فِي الرَّخَاءِ، وَأَقَلَّ مَعُونَةً لَهُ فِي الْبَلَاءِ، وَ أَكْرَهَ لِلْإِنْصَافِ، وَأَسْأَلَ بِالْإِلْحَافِ (٢)، وَ أَقَلَّ شُكْراً عِنْدَ الْإِعْطَاءِ. وَأَبْطَأَ عُذْراً عِنْدَ الْمَنْعِ، وَأَضْعَفَ صَبْراً عِنْدَ مُلِمَّاتِ الدَّهْرِ مِنْ أَهْلِ الْخَاصَّةِ وَإِنَّمَا عِمَادُ الدِّينِ، وَجِمَاعُ (٣) الْمُسْلِمِينَ، وَالْعُدَّةُ لِلْأَعْدَاءِ الْعَامَّةُ مِنَ الْأُمَّةِ فَلْيَكُنْ صِغْوُكَ (٤) لَهُمْ وَمَيْلُكَ مَعَهُمْ.

ترجمہ: تمہارے لیے پسندیدہ کام وہ ہونے چاہییں، جو حق کے اعتبار سے سب سے اچھے، انصاف کے اعتبار سے سب کو شامل اور رعایا کی مرضی سے عوام کی اکثریت کے لیے پسندیدہ ہوں کہ عام لوگوں کی ناراضی خواص کی رضامندی کو زائل کر دیتی ہے اور خاص لوگوں کی ناراضی عام لوگوں کی رضا کے ساتھ قابلِ معافی ہے۔ خواص رعایا میں طبقۂ والی (عامل) پر خوش حالی میں بوجھ، بلاؤں میں کم ترین مددگار، انصاف کو ناپسند کرنا اور اصرار کے ساتھ مطالبات کرنا، عطا کے موقع پر کم شکریہ ادا کرنے والا اور بخشش وعطا نہ کرنے کے موقع پر عذر بہ مشکل قبول کرنے والا اور زمانے کے مصائب میں کمترین صبر کرنے والا طبقہ ہے۔

۱) معاشرہ کے کسی فرد کو اس کے حق سے محروم نہ رکھا جائے اور نہ ہی کسی کے دل میں محرومیت کا احساس جنم پائے۔

آیت: وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا

(سورۂ اسراء، آیت ۲۶)

اور قرابت دار کو اس کا حق عطا کرو اور مسکین اور مسافر کو اور بہت زیادہ بے جا خرچ نہ کرو۔ (نور القرآن، ص ۲۸۵)

حدیث: قال علی علیہ السلام : وَاَعْظَمُ مَاافْتَرَضَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ مِنْ تِلْكَ الْحُقُوقِ : حَقُّ الْوَالِي عَلَى الرَّعِيَّةِ وَحَقُّ الرَّعِيَّةِ عَلَى الْوَالِي "

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جن حقوق کو اللہ نے فرض قرار دیا ہے ان میں سے سب سے عظیم وہ ہیں جو والی (حاکم) پر رعیت کے سلسلے میں اور رعیت پر والی (حاکم) کے متعلق مقرر کیئے گئے ہیں۔ (منتخب میزان الحکمۃ، جلد ۱، ص ۲۸۶)

۲) معاشرے کے محروم افراد کی بہبود و بہتری کے لیے ٹھوس اقدامات کیئے جائیں۔

آیت: وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ

(سورۂ الذاریات، آیت ۱۹)

اور ان کے اموال میں حق تھا مانگنے والے کے لیے۔

حدیث: قال علی علیہ السلام : " جَعَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ حُقُوقَ عِبَادِهِ مُقَدَّمَةً عَلَى حُقُوقِهِ فَمَنْ قَامَ بِحُقُوقِ عِبَادِ اللّٰهِ كَانَ مُؤَدِّياً اِلَى الْقِيَامِ

بِحُقُوْ قِ اللّٰہِ "

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بندوں کے حقوق کو اپنے حقوق پر مقدم کیا ہے۔ چنانچہ جو شخص حقوق العباد ادا کرتا ہے وہ حقوق اللہ کو بھی ادا کر سکتا ہے۔

(میزان الحکمۃ، جلد۲، ص۴۷)

☆شرح:

پھر آپؑ نے ان کو یہ تعلیم دی کہ امارت اور حکومت کا قانون یہ ہے کہ عوام کی رضایت اور ان کو خوش کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے۔ کیونکہ حکمران اور امراء کے لیے قریبی افراد اور خاص لوگوں کی ناراضی اس وقت کوئی خطرہ نہیں رکھتی جب عوام ان سے راضی ہوں۔ لیکن اگر عوام ناراض ہو جائیں تو خواص کی خوشنودی بے فائدہ ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ملک میں دس بیس صاحب ثروت افراد اور حکمران خاندان کے دولتمند حضرات ہمیشہ حاکم کے ساتھ اس کی خدمت کرتے رہیں، اس کے ساتھ راتیں گزاریں اور یہ ان کا دوست بن جائے تو یہ لوگ اور وہ لوگ جو ارباب سفارش اور خاص مراعات والے ہیں اس وقت اس کے کوئی کام نہیں آتے جب عوام ان کو مسترد کر دیں۔ اس کے برعکس ان کی ناراضی اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی اگر عوام اس سے خوش ہوں۔ کیونکہ خاص لوگوں کی ضرورت انہی پر منحصر نہیں ہے اور ان کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن حکمران عوام سے کبھی بھی بے نیاز نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ نیز اگر عوام اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تو یہ ٹھاٹھیں

مارتے ہوئے سمندر کی طرح بن جائیں گے جس کا کوئی بھی شخص حریف نہیں بن سکتا۔ جبکہ خواص میں یہ امتیاز نہیں ہے۔(۱)

☆☆شرح:

۱۔ یُغْتَفَرُ مَعَ رِضَی الْعَامَّةِ : یعنی قابل تلافی ہے۔(۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۷، ص ۳۵

۲۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳، ص ۱۳۵

مسلمانوں کی اجتماعی طاقت (دین کا ستون ہے) دشمنوں کے مقابلے میں سامانِ دفاع عوام ہی ہوتے ہیں۔لہٰذا تمہارا جھکاؤ انہی کی جانب ہونا چاہیے اور تمہارا رجحان انہی کی طرف ضروری ہے۔

حاشیہ:
مشکل الفاظ اوران کے معانی:
(۱) تجحف: برباد کردیتا ہے (۲) الحاف: اصرار (۳) جماع (۴) صغو: میل

راز داری کی ضرورت

وَلْيَكُنْ أَبْعَدَ رَعِيَّتِكَ مِنْكَ ، وَأَشْنَأَهُمْ (١) عِنْدَكَ ، أَطْلَبُهُمْ(٢) لِمَعَائِبِ النَّاسِ، فَإِنَّ فِي النَّاسِ عُيُوبًا ، الْوَالِيُ أَحَقُّ مَنْ سَتَرَ هَا، فَلَا تَكْشِفَنَّ عَمَّا غَابَ عَنْكَ مِنْهَا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ تَطْهِيرُ مَاظَهَرَ لَكَ ، وَاللّٰهُ يَحْكُمُ عَلٰى مَاغَابَ عَنْكَ. فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَااسْتَطَعْتَ يَسْتُرِ اللّٰهُ مِنْكَ مَاتُحِبُّ سَتْرَهُ مِنْ رَعِيَّتِكَ . أَطْلِقْ (٣) عَنِ النَّاسِ عُقْدَةَ كُلِّ حِقْدٍ ، وَاقْطَعْ عَنْكَ سَبَبَ كُلِّ وِتْرٍ(٤)، وَ تَغَابَ (٥) عَنْ كُلِّ مَالَا يَضِحُ (٦) لَكَ ، وَلَا تَعْجَلَنَّ اِلٰى تَصْدِيقِ سَاعٍ، فَإِنَّ السَّاعِيَ (٧) غَاشٌّ ،وَإِنْ تَشَبَّهَ بِالنَّاصِحِينَ. ☆

ترجمہ: رعایا میں سے سب سے دُور اس شخص کو رکھو، جو سب سے زیادہ لوگوں کی عیب جوئی کا متلاشی ہو۔اس لیے کہ لوگوں میں کمزوریاں پائی جاتی ہیں اوران کی پردہ پوشی کی سب سے بڑی ذمّے داری گورنر (والی) پر ہے۔لہٰذا خبر دار، جوعیب تمہارے سامنے نہیں ہے اس کا انکشاف نہ کرنا،تمہاری ذمّے داری تو صرف عیوب کی اصلاح کر دینا ہے اورغیب کا فیصلہ کرنے والا ربّ العزت ہے، جہاں تک ممکن ہو سکے لوگوں کے ان عیبوں کی پردہ پوشی کرتے رہو،جن عیوب کی پردہ پوشی کی اپنے پروردگار سے تمنّا کرتے ہو۔لوگوں کی طرف سے بغض وکینہ کی ہر گرہ کوکھول دواوردشمنی کی ہر رسّی کو کاٹ دواور جو بات تمہارے لیے واضح طور پر نہ ہو،اس سے تم بھی انجان بن جاؤ اور ہر چغل خور کی بات کی تصدیق جلدی سے نہ کیا کرو، کیوں کہ چغل خور ہمیشہ خیانت

کرنے والا ہوتا ہے، چاہے وہ مخلص ہی بن کر کیوں نہ آ جائے۔

۱) جاسوسی کا نظام انسانی قدروں اور فطری آزادی کی پامالی کا سبب بنتا ہے۔ اصلاحی امور میں توجہ دے کر لوگوں کی شخصی زندگی کے معاملات میں مداخلت نہ کی جائے بلکہ کمزور طبائع کے مالک افراد کے اعمال پر پردہ پوشی کے ذریعے انکی اصلاح کا ہدف حاصل کیا جائے۔

آیت: وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ

(سورۂ الھمزۃ، آیت۱)

وائے ہو ہر اس شخص کے لیے جو طعن و تشنیع کرنیوالا لوگوں کی برائیوں کو اچھالنے والا ہو۔

حدیث: قال الصادق علیہ السلام: اَبْعَدَ مَا يَكُوْنَ الْعَبْدُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَكُوْنَ الرَّجُلُ يُوَاخِيَ الرَّجُلَ وَهُوَ يَحْفَظُ عَلَيْهِ زَلَّاتِهِ لِيُعَيِّرَهُ بِهَا يَوْمًا''

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے: وہ بندہ خدا، اللہ سے نہایت ہی دور ہے جس کسی کیساتھ برادرانہ تعلقات استوار کرتا ہے اور اس کی لغزشوں کو اپنی یادداشت میں رکھتا ہے تاکہ کسی دن اس کی سرزنش کرے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۲، ص۷۵۶)

۲) افرادِ معاشرہ کے درمیان بہتر باہمی روابط کے قیام کو یقینی بنا کر ان کے درمیان دشمنی وعدوات کے جزبات کا قلع قمع کر دیا جائے۔

آیت: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ

(سورۂ حجرات، آیت ۱۰)

مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہی تو ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کراؤ اور اللہ سے ڈرو، شاید اس کی رحمت تمہارے شامل حال ہو جائے۔

(نور القرآن، ص ۵۱۷)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام : صَدَقَةٌ يُحِبُّهَا اللّٰهُ : اِصْلاحُ بَيْنَ النَّاسِ اِذَا تَفَاسَدُوا وَتَقَارُبُ بَيْنِهِمْ اِذَا تَبَاعَدُوا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: وہ صدقہ جسے اللہ پسند کرتا ہے یہ ہے کہ جب لوگوں کے تعلقات خراب ہو جائیں تو ان کی اصلاح کی جائے اور جب ان کے درمیان دوری پیدا ہو جائے تو انہیں آپس میں ملایا جائے۔

(منتخب المیزان الحکمہ، جلد ۲، ص ۵۸۴)

☆شرح:

۱۔ فَاسْتُرِ الْعَوْرَةَ مَا اسْتَطَعْتَ : بنابرایں جہاں تک ممکن ہے لوگوں کے عیبوں کو چھپالو تاکہ اللہ تمہاری ان برائیون کو چھپالے جن کے لوگوں میں فاش ہونے کو ناپسند کرتے ہو۔

۲۔ أَطْلِقْ عَنِ النَّاسِ : یعنی اچھے برتاؤ کے ذریعے سے

☆☆شرح:

الحورۃ ۔۔۔۔۔۔وہ بڑی چیز جو آدمی سے سرزد ہو جائے۔(۱)

۱۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ ص ۱۳۵

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) اشنو: بدترین دشمن (۲) الطلب: سب سے زیادہ طلب کرنے والا (۳) الطلق: کھول دو (۴) وتر: عداوت (۵) تغاب: تغافل (۶) یضح: واضح ہو جائے (۷) ساعی: چغلی کھانے والا۔

مشیر کون ہو؟

وَلَا تُدخِلَنَّ فِی مَشُورَتِك بَخِیلاً یَعْدِلُ بِكَ عَنِ الْفَضْلِ(١) ، وَیَعِدُكَ(٢)
(☆)الْفَقْرَ ، وَلَا جَبَاناً یُضعِفُكَ عَنِ الْاُمُورِ، وَلَا حَرِیصًا یُزَیِّنُ لَكَ الشَّرَّ هُ
(٣)بِالْجَوْرِ، فَاِنَّ الْبُخْلَ وَالْجُبْنَ وَالْحِرْصَ غَرَائِزُ شَتَّی (٤)یَجْمَعُهَا سُوْءُ
(☆☆)الظَّنِّ بِاللّٰهِ.اِنَّ شَرَّوُزَرَآئِكَ مَنْ كَانَ لِلْاَشْرَارِ قَبْلَكَ وَزِیْراً، وَمَنْ
شَرِكَهُمْ فِی الْاٰثَامِ فَلَا یَكُوْنَنَّ لَكَ بِطَانَةً،(٥) فَاِنَّهُمْ أَعْوَانُ الْاَثَمَةِ (٦)،
وَاِخْوَانُ الظَّلَمَةِ (٧)، وَأَنْتَ وَاجِدٌ مِنْهُمْ خَیْرَالْخَلَفِ مِمَّنْ لَهُ مِثْلُ آرَآئِهِمْ
وَنفَاذِهِمْ ، وَلَیْسَ عَلَیْهِ مِثْلُ آصَارِهِمْ (٨) وَأَوْزَارِهِمْ (٩)وَآثَامِهِمْ . مِمَّنْ
لَمْ یُعَاوِنْ ظَالِماًعَلٰی ظُلمِهٖ ، وَلَا آثِماً عَلٰی اِثْمِهٖ، اُولٰٓئِكَ أَخَفُّ عَلَیْكَ مَؤُوْنَةً
، وَأَحْسَنُ لَكَ مَعُوْنَةً ، وَ أَحْنیٰ عَلَیْكَ عَطْفاً ، وَأَقَلُّ لِغَیْرِكَ اِلْفاً(١٠)،
فَاتَّخِذْ اُولٰٓئِكَ خَاصَّةً لِخَلَوَاتِكَ وَحَفَلَاتِكَ ، ثُمَّ لُیَكُنْ آثَرُهُمْ عِنْدَكَ أَقْوَلَهُمْ
بِمُرِّالْحَقِّ لَكَ ، وَأَقَلَّهُمْ مُسَاعَدَةً فِیمَا یَكُوْنُ مِنْكَ مِمَّا كَرِهَ اللّٰهُ لِاَوْلِیَائِهٖ ،
وَاقِعاً ذٰلِكَ مِنْ هَوَاكَ حَیْثُ وَقَعَ.

ترجمہ:

بے ایمان سے مشورے کی ممانعت:

دیکھو، اپنے مشورے میں کسی کنجوس (بخیل) کو شریک مت کرنا، کہ وہ تمہیں فضل و کرم کی راہ سے ہٹا دے گا اور تمہیں فقر و فاقے کا خوف دِلاتا رہے گا اور اسی طرح بزدل

سے مشورہ نہ کرنا کہ وہ تمہیں ہر معاملے میں کمزور بنائے گا، اور حریص اور لالچی شخص سے بھی مشورہ نہ کرنا کہ وہ ظالمانہ انداز سے مال جمع کرنے کو بھی تمہاری نگاہوں میں سجا کر پیش کرے گا، یہ بُخل، بُزدلی اور طمع اگرچہ الگ الگ جذبات وخصوصیات ہیں، مگر ان سب کی قدرِ مشترک ربّ العزّت سے سُوئے ظن ہے، جس کی وجہ سے یہ خصلتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

شریر وزراء: اور دیکھو، تمہارے وزیروں میں سب سے بدترین وہ شخص ہے، جو تم سے پہلے اشرار کا وزیر رہ چکا ہو اور ان کے گناہوں میں بھی شریک رہ چکا ہو۔ لہٰذا خبردار، ایسے افراد کو اپنے مصاحب میں شریک نہ کرنا، یہ ظالموں کے مددگار ومعاون اور خیانت کرنے والوں کے ساتھی ہیں۔

باایمان لوگوں سے مشورے کی تاکید:

اور تمہیں ان کے بجائے دوسرے بہترین لوگ مل سکتے ہیں، جن کے پاس انہی جیسی عقل اور کام کی صلاحیت ہو اور ان جیسے گناہوں کے بوجھ اور خطاؤں کے ڈھیر نہ ہوں۔ نہ انہوں نے کسی ظالم کی اس کے ظلم میں مدد ومعاونت کی ہو، اور نہ کسی گناہ گار کا اس کے گناہ میں ساتھ دیا ہو۔ یہ ایسے لوگ ہیں، جن کا بوجھ تمہارے لیے ہلکا ہوگا اور یہ تمہارے بہترین معاون ہوں گے اور تمہاری طرف محبت کا جُھکاؤ ہوگا اور غیروں سے اُلفت ومحبت بھی نہیں رکھتے ہوں گے۔ اپنے اجتماعات میں انہی کو اپنا مصاحب قرار دینا اور ان میں سے سب سے زیادہ حیثیت اسے دینا جو حق کی تلخ بات

کو کہنے کی زیادہ جرأت رکھنے والا ہو، اور تمہارے کسی ایسے عمل میں تمہارا ساتھ نہ دے، جسے رب تعالیٰ اپنے اولیاء کے لیے ناپسند فرماتا ہو، چاہے وہ تمہاری خواہشات سے کتنی ہی زیادہ رغبت رکھتا ہو۔

۱) معاشرے میں باہمی مشاورت کے نظام کو رائج کریں تاکہ افراد کی فکری و عملی توانائیوں سے استفادہ ممکن ہو۔

آیت: وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ **(سورۂ شوریٰ، آیت ۳۸)**

اور جنہوں نے اپنے پروردگار کے فرمان کو مانتا ہے اور نماز کے پابند رہے اور ان کے معالات ان کے درمیان باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں اور جو اس میں سے ہم نے انہیں دیا ہے خیرات کرتے ہیں۔

(انوار القرآن، ص ۴۸۸)

حدیث: ''قال علی علیہ السلام: **لَا ظَهِيرَ كَالْمُشَاوَرَةِ** ''

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: مشورت سے بڑھ کر کوئی سہارا نہیں۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد ا، ۵۵۶)

۲) بخل، حرص و بدگمانی کی لعنتیں ختم کر کے اعتماد کی فضا بحال کی جائے۔

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضاً أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ **(سورۂ حجرات، آیت ۱۲)**

اے ایمان لانے والو! بہت سے گمانوں سے پرہیز کرو، یقیناً بعض گمان بڑا گناہ ہوتے ہیں۔ (انوارالقرآن، ص ۵۱۸)

حدیث: قال علیؑ : "حُسْنُ الظَّنِّ رَاحَةُ الْقَلْبِ وَسَلامَةُ الدِّيْنِ"

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: نیک گمانی دل کی راحت اور دین کی سلامتی کا باعث ہے۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۲، ص ۶۳۶)

۳) گناہگار، خطا کار، بدکردار ار خیانت کار افراد کو امور مملکت داری میں اہم ذمہ داریاں نہ سونپی جائے۔

آیت: إِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ

(سورۂ اعراف، آیت ۱۹۶)

یقیناً میرا ولی اللہ ہے جس نے یہ کتاب اتاری ہے اور وہ سرپرستی کرتا ہے نیت اعمال لوگوں کی۔ (نورالقرآن، ص ۱۷۷)

حدیث: قال النبی ﷺ : "اِنَّا وَاللّٰهِ لَا نُؤْتِيْ عَلٰى هٰذَا الْعَمَلِ اَحَداً سَأَلَهُ وَلَا اَحَداً حَرَصَ عَلَيْهِ" .

رسول الخدا ﷺ فرماتے ہیں: بخدا ہم اس کام کی ذمہ داری ایسے شخص کو نہیں سونپتے جو اسکی خواہش کرے نہ ہی ایسے کو جو اس میں لالچ رکھتا ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص ۱۱۰۰)

۴) طبقاتی امتیازات اور اشرافی تصورات کو پروان نہ چڑھنے دیں۔

آیت: قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورۂ الحجرات، آیت ۱۳)

اے انسانو ! ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں مختلف خاندانوں اور قبیلوں میں قرار دیا ہے اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، یقیناً تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہو۔

(انوار القران، ص ۵۱۸)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اَلنَّاسُ فِي الْحَقِّ سَوَاءٌ "

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: حقوق میں تمام لوگ برابر ہیں۔

(منتخب المیزان الحکمۃ، جلد ۲، ص ۱۰۲۲)

۵) خوشامدیوں اور چاپلوسی کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے، کیوں کہ وہ حکام کو اپنے مفادات کے تحفظ کی راہ پر گامزن رکھتے ہیں جس سے امور مملکت درست انجام پذیر نہیں ہوسکتے۔

آیت: وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِن دِيَارِهِم بَطَراً وَرِئَاء النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَاللّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيط (سورۂ انفال، آیت ۴۷)

اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو نکلے اپنے گھروں سے اکڑ میں اور آدمیوں کو دکھانے کے لیے اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اللہ اس پر جو وہ کرتے ہیں حاوی ہے۔

(نور القرآن، ص ۱۸۴)

حدیث: قال علیؑ: مَا اَقْبَحَ بِالْاِنْسَانِ بَاطِناً عَلِيلاً وَظَاهِراً جَمِيلاً "

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: انسان کے لیے کتنا برا ہے کہ اس کا اندر اور باطن خراب ہو اور ظاہراً اچھا ہو۔

(منتخب میزان الحکمۃ، جلد۱، ص ۴۰۸)

۶) متقی و پرہیز گار اور دیانت دار و باکردار افراد کی عزت و احترام میں ہرگز کمی وبیشی نہیں آنی چاہیئے بلکہ پاکیزہ اقدار کی پاسداری کرنے والوں کی تکریم کے ذریعے معاشرہ میں ان صفات کو عام کرنے کا رواج پیدا کیا جائے۔

آیت: وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ (سورۂ ھود، آیت ۳۸)

انہوں (نوح) نے کہا تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم بھی ا(یکدن) تم سے تمسخر کریں گے جس طرح تم تمسخر کررہے ہو۔

حدیث: قال الصادق علیہ السلام : **اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى يَقُوْلُ : مَنْ اَهَانَ لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اَرْصَدَ لِمَحَارَبَتِيْ وَاَنَا اَسْرَعُ شَيْءٍ اِلٰى نُصْرَةِ اَوْلِيَائِيْ**

امام جعفر صادق علیہ السلام : اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے: جو بھی شخص میرے کسی ولی (دوست) کی تذلیل کرے تو گویا اس نے مجھ سے جنگ کی تیاری کی ہے اور میں اپنے اولیاء (دوستوں) کی نصرت کرنے میں ہر چیز زیادہ تیز ہوں۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد۱، ص ۲۸۲)

☆شرح :

اور کسی بخیل و کنجوس کو اپنے مشوروں میں ہمراز نہ بنائیں کیونکہ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ آپ کو سخاوت سے بیزار کر کے غربت کی طرف لے جائے گا۔ یہ ارشاد اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے اخذ کیا گیا ہے" الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء و المنکر ۔۔۔﴿سورۃ البقرہ، ۲۶۸﴾

مفسرین کہتے ہیں یہاں پر فحشاء سے مراد بخل ہے اور یعدکم الفقر سے مراد یہ ہے کہ وہ (شیطان) تم پر یہ خیال مسلط کر دے گا کہ اگر تم نے مال دینے میں سخاوت سے کام لیا تو غربت کا شکار ہو جاؤ گے، وہ تمہیں ڈرائے گا اور تم ڈر جاؤ گے اور بخل کرتے رہو گے۔

ا۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۷، ص ۴۱

☆☆شرح:

آپؑ نے انہیں بدترین وزراء کے انتخاب سے منع فرمایا کہ ایسے لوگوں کو راز دار نہ بنائیں جو اس سے پہلے ظالموں کے ہمراز رہے ہیں۔اس لیے کہ اب ظلم اور اس کے بارے میں ان کی خام خیالی ان کی ذات میں ریشہ دوانیاں کر چکی ہے، اس لیے بعید ہے کہ وہ اس سے الگ تھلگ ہو جائیں۔ چونکہ اب یہ ان کی خصلت بن گئی ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ رہے گی۔ کیونکہ ایک عادت بن گئی ہے۔ کتاب وسنت میں ظالموں کی مدد کرنا نیز ان سے مدد طلب کرنا حرام قرار پایا ہے۔ پس جو شخص ان سے مدد طلب کرے گا وہ انہی کا مددگار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وما کنت متخذالمضلین عضداً ۔۔۔(۱) نیز لا تحد قوماً یومنون باللّٰہ والیون الآخر یو ادون سن حاداللّٰہ و رسولہ (۲)(۳)

☆☆☆ ویزین لك الشرہ بالجور ۔۔۔ کیونکہ حریص اور لالچی شخص اپنی خصلت کی بناء پر مال حاصل کرنے اور جمع کرنے کا مشورہ دیتا رہے گا جا کی وجہ سے مشورہ لینے والا لالچ اور ظلم و ناانصافی کی مذموم صفت اپناتا جائے گا۔

۱۔ سورۃ الکہف ۵۱
۲۔ سورۃ المجادلہ ۲۲
۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۷،ص ۴۲

☆☆☆☆شرح:

سؤ ظن ۔۔۔۔۔۔بدگمانی اللہ کی کما حقہ معرفت نہ رکھنے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔پس جاہل انسان اس بات سے نابلد ہے کہ اللہ تعالیٰ خیرات کرنے میں فیاضی سے کام لیتا ہے اس شخص کے لیے جو اس کی اصلیت رکھتا ہے۔اس لیے اللہ پر بدگمان ہوتا ہے اور اس پر بھروسہ اور توکل نہیں کرتا، کیوں کہ اس کی خصلت اسے عطاو بخشش سے روک لیتی ہے اور فقر و فاقہ سے ڈرا دیتی ہے اس لیے اس کا نفس امارہ اسے لالچ پر اکساتا رہتا ہے اور بزدل اللہ کی اس جہت کی معرفت نہیں رکھتا کہ وہ اپنے بندوں پر لطف و کرم کرتا ہے اور ان کی حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔نیز اسے لوگوں کے اجل کے بارے میں قدرت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا، اس لیے اسے یہ بدگمانی رہتی ہے کہ اللہ کو اس کے ضائع ہونے کی کوئی پرواہ نہیں اور وہ حفاظت نہیں کرتا اور جنگ سے گریز کرتا ہے۔اس لیے بزدلی اس کا لازمہ بن جاتی ہے۔

☆☆☆☆☆شرح:

۱۔ وَلَا جَبَاناً يُضعِفُكَ عَنِ الْاُمُورِ: نیز بزدل افراد سے مشورہ نہ کرو کیونکہ وہ ہر کام کے متعلق تیرا حوصلہ پست کردیں گے۔

۲۔ فَاِنَّ الْبُخلَ : یعنی جو کچھ بھی ایسے افراد کے بارے میں ہم نے بتایا وہ اس لیے تھا کہ کنجوسی۔۔۔۔

۳۔ وَمَنْ شَرِ كَهُمْ فِي الْاَثَامِ :یعنی وہ افراد جو گناہوں میں ان کے شریک کار رہے ہیں تمہارے رازدار نہ بن پائیں۔

۴۔ مِثلُ آرائهم و نفاذِهِمْ :یعنی وہ لوگ جو فکری طور پر اور سماجی اثر ورسوخ کے لحاظ سے ان سے کمتر نہیں ہیں۔(۱)

ا۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ص ۱۳۷

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور انکے معانی:

(۱) فضل: احسان (۲) یعدک: ڈراتا ہے (۳) شرہ: لالچ (۴) شتیٰ: مختلف (۵) بطانہ: خاص لوگ (۶) الاثمہ: گنہگار (۷) ظلمہ: جمع ظالم (۸) اوزار: بوجھ، گناہ (۹) آصار: گناہ (۱۰) الف: الفت وانس

اچّھے لوگوں سے تعلّقات

وَالْصَقْ بِأَهْلِ الْوَرَعِ وَالصِّدْقِ ، ثُمَّ رُضْهُمْ (١) عَلٰى أَلَّا يُطْرُوْكَ وَلَا (☆) يَبْجَحُوْكَ (٢) بِبَاطِلٍ لَمْ تَفْعَلْهُ ، فَإِنَّ كَثْرَةَ الْاِطْرَآءِ (٣) تُحْدِثُ الزَّهْوَ (٤) ، وَتُدْنِیْ (٥) مِنَ الْعِزَّةِ (٦) وَلَا يَكُوْنَنَّ الْمُحْسِنُ وَالْمُسِیْءُ عِنْدَكَ بِمَنْزِلَةٍ سَوَآءٍ ، فَإِنَّ فِیْ ذٰلِكَ تَزْهِيْداً لِأَهْلِ الْاِحْسَانِ فِی الْاِحْسَانِ ، وَتَدْرِيْباً لِأَهْلِ الْاِسَاءَةِ عَلَى الْاِسَاءَةِ . وَأَلْزِمْ كُلًّا مِنْهُمْ مَاأَلْزَمَ نَفْسَهُ وَ اعْلَمْ أَنَّهُ لَيْسَ شَیْءٌ بِأَدْعٰی اِلٰی حُسْنِ ظَنِّ رَاعٍ بِرَعِيَّتِهِ مِنْ اِحْسَانِهِ اِلَيْهِمْ ، وَتَخْفِيْفِهِ الْمَؤُوْنَاتِ عَلَيْهِمْ ، وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ اِيَّاهُمْ عَلٰى مَالَيْسَ لَهُ قِبَلَهُمْ(٧). فَلْيَكُنْ مِنْكَ فِیْ ذٰلِكَ أَمْرٌ يَجْتَمِعُ لَكَ بِهِ حُسْنُ الظَّنِّ بِرَعِيَّتِكَ، فَإِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ يَقْطَعُ عَنْكَ نَصَباً (٨) طَوِيْلًا . وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ حَسُنَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ حَسُنَ بَلَاؤُكَ (٩) عِنْدَهُ ، وَإِنَّ أَحَقَّ مَنْ سَاءَ ظَنُّكَ بِهِ لَمَنْ سَاءَ بَلَاؤُكَ عِنْدَهُ . وَلَا تَنْقُضْ سُنَّةً صَالِحَةً عَمِلَ بِهَا صُدُوْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ، وَاجْتَمَعَتْ بِهَا الْأُلْفَةُ ، وَصَلَحَتْ عَلَيْهَا الرَّعِيَّةُ، وَلَاتُحْدِثَنَّ سُنَّةً تَضُرُّبِشَیْءٍ مِنْ مَاضِیْ تِلْكَ السُّنَنِ ، فَيَكُوْنَ الْاَجْرُلِمَنْ سَنَّهَا وَالْوِزْرُ عَلَيْكَ بِمَا نَقَضْتَ مِنْهَا. وَأَكْثِرْ مُدَارَسَةَ الْعُلَمَآءِ ، وَمُنَاقَشَةَ الْحُكَمَاءِ فِیْ تَثْبِيْتِ مَاصَلَحَ عَلَيْهِ أَمْرُ بِلَادِكَ، وَاِقَامَةِ مَااسْتَقَامَ بِهِ النَّاسُ قَبْلَكَ .

ترجمہ: اپنا قریبی رابطہ اہل تقویٰ، اہل صداقت اور دوست واحباب سے رکھنا اور

انہیں بھی اس امر کی تربیت دینا کہ وہ تمہاری بلاسبب تعریف نہ کریں اور کسی ایسے عمل کا غرور پیدا نہ کرائیں، جو تم نے سرانجام نہ دیا ہو، کیوں کہ زیادہ تعریف سے غرور پیدا ہوتا ہے اور غرور انسان کو سرکشی سے قریب تر کر دیتا ہے۔(۱) دیکھو خبردار، نیک اور بدکردار لوگ تمہارے نزدیک برابر نہ ہونے پائیں، کہ اس طرح نیک کردار لوگوں میں نیکی سے بددلی پیدا ہو جائے گی۔ بدکرداری کے حامل لوگوں کا حوصلہ بڑھے گا۔ ہر شخص کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرنا، جس کے لائق اُس نے خود کو بنایا ہے اور یاد رکھنا کہ حاکم میں رعایا سے حُسنِ ظن کی اسی قدر توقع کرنی چاہیے کہ جس قدر ان کے ساتھ احسان کیا ہے اور ان کے بوجھ کو ہلکا بنایا ہے اور ان کو کسی ایسے عمل پر مجبور نہیں کرنا، جو ان کے بس میں نہ ہو، لہٰذا تمہارا برتاؤ اس سلسلے میں ایسا ہی ہونا چاہیے، جس سے تم رعایا سے زیادہ سے زیادہ حُسنِ ظن پیدا کر سکو کہ یہ حُسنِ ظن بہت سی اندرونی زحمتوں کو ختم کر دیتا ہے اور تمہارے حُسنِ ظن کا بھی سب سے زیادہ حقدار وہ شخص ہے، جس کے ساتھ تم نے بہتر سلوک کیا ہے۔

اور سب سے زیادہ بدظنی کا حق دار وہ شخص ہے، جس کا رویّہ تمہارے ساتھ خراب رہا ہو۔(1) دیکھو، کسی ایسی نیک سنّت (۲) کو مت توڑنا، جس پر اُمّت کے بزرگوں نے عمل کیا ہو اور اسی کے سبب سماج میں اُلفت قائم ہوتی ہے اور رعایا کے حالات کی بہتری ہوتی ہے اور کوئی ایسی سنّت رائج نہ کر دینا جو گزشتہ سنّتوں کے حق میں نقصان دہ ہو کہ اس طرح اجر اس کے لیے ہوگا، جس نے سنّت کو ایجاد کیا ہے اور گناہ تمہاری گردن پر ہوگا، کیوں کہ تم نے اسے توڑ دیا ہے۔

عالموں کے ساتھ علمی مباحثہ اور حکماء کے ساتھ سنجیدہ بحث جاری رکھنا (۳)
ان مسائل کے بارے میں جس سے علاقے کے امور کی بہتری ہوتی ہے اور وہ اُمور قائم رہتے ہیں، جن سے گزشتہ افراد کے حالات کی اصلاح ہوئی ہے۔

۱) اہل علم و دانش حضرات کی فکری صلاحیتوں سے استفادہ کیا جائے اور علماء و دانشوروں کے ساتھ مشاورت کا با قاعدہ نظام قائم ہونا چاہیئے۔

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ وَإِذَا قِيلَ انشُزُوا فَانشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ۔ (سورۂ مجادلہ، آیت ۱۱)

اللہ بلندی نمایاں کرتا ہے بدرجہا انکی جو تم میں ایمان رکھتے ہیں اور جنہیں علم کا جوہر عطا ہوا ہے اور اللہ جو تم کرتے ہو اس سے باخبر ہے۔

(نور القرآن، ص ۵۴۴)

حدیث: قال علی علیہ السلام : " مَنْ وَقَّرَ عَالِماً فَقَدْ وَقَّرَ رَبَّهُ "

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جس نے کسی عالم کی عزت و تکریم کی اس نے یقیناً اپنے پروردگار کی عزت و تکریم کی ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد ۲، ص ۷۲۴)

☆شرح:

پرہیز گار اور متقی لوگوں سے پیوست رہیں یعنی انہیں اپنے خواص اور مخلص بنا لیں۔

پھر انہیں اس بات پر راضی کرلیں کہ آپ کی تعریف آپ کے منہ پر نہ کریں اور آپ کو باطل اور غلط کام پر فخر کرنے والا نہ بنا لیں۔ یعنی مثلاً حکمرانوں کے ساتھی اور دوست ان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے آپ سے زیادہ عدل و انصاف والا حاکم نہیں دیکھا یا آپ سے زیادہ کھلے دل کا صدر آج تک ہمیں نظر نہیں آیا۔

ایک آدمی نے حضرت علیؑ کے سامنے آپ کی تعریف میں زیادہ روی کی، آپؑ نے اس سے فرمایا: ''جو کچھ تم بتا رہے ہو اس سے کمتر ہوں اور جو تمہارے دل میں ہے اس سے بالاتر ہوں۔(۱)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱۷، ص ۴۴

☆☆شرح:

۱۔ وَأَلْزِمْ كُلًّا مِنْهُمْ مَاأَلْزَمَ نَفْسَهُ. : یعنی ہرایک کواس کی کارکردگی کے لحاظ سے پاداش دو۔

۲۔ وَتَرْكِ اسْتِكْرَاهِهِ اِيَّاهُمْ : یعنی ایسے کام کرنے پران کومجبور نہ کرنا جوان پرفرض نہیں ہے۔(۱)

۱۔ ترجمہ گویاوشرح فشردہ ای ازنہج البلاغہ ج۳ص ۱۴۹

حاشیہ: (۱) ان فقرات میں زندگی کے مختلف شعبوں کے بارے میں ہدایات کاذکرکیا گیاہے،اوراس نکتے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ حاکم کوکسی شعبۂ حیات سے غافل نہیں ہونا چاہیئے،اورکسی بھی محاذ پرایسا کوئی اقدام نہ کیا جائے،جوحکومت کوتباہ و بربادکردے،اورعوامی مفادات کونذرتغافل کرکے انہیں ظلم وستم کانشانہ بنادے۔

(۲) اس مقام پرحضرت علی علیہ السلام نے سماج کونوحصّوں میں تقسیم فرمایاہے: اورسب کی خصوصیات،فرائض،اہمیت اورذمّے داریوں کاتذکرہ فرمایاہے،اوریہ واضح کردیاہے کہ کسی کا کام دوسرے کے بغیرمکمل نہیں ہوسکتا،لہٰذاہرایک کافرض ہے کہ دوسرے کی مددکرے تاکہ سماج کی مکمل اصلاح ہوسکے،اورمعاشرہ چین اورسکون کی زندگی گزارسکے،ورنہ اس کے بغیرسماج تباہ وبرباد ہوجائے گا،اوراس کی ذمّے داری تمام طبقات پرعائدہوگی۔

(۳) علماءاورحکماء،فقہاءاورفلسفی نہیں ہیں، بلکہ وہ افراد ہیں جواجتماعی معاملات پرنظررکھتے ہوں اورامن اوراصلاح کے طریقوں سے باخبرہوں۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی:

(۱) رض: تربیت دو (۲) نجح: خوش کرنا (۳) اطراء) ضرورت سے زیادہ تعریف کرنا (۴) زھو: غرور (۵) تدنی: قریب کر دیتاہے (۶) عزہ: تکبر (۷) قبل: پاس (۸) نصب: تعب (۹) بلاء: برتاؤ

معاشرے کے مختلف طبقات

وَاعْلَمْ اَنَّ الرَّعِيَّةَ طَبَقَاتٌ لَا يَصْلُحُ بَعْضُهَا اِلَّا بِبَعْضٍ، وَلَا غِنَىٰ بِبَعْضِهَا عَنْ (☆)بَعْضٍ، فَمِنْهَا جُنُودُ اللّٰهِ وَمِنْهَا كُتَّابُ الْعَامَّةِ وَالْخَاصَّةِ وَمِنْهَا قُضَاةُ الْعَدْلِ -وَمِنْهَا عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَالرِّفْقِ، وَمِنْهَا أَهْلُ الْجِزْيَةِ وَالْخَرَاجِ مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ وَمُسْلِمَةِ النَّاسِ، وَمِنْهَا التُّجَّارُ وَأَهْلُ الصِّنَاعَاتِ، وَمِنْهَا الطَّبَقَةُ السُّفْلَىٰ مِنْ ذَوِى الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ وَكُلًّا قَدْ سَمَّى اللّٰهُ سَهْمَهُ (٢) لَهُ، وَوَضَعَ عَلَىٰ حَدِّه فَرِيْضَةً فِىْ كِتَابِهِ أَوْسُنَّةِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَالِه عَهْداً مِنْهُ عِنْدَ نَا مَحْفُوظاً. فَالْجُنُودُ بِاِذْنِ اللّٰهِ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ، وَزَيْنُ الْوُلَاةِ، وَعِزُّ الدِّيْنِ، وَسُبُلُ الْاَمْنِ، وَلَيْسَ تَقُوْمُ الرَّعِيَّةُ اِلَّا بِهِمْ، ثُمَّ لَا قِوَامَ لِلْجُنُوْدِ اِلَّا بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخِرَاجِ الَّذِىْ يَقْوَوْنَ بِهِ عَلَىٰ جِهَادِ عَدُوِّهِمْ، وَيَعْتَمِدُوْنَ عَلَيْهِ فِيْمَا يُصْلِحُهُمْ، وَيَكُوْنُ مِنْ وَرَآءِ حَاجَتِهِمْ ثُمَّ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ اِلَّا بِالصِّنْفِ الثَّالِثِ مِنَ الْقُضَاةِ، وَالْعُمَّالِ وَالْكُتَّابِ لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ (٢) وَيَجْمَعُوْنَ مِنَ الْمَنَافِعِ، وَيُؤْتَمَنُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ خَوَاصِّ الْاُمُوْرِ وَعَوَامِهَا وَلَا قِوَامَ لَهُمْ جَمِيْعًا اِلَّا بِالتُّجَارِ وَذَوِى الصِّنَاعَاتِ فِيْمَا يَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ مِنْ مَرَافِقِهِمْ (٣)، وَيُقِيْمُوْنَهُ مِنْ أَسْوَاقِهِمْ. وَيَكْفُوْنَهُمْ مِنَ التَّرَفُّقِ (٤) بِأَيْدِيْهِمْ مَالَا يَبْلُغُهُ رِفْقُ غَيْرِهِمْ. ثُمَّ الطَّبَقَةُ السُّفْلَىٰ مِنْ أَهْلِ الْحَاجَةِ وَالْمَسْكَنَةِ الَّذِيْنَ يَحِقُّ رِفْدُهُمْ (٥) وَمَعُوْنَتُهُمْ. وَفِى اللّٰهِ لِكُلٍّ

سَعَةٌ ، وَلِكُلٍّ عَلَى الْوَالِيْ حَقٌّ بِقَدْرِ مَا يُصْلِحُهُ ، وَلَيْسَ يَخْرُجُ الْوَالِيْ مِنْ حَقِيْقَةِ مَا أَلْزَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْاِهْتِمَامِ وَالْاِسْتِعَانَةِ بِاللّٰهِ ، وَتَوْطِيْنِ نَفْسِه عَلٰى لُزُوْمِ الْحَقِّ ، وَالصَّبْرِ عَلَيْهِ فِيْمَا خَفَّ عَلَيْهِ أَوْ ثَقُلَ.

ترجمہ: اور یاد رکھو کہ رعایا کے بہت سے طبقات ہوتے ہیں، جن میں سے کسی کی بہتری دوسرے کے بغیر نہیں ہوسکتی اور دوسرے سے لاتعلّق نہیں ہُوا جا سکتا، انہی میں اللہ تعالیٰ کے لشکر کے سپاہی بھی ہیں اور خاص و عام اُمور کے لکھنے والے بھی ہیں، انہی میں عدالت سے فیصلہ کرنے والے اور انہی میں انصاف اور نرمی کرنے والے کارندے بھی ہیں، انہی میں مسلمان اہلِ خراج اور کافر اہلِ ذمّہ ہیں، اور انہی میں تجارت، صنعت و حرفت والے لوگ بھی ہیں اور پھر انہی میں غریب فقیر و مسکین کا پست طبقہ بھی ہے اور سب کے لیے پروردگار نے ایک حصّہ مقرر کر دیا ہے اور اپنی کتاب کے فرائض یا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت میں اس کی حدود مقرر کر دی ہیں اور یہ وہ عہد ہے جو ہمارے پاس محفوظ ہے۔☆

فوج کی اہمیت:

حکمِ خدا سے فوجی دستے رعایا کے محافظ اور گورنروں (والیوں) کی زینت کا سبب ہیں۔ انہی سے دینِ الٰہی کی عزّت ہے اور یہی امن و امان کا وسیلہ ہیں۔ رعایا (عوام) کے امور کا قیام ان کے بغیر ممکن نہیں ہے اور یہ دستے بھی قائم نہیں رہ سکتے، جب تک خراج نکال نہ دیا جائے، جس کے ذریعے دشمنِ خدا سے جہاد کی طاقت فراہم ہوتی ہے، اور

جس پر حالات کی بہتری میں اعتماد کیا جا سکتا ہے اور وہی ان کے حالات کو بہتر بنانے کا وسیلہ ہے۔☆ اس کے بعد ان دونوں صنفوں کا قیام، قاضی، عامل اور کاتبوں کے طبقے کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ یہ سب عہد و پیماں کو مضبوط بنانے والے ہیں۔ منافع کو جمع کرتے ہیں اور معمولی اور غیر معمولی معاملات میں ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔☆ اس کے بعد ان سب کا قیام تاجروں اور صنعت کاروں کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ وہ وسائلِ زندگی فراہم کرتے ہیں، بازاروں کو قائم کرتے ہیں اور لوگوں کی ضروریات کا سامان ان کی تکلیف کے بغیر مہیا کرتے ہیں۔☆ اس کے بعد فقراء اور مساکین کا نچلا طبقہ ہے، جو امداد کا مستحق ہے اور اللہ کے پاس ہر ایک کے لیے سامانِ زندگی مقرر ہے اور ہر ایک کا گورنر (والی) پر اتنا حق ہے، جس سے اُس کے امر کی اصلاح ہو سکے اور گورنر (والی) اس فریضے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا، جب تک ان مسائل کو حل نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہ کرے، اور حقوق کی ادائیگی اور اس راہ میں مشکلات پر اپنے نفس کو آمادہ نہ کرے۔

۱) شعبہ ہائے تعلقات عامہ کو تقویٰ و دیانتداری پر استوار ہونا چاہیئے کہ انہی کے ذریعے لوگوں میں خود اعتمادی کو قوت ملتی ہے۔

آیت: أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَم مَّنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (سورۂ توبہ، آیت ۱۰۹)

کیا وہ جو اپنی عمارت کی بنیاد رکھے خدا الٰہی (تقویٰ) اور اس کی خوشنودی پر وہ

بہتر ہے جو اپنی بنیاد رکھے ایک گڑھے کے کنارے جو دھنس جانے والا ہو۔

(نور القرآن، ص ۲۰۵)

حدیث: قال علی علیہ السلام: مَنْ غَرَسَ اَشْجَارَ التُّقیٰ جَنیٰ ثِمَارَ الْهُدیٰ "

حضرت علی علیہ السلام فرمایا: جس نے تقویٰ اور پرہیز گاری کے درخت بوئے اس نے ہدایت کے پھل حاصل کیئے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد ۲، ص ۱۰۷۸)

۲) افواج مملکت میں شامل مخلص جاں نثاروں کی ہر حال میں حوصلہ افزائی کی جائے انہی کی بدولت وامان کا قیام یقینی ہوتا ہے۔

آیت: هُوَ الَّذِیْ أَنزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوا إِیْمَاناً مَّعَ إِیْمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَکَانَ اللَّهُ عَلِیْماً حَکِیْماً

(سورۂ الفتح، آیت ۴)

اور اللہ کے لیے آسمانوں اور زمین کے لشکر ہیں اور اللہ بڑا جاننے والا حکمت والا۔ (نور القرآن، ص ۵۱۲)

حدیث: قال علی علیہ السلام: مَنْ خَذَلَ جُنْدَهُ نَصَرَ اَضْدَادَهُ "

حضرت علی علیہ السلام کا فرمان ہے: جس نے اپنی فوج کی مدد چھوڑ دی اس نے اپنے مخالفین کی گویا مدد کی ہے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد ۱، ص ۱۹۸)

۳) اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ علاقائی حدود کا تحفظ بھی ضروری ہے اس مقصد کے لیے دفاعی جہاد کی راہیں کھولی جائیں۔

حیدرآباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۹

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ خُذُواْ حِذْرَكُمْ فَانفِرُواْ ثُبَاتٍ أَوِ انفِرُواْ جَمِيعًا
(سورۂ نساء، آیت ۷۱، (نورالقرآن، ص ۲۲۷)
اے ایمان لانے والو! اپنی حفاظت کا سامان مکمل رکھو۔
(نورالقرآن، ص ۹۰)

امام زین العابدین علیہ السلام کی دعا سرحد کے محافظوں کے بارے میں:

حدیث: قال زین العابدین علیہ السلام: **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهِ وَ حَصِّنْ ثُغُوْرَ الْمُسْلِمِيْنَ بِعِزَّتِكَ وَ اَيِّدْ حُمَاتَهَا بِقُوَّتِكَ۔**

امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: خدایا محمد و آل محمد علیہم السلام پر رحمت نازل فرما اور اپنے غلبہ کے ذریعے مسلمانوں کی سرحدوں کی محافظت فرما اور اپنی قوت کے سہارے محافظین حدود کی تائید فرما۔ (صحیفۂ سجادیہ کی دعا، ۲۷، ص ۱۸۲ / ۱۸۳)

۴) عدلیہ کی تشکیل نہایت باریک بینی سے کی جائے کہ اس کے ذریعے افراد معاشرہ سکھ چین کی نیند سو سکتے ہیں

آیت: سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ فَإِن جَآؤُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُم أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ وَإِن تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَن يَضُرُّوكَ شَيْئًا وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ إِنَّ اللّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (المائدہ، آیت ۴۲)

اور اگر فیصلہ کیجئے تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کیجئے، یقیناً اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔ (نورالقرآن، ص ۱۱۴)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: **" مَنِ ابْتَلٰى بِالْقَضَاءِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلْيَعْدِ لْ**

بَيْنَهُمْ فِيْ لِحَظِهِ وَاِشَارَتِهِ وَمَقْعَدِهِ وَمَجْلِسِهِ"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: جو بھی شخص مسلمانوں کے درمیان قضاوت اور فیصلہ کرنیکا ذمہ دار مقرر ہو جائے اسے چاہیے کہ اپنے ملاحظات، اشارات اور نشست و برخاست میں ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص۸۴۴)

۵) اقتصادی روابط کے استحکام واستحسان اوران میں اعتدال کے فروغ پر پوری توجہ جائے کہ مملکت کی خوشحالی اس سے وابستہ ہوتی ہے۔

آیت: وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِى فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكاً وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى (سورۂ طٰہٰ، آیت۱۲۴)

اور جو میری نصیحت سے روگردانی کرے گا تو اس کے لیے سخت زندگی ہوگی۔

(نور القرآن، ص۳۲۱)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اَهْنَى الْعَيْشِ اِطِّرَاحُ الْكُلَفِ.

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: گوارا ترین زندگی وہ ہے جس میں تکلفات نہ ہوں۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص۷۵۸)

۶) غریب و نادار افراد کی بہبود کے لیے مالی وسائل کی فراہمی حکومت کی بنیادی ذمہ داریوں میں شامل ہے اس میں کسی طرح کی کوتاہی قابل معافی نہیں۔

آیت: لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحصِرُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ لاَ يَسْتَطِيعُونَ ضَرْباً فِي الأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُم بِسِيمَاهُمْ لاَ يَسْأَلُونَ

النَّاسَ إِلْحَافاً وَمَا تُنفِقُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۷۳)

ان تنگ دست افراد کا حق ہےجو اللہ کی راہ میں بے چارہ وتدبیر ہو گئے ہیں اس طرح کہ روئے زمین پر سفر نہیں کرسکتے۔

ناواقف انہیں رکھ رکھاو کی وجہ سے مالدار سمجھے گا تم انہیں ان کے قیافہ سے پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

حدیث: قال علی علیہ السلام: لَا تُحَقِّرُوْا ضُعَفَاءَ اِخْوَانِكُمْ فَاِنَّهُ مَنِ احْتَقَرَ مُؤْمِنًا لَمْ يَجْمَعَ اللّٰهُ بَيْنَهَمَا فِيْ الْجَنَّةِ اِلَّا اَنْ يَّتُوْبَ "

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مالی طور پر کمزور اپنے بھائیوں تحقیر نہ کرو۔ کیوں کہ جس نے بھی کسی مؤمن کو پست کر دیا اللہ ان دونوں کو جنت میں ایک ساتھ نہیں رکھے گا مگر یہ کہ تحقیر کرنے والا توبہ کر لے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص ۸۱۰)

☆ شرح:

انسان مدنی الطبع ہے۔ یعنی اس طرح خلق کیا گیا ہے کہ اپنی خلقت کے اعتبار سے مجبور ہے کہ اپنے ہم جنس افراد کے ساتھ ضم ہو کر رہے اور ایک مخصوص جگہ کی تہذیب و آداب کو اپنا لے۔ متمدن سے مراد وہ شخص نہیں جو در و بازار والے شہروں کا رہنے والا ہے بلکہ متمدن وہ شخص ہے جو کسی بھی جگہ انسانوں کے ایک گروہ کے ساتھ رہنا ضروری سمجھتا ہے۔ کیونکہ ہر انسان اپنی بقا کی خاطر کھانے، پینے کی اشیاء کا محتاج ہے۔ نیز لباس کی اسے ضرورت ہے تا کہ سردی اور گرمی کی تکلیف سے بچا رہے اور

رہائشگاہ کی ضرورت ہے جس میں سکون پائے تا کہ دوسرے حیوانات کی جارحیت سے محفوظ رہے مذکورہ امور کو ہر انسان تن وتنہا انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان وسائل کو فراہم کرسکتا ہے، بلکہ ضروری ہے کہ ایک گروہ دوسروں کے لیے کھیتی باڑی کر کے اناج فراہم کرے، اور ایک جماعت ان کاشتکاروں کے لیے لباس تیار کرے اور اس گروہ کے لیے ایک جماعت گھر بنانے کا کام کرے جس کو بناء (مستری) کہتے ہیں (۱)

☆☆شرح:

۱۔ وَمِنْهَا عُمَّالُ الْاِنْصَافِ وَالرِّفْقِ: یعنی اندرونی (داخلی) امور کے منتظمین

۲۔ بِمَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَهُمْ مِنَ الْخِرَاجِ : یعنی اسلامی مالیات

۳۔ لَا قِوَامَ لِهٰذَيْنِ الصِّنْفَيْنِ : یعنی افواج اور مالیات ادا کرنے والے

۴۔ مِنَ الْقُضَاةِ ، وَالْعُمَّالِ : یعنی جج اور سرکاری ملازمین

۵۔ جَمِيْعًا اِلَّا بِالتُّجَّارِ: یعنی تاجر طبقہ پیشہ ور افراد اور صنعت کار

۶۔ اَلطَّبَقَةُ السُّفْلٰى : نچلا طبقہ

۷۔ حُصُوْنُ الرَّعِيَّةِ :عوام کے لیے قلعے کی مانند ہیں۔

۸۔ لِمَا يُحْكِمُوْنَ مِنَ الْمَعَاقِدِ : معاہدوں اور معاملات کو استحکام بخشتے ہیں۔(۲)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷،ص ۴۸

۲۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ص ۱۴۱

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) سھم: حصہ (۲) معاقد: عہد و پیمان (۳) مرافق: منافع (۴) ترفق: کسب (۵) رفد: مساعدت

فوج کی سرداری

فَوَلِّ مِنْ جُنُوْدِكَ أَنْصَحَهُمْ فِیْ نَفْسِكَ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ وَلِإِمَامِكَ ، وَأَنْقَاهُمْ جَیْباً (☆)(١) ، وَأَفْضَلَهُمْ حِلْماً (٢) ، مِمَّنْ یُبْطِیُٔ عَنِ الْغَضَبِ ، وَیَسْتَرِیْحُ اِلَی الْعُذْرِ ، وَیَرْأَفُ بِالضُّعَفَاءِ ، وَیَنْبُوْ (٣) عَلَی الْأَقْوِیَاءِ ، وَمِمَّنْ لَا یُثِیْرُهُ الْعُنْفُ وَلَا یَقْعُدُ بِهِ الضَّعْفُ ۔ ثُمَّ اَلْصَقْ بِذَوِی الْمُرُوْئَاتِ وَالْاَحْسَابِ وَأَهْلِ الْبُیُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ ، وَالسَّوَابِقِ الْحَسَنَةِ ، ثُمَّ أَهْلِ النَّجْدَةِ وَالشُّجَاعَةِ وَالسَّخَاءِ وَالسَّمَاحَةِ ، فَاِنَّهُمْ جِمَاعٌ (٤) مِنَ الْكَرَمِ ،وَشُعَبٌ (٥) مِنَ الْعُرْفِ(٦) ثُمَّ تَفَقَّدْ مِنْ أُمُوْرِهِمْ مَایَتَفَقَّدُالْوَالِدَانِ مِنْ وَلَدِهِمَا ، وَلَایَتَفَاقَمَنَّ (٧) فِیْ نَفْسِكَ شَیْءٌ قَوَّیْتَهُمْ بِهِ ، وَلَا تَحْقِرَنَّ لُطْفاً تَعَاهَدْ تَهُمْ بِهِ وَاِنْ قَلَّ ، فَاِنَّهُ دَاعِیَةٌ لَهُمْ اِلَی بَذْلِ النَّصِیْحَةِ لَكَ، وَحُسْنِ الظَّنِّ بِكَ ۔ وَلَا تَدَعْ تَفَقُّدَ لَطِیْفِ (٨) أُمُوْرِهِمْ اتِّكَالًا عَلٰی جَسِیْمِهَا فَاِنَّ لِلْیَسِیْرِ مِنْ لُطْفِكَ مَوْضِعاً یَنْتَفِعُوْنَ بِهٖ ، وَلِلْجَسِیْمِ مَوْقِعاً لَا یَسْتَغْنُوْنَ عَنْهُ. وَلْیَكُنْ آثَرُ (٩) رُؤُسِ جُنْدِكَ عِنْدَ كَ مَنْ وَاسَاهُمْ (١٠) فِیْ مَعُوْنَتِهٖ ، وَأَفْضَلَ(١١) عَلَیْهِمْ مِنْ جِدَ تِهٖ (١٢) بِمَا یَسَعُهُمْ وَیَسَعُ مَنْ وَرَآئَهُمْ مِنْ خُلُوْف (١٣) أَهْلِیْهِمْ حَتّٰی یَكُوْنَ هَمُّهُمْ هَمًّا وَاحِداً فِیْ جِهَادِ الْعَدُوِّ. فَاِنَّ عَطْفَكَ عَلَیْهِمْ یَعْطِفُ قُلُوْبَهُمْ عَلَیْكَ ، وَاِنَّ أَفْضَلَ قُرَّةَ عَیْنِ الْوُلَا ةِ اسْتِقَامَةُ الْعَدْلِ فِی الْبِلَادِ ، وَظُهُوْرُ مَوَدَّةِ الرَّعِیَّةِ ، وَاِنَّهُ لَا تَظْهَرُ مَوَدَّتُهُمْ اِلَّا بِسَلَا مَةِ صُدُوْرِهِمْ ، وَلَا

تَصِحُّ نَصِيحَتُهُمْ اِلَّا بِحِيطَتِهِمْ (١٤) عَلَىٰ وُلَاتِ الْأُمُورِ ، وَقِلَّةِ اسْتِثْقَالِ دُوَلِهِمْ ، وَتَرْكِ اسْتِبْطَاءِ انْقِطَاعِ مُدَّتِهِمْ ، فَافْسَحْ فِيْ آمَالِهِمْ ، وَوَاصِلْ فِيْ حُسْنِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ ، وَتَعْدِيدِ مَا اَبْلَىٰ ذَوُوالْبَلَاءِ مِنْهُمْ ، فَاِنَّ كَثْرَةَ الذِّكْرِ لِحُسْنِ اَفْعَالِهِمْ تَهُزُّ الشُّجَاعَ ، وَتُحَرِّضُ النَّاكِلَ ، اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۔

ثُمَّ اعْرِفْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ مَااَبْلٰى ، وَلَا تَضُمَّنَّ بَلَاءَ امْرِئٍ اِلٰى غَيْرِهِ ، وَلَا تَقْصُرَنَّ بِهٖ دُوْنَ غَايَةِ بَلَائِهٖ ، وَلَا يَدْعُوَنَّكَ شَرَفُ امْرِئٍ اِلٰى اَنْ تُعْظِمَ مِنْ بَلَائِهٖ مَا كَانَ صَغِيْرًا ، وَلَا ضَعَةُ امْرِئٍ اِلٰى اَنْ تَسْتَصْغِرَ مِنْ بَلَائِهٖ مَا كَانَ عَظِيْمًا ۔

وَارْدُدْ اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ مَا يُضْلِعُكَ مِنَ الْخُطُوْبِ ، وَيَشْتَبِهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاُمُوْرِ ، فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لِقَوْمٍ اَحَبَّ اِرْشَادَهُمْ : ﴿ يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوااللّٰهَ وَ اَطِيْعُواالرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ فَالرَّدُّ اِلَى اللّٰهِ : اَلْاَخْذُ بِمُحْكَمِ كِتَابِهٖ ، وَالرَّدُّ اِلَى الرَّسُوْلِ الْاَخْذُ بِسُنَّتِهِ الْجَامِعَةِ غَيْرِ الْمُفَرِّقَةِ ۔

ترجمہ: لشکرِ اسلام کا سردار اُس شخص کو مقرر کرنا جو اللہ تعالیٰ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور امام علیہ السلام کا سب سے زیادہ مخلص، سب سے زیادہ پاک باز اور سب سے زیادہ برداشت والا ہو(۱)، غصّے کے موقع پر جلد بازی نہ کرتا ہو، عذر کو قبول کرنے والا ہو، کمزوروں پر مہربان ہو، طاقت ور افراد کے سامنے ڈٹ جاتا ہو، بدخُوئی اسے جوش میں نہ لاتی ہو (۲) اور کمزوری اسے بٹھا نہ دیتی ہو۔

تعلقاتِ عامّہ: (۳) اپنا رابطہ اعلیٰ خاندان، نیک گھرانے، اچّھی روایات والے اور بہادر و شجاع، سخاوت و کرم کے حامل لوگوں سے مضبوط رکھو۔ یہ لوگ فضل و کرم کا سرمایہ اور نیکیوں کا سرچشمہ ہوتے ہیں۔ ان کے حالات کی اس طرح دیکھ بھال رکھنا، جس طرح والدین اپنی اولاد کے حالات پر نظر رکھتے ہیں۔ اگر ان کے ساتھ ایسا سلوک کرو، جو انہیں طاقت بخشتا ہو، تو اسے عظیم خیال نہ کر لینا اور اگر معمولی برتاؤ کیا ہے تو اسے تصوّر کر کے روک نہ لینا، اس لیے کہ اچّھا سلوک انہیں خلوص کی دعوت دے گا اور ان میں حُسنِ ظن پیدا ہوگا۔

اور خبردار، بڑے کاموں پر اعتبار کر کے چھوٹی چھوٹی ضروریات کی نگرانی کو نظرانداز نہ کر دینا کہ معمولی سی مہربانی کا بھی ایک اثر ہوتا ہے، جس سے لوگوں کو فائدہ ہوتا ہے اور بڑے کرم کا بھی ایک مقام ہے، جس سے لوگ مستغنی نہیں ہو سکتے۔

دفاع: اور دیکھو، سردارانِ لشکر میں تمہارے نزدیک سب سے زیادہ افضل و اعلیٰ اسے ہونا چاہیے، جو سپاہیوں کی مدد میں ہاتھ بٹاتا ہو اور اپنے مال میں سے ان پر اس قدر خرچ کرتا ہو کہ سپاہیوں کے پس ماندگان اور متعلقین کے لیے کافی ہو، تاکہ سب کا مقصد ایک رہ جائے، اور وہ ہے دشمنِ خدا سے جہاد۔ اس لیے کہ تمہاری مہربانی ان کے دل تمہاری طرف موڑ دے گی اور گورنروں (والیوں) کے حق میں بہترین خنکیٔ چشم کا باعث یہ ہے کہ ملک بھر میں عدل و انصاف قائم ہو اور عوام میں محبت اور اُلفت ظاہر ہو۔ اور یہ کام اُس وقت تک ممکن نہیں، جب تک سینے سلامت نہ ہوں اور ان کی

خیر خواہی مکمل نہیں ہوسکتی، جب تک یہ اپنے حاکموں کے گرد گھیرا ڈال کر ان کی حفاظت نہ کریں اوران کے اقتدار کو سر پر بوجھ تصوّر نہ کریں۔(۴) اوران کی حکومت کے خاتمے کا انتظار نہ کریں، لہٰذا ان کی اُمیدوں میں وسعت دینا اور ان کے کارناموں کی تعریف کرتے رہنا، بلکہ عظیم لوگوں کے کارناموں کو شمار کرتے رہنا کہ ایسا کرنا بہادروں کو پُرجوش بنانا ہے اور پیچھے ہٹ جانے والوں کو بہادری پر اُبھارنا ہے۔ اِن شاءاللہ۔۔۔

اس کے بعد ہر شخص کے کارنامے کو پہچانتے رہنا اور کسی ایک کے کارنامے کو دوسرے کے نامۂ اعمال میں تحریر نہ کرنا اوران کو مکمل بدلہ دینے میں کوتاہی نہ کرنا اور کسی کی سماجی حیثیت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ تم کسی کے معمولی عمل کو بڑا قرار دیدو یا کسی کم حیثیت کے آدمی کے بڑے کارنامے کو معمولی قرار دو۔

جو کام مشکل دِکھائی دیں اور تمہارے لیے مشتبہ ہوجائیں، انہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹا دو کہ پروردگارِ عالم نے جس قوم کو ہدایت دینا چاہی ہے، اُس نے فرمایا ہے کہ ''اے ایمان والو، اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صاحبانِ امر کی اطاعت کرو۔ اس کے بعد کسی شے میں تمہارا اختلاف ہوجائے تو اسے اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف پلٹا دو۔'' اللہ کی طرف پلٹانے سے مراد اُس کی کتابِ محکم کی طرف پلٹانا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس سنّت کی طرف پلٹانا ہے، جو اُمّت کو جمع کرنے والی ہو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ سنّت ہی نہیں، جو لوگوں کو تفرقے میں ڈالنے والی ہو۔

۱)　دفاعی امور ومصارف میں دیانتداری افراد کے تقرر کیساتھ ان کی حوصلہ افزائی اورانکے لواحقین کی مالی کفالت کا عادلانہ نظام وانتظام ہونا چاہیئے۔

آیت: یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا کُونُوا قَوَّامِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاء بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَی اَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوَی وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ　(سورۂ المائدہ، آیت ۸)

انصاف کرتے رہو، یہی پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

(نورالقرآن، ص۱۰۹)

حدیث: قال علی علیہ السلام: مَاعُمِّرَتِ الْبُلْدَانُ بِمِثْلِ الْعَدْلِ "

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: شہروں کی تعمیر جس طرح عدل وانصاف کے قیام سے ہوسکتی ہے ویسا کسی اور کچھ سے نہیں ہوسکتی۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص۶۵۰)

۲)　حکومتی امور میں شامل ذمہ دار افراد کی ذاتی صلاحیت کردار کی عظمت اور امانتداری ودیانتداری کی بھرپور جہاں بین کی جائے اور بے داغ کردار کے حاصل افراد کو ترجیحی بنیادوں پر مواقع فراہم کئے جائیں۔

آیت: وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۔ (سورۂ مؤمنون، آیت ۸)

اور وہ جو اپنی امانتوں اور عہد وپیمان کا لحاظ رکھتے ہیں۔

(نورالقرآن، ص۳۴۳)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت کی پاسداری نہ کرتا ہو۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۱۱۶)

۳) اطلاعات فراہم کرنے والے افراد کی گفتار ورفتار پر کڑی نظر رکھتے ہوئے انکی کارکردگی پر ان کی مناسب حوصلہ افزائی کی جائے اوران میں کود اعتمادی کے جذبات کوفروغ دیا جائے۔

آیت: مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ (سورۂ ق، آیت ۱۸)

کوئی بات اس کی زبان سے نہیں نکلتی مگر یہ کہ اسکے پاس نگران تیار موجود ہیں

حدیث: قال الصادق علیہ السلام : مَنِ اعْتَدَلَ يَوْمَاهُ فَهُوَ مَغْبُوْنٌ وَمَنْ كَانَ فِيْ غَدِهِ شَرًّا مِنْ يَوْمِهِ فَهُوَ مَفْتُوْنٌ وَمَنْ لَمْ يَتَفَقَدْ النُّقْصَانَ فِيْ نَفْسِهٖ دَامَ نَقْصُهُ فَالْمَوْتُ خَيْرٌلَّهُ

جس شخص کے دونوں دن برابر ہوں وہ خسارے میں رہا، جس کا فردا اسکے آج سے بدتر ہو وہ فتنوں کا شکار ہوا، جو شخص اپنے نقصان کی نگرانی نہیں کرے گا وہ ہمیشہ نقصان میں رہے گا اور جو ہمیشہ نقصان میں رہے گا اس کے لیے موت بہتر ہے۔

(میزان الحکمۃ، جلد ۴، ص ۳۱۰)

۴) اچھے اور بڑے کارناموں پر حسن کارکردگی وحوصلہ افزائی کے صلے و تمغے وانعامات دیئے جائیں، اس مقصد کے لیے صرف اور صرف عملی کارناموں کی اصل کیفیت اسی کو بنیادی طور پر ملحوظ ہونی چاہیے نہ کہ معاشرتی ودیگر جہات۔

آیت: مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً

وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ أَجۡرَهُم بِأَحۡسَنِ مَا كَانُواْ يَعۡمَلُونَ۔ (سورہ نحل، آیت ۹۷)

جو نیک اعمال کرے خواہ مرد ہو یا عورت درآن حالیکہ وہ باایمان ہو تو ہم اسے ایک پاک و پاکیزہ زندگی عطا کریں گے۔

(نور القرآن، ص ۲۷۹)

حدیث: قال علی علیہ السلام: مَنۡ يَّعۡمَلۡ يَزۡدَدۡ قُوَّةً، مَنۡ يُقَصِّرۡ فِيۡ الۡعَمَلِ يَزۡدَدۡ فَتۡرَةً.

علی علیہ السلام نے فرمایا: جو عمل کرتا ہے اس کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور جو عمل میں کوتاہی کرتا ہے اس کی سستی میں اضافہ ہوتا ہے۔ (میزان الحکمہ، جلد۲، ص ۱۶)

☆شرح:

یہ فصل فوجی کمانڈروں کے بارے میں سفارشات سے متعلق ہے آپؑ نے انہیں اس بارے میں یہ احکامات دیئے کہ انہیں عہدوں پر مامور کرنے کی شرائط یہ ہیں

۱۔ امین ہو اور خیانت سے بچنے والا ہو۔

۲۔ اپنے غصے پر قابو رکھنے والا اور معمولی سی معذرت کے ساتھ بھی معاف کرنے والا ہو۔

۴۔ کمزوروں پر مہربان اور شفقت کرنے والا ہو۔

۵۔ طاقتوروں سے دور رہے اور انہیں کمزوروں پر ظلم کرنے سے باز رکھنے والا ہو۔

۶۔ غصے میں تشدد اور کمزوری میں عاجزی دکھانے والا نہ ہو۔

☆شرح:

(1)وَظُهُورُ مَوَدَّةِ الرَّعِيَّةِ : یعنی عوام کی ان حکمرانوں سے محبت کا اظہار ہے۔(۲)

۱۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ص ۱۴۳

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱۷ص ۵۲

حاشیہ: (۱) واضح رہے کہ مولائے کائنات علیہ السلام کی نظر میں طبقات کی بنیاد دولت و ثروت، نسل و نسب اور دین و مذہب نہیں ہے، بلکہ ان کا تمام تر دار و مدار کام اور صرف کام پر ہی ہے، اور سماج میں جتنے قسم کے کام ہیں، اُتنے ہی قسم کے طبقات پائے جاتے ہیں، اور سب ایک دوسرے کے لیے ضروری ہیں، جن میں کسی کی افادیت دوسرے کے بغیر ممکن نہیں ہے، لہٰذا اسے فوقیت اور برتری کی علامت بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

(۲) یہ خاندان پرستی یا شخصیّت پرستی کی تعلیم نہیں ہے، بلکہ کارناموں کی قدردانی ہے، جن گھروں میں بڑے کارناموں والے افراد پائے جاتے ہیں، اُن کی تربیت اور ذہنیت دوسرے افراد سے بلند ہوتی ہے، اور اس کے بعد اس رابطے کا مقصد بھی کوئی امتیاز دینا نہیں ہے، بلکہ ان کی صلاحیتوں سے استفادہ کرنا اور انہیں بروئے کار لانا ہے، اور اس میں کسی قسم کا جمہوری عیب نہیں ہے۔

(۳) سردارانِ لشکر کے بارے میں اس قدر تاکید اور ان کی شرائط اور اوصاف میں اس قدر شدت، اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ لشکر ہی ملک کا واحد ذمّے دار ہوتا ہے، اور اس کا جان کی بازی لگا دینا سارے ملک کو جان کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے، ایسے حالات میں اگر اس کے بارے میں سختی سے کام نہ لیا گیا اور اسے نااہلوں کی نگرانی میں دیدیا گیا تو ملک کی تباہی میں کوئی دیر نہیں رہ جائے گی۔ سوچیے ملک کا کروڑوں کا دفاعی بجٹ اور دفاع پر خرچ ہونے والا بے حساب سرمایہ کیا اسی قابل ہے کہ اسے بے دردی سے برباد کیا جائے، اور اس کی ذمّے داری غیر ذمّے دار قسم کے افراد کے حوالے کر دی جائے، جو ملک کو اپنی خواہشات کی راہ پر چلانا چاہتے ہوں اور خود کو بہ ظاہر مجسّم نیکی بنا کر پیش کرنا چاہتے ہوں۔

(۴) یہ اس نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ حاکم کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ لوگ اس کے اقتدار کو ایک بوجھ تصوّر کریں، اور اس کی حکومت کے خاتمے کا انتظار کریں۔ اس صورتِ حال کا خاتمہ خنجر و شمشیر اور ظلم و ستم سے نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کا واحد راستہ عوام میں محبت اور اعتماد کا پیدا کرنا ہے، جو بہترین برتاؤ کے بغیر ناممکن ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) جیب: گریبان (۲) حلم: تحمل، عقل (۳) ینبو ا: اکڑ جاتا ہے (۴) جماع: مجموعہ (۵) شعب: جمع شعبہ (۶) عرف: نیکی (۷) تقاقم: بڑائی (۸) لطف مہربانی (۹) آثر: افضل (۱۰) واساھم: ہمدردی (۱۱) افضل: مہربانی کی (۱۲) جدہ: مال داری (۱۳) خلوف: بقیہ، پسماندگان (۱۴) حیطہ: حفاظت (۱۵) ذوو البلاء: عظیم کام انجام دینے والے (۱۶) ناکل: پست ہمت (۱۷) بلاء: نیکی (۱۸) یعضلع: مشکل ہو جائے (۱۹) محکم کتاب: صریح احکام۔

قضاوت کے لیے بہترین انسان کا انتخاب

ثُمَّ أَخْتَرْ لِلْحُكْمِ بَيْنَ النَّاسِ أَفْضَلَ رَعِيَّتِكَ فِيْ نَفْسِكَ مِمَّنْ لَا تَضِيْقُ بِهِ (☆)الْأُمُوْرُ، وَلَا تُمَحِّكُهُ (١) الْخُصُوْمُ، وَلَا يَتَمَادَىٰ (٢) فِي الزَّلَّةِ (٣)، وَلَا يَحْصَرُ (٤) مِنَ الْفَيْءِ (٥) إِلَى الْحَقِّ إِذَا عَرَفَهُ، وَلَا تُشْرِفُ (٦) نَفْسُهُ عَلَىٰ طَمَعٍ، وَلَا يَكْتَفِيْ بِأَدْنَىٰ فَهْمٍ دُوْنَ أَقْصَاهُ (٧)، وَأَوْقَفَهُمْ فِي الشُّبُهَاتِ، وَآخَذَهُمْ بِالْحُجَجِ، وَأَقَلَّهُمْ تَبَرُّماً (٨) بِمُرَاجَعَةِ الْخَصْمِ، وَأَصْبَرَهُمْ عَلَىٰ تَكَشُّفِ الْأُمُوْرِ، وَأَصْرَمَهُمْ (٩) عِنْدَ اتِّضَاحِ (2)الْحُكْمِ، مِمَّنْ لَا يَزْدَهِيْهِ إِطْرَاءٌ (١٠) وَلَا يَسْتَمِيْلُهُ إِغْرَاءٌ، وَأُولٰئِكَ قَلِيْلٌ. ثُمَّ أَكْثِرْ تَعَاهُدَ (١١) قَضَائِهِ وَافْسَحْ لَهُ فِي الْبَذْلِ (١٢) مَا يُزِيْلُ عِلَّتَهُ، وَتَقِلُّ مَعَهُ حَاجَتُهُ إِلَى النَّاسِ، وَأَعْطِهِ مِنَ الْمَنْزِلَةِ لَدَيْكَ مَالَا يَطْمَعُ فِيْهِ غَيْرُهُ مِن (☆☆) خَاصَّتِكَ لِيَأْمَنَ بِذَالِكَ أَغْتِيَالَ الرِّجَالِ (1)لَهُ عِنْدَكَ. فَانْظُرْ فِيْ ذٰلِكَ نَظَراً بَلِيْغاً فَإِنَّ هٰذَا الدِّيْنَ قَدْ كَانَ أَسِيْراً فِيْ أَيْدِي الْأَشْرَارِ، يُعْمَلُ فِيْهِ بِالْهَوَىٰ، وَتُطْلَبُ بِهِ الدُّنْيَا.

ترجمہ: لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ان لوگوں کو منتخب کرنا، جو عوام میں تمہارے نزدیک سب سے بہتر ہوں۔(۱) اس اعتبار سے کہ نہ معاملات تنگی کا شکار ہونے والے ہوں اور نہ جھگڑا کرنے والوں پر غصّہ کرنے والے ہوں، نہ غلطی پر اَڑنے والے ہوں اور نہ حق کے واضح ہو جانے کے بعد اس کی طرف پلٹ کر آنے

میں تکلّف کرنے والے ہوں اور نہ ان کا نفس لالچ کی طرف جُھکنے والا ہو اور نہ معاملات کی تحقیق میں ادنیٰ فہم پر اکتفا کر کے مکمل تحقیق نہ کرے والے ہوں۔ شُبہات پر توقّف کرتے ہوں اور دلیلوں کو سب سے زیادہ اختیار کرتے ہوں۔ فریقین کی بحث سے اُکتا جانے والے نہ ہوں اور معاملات کی چھان پھٹک میں پوری قوّتِ برداشت کا مظاہرہ کرنے والے ہوں، اور حکم کے واضح ہو جانے کے بعد نہایت وضاحت سے فیصلہ کرتے ہوں۔ نہ تو کسی کی تعریف سے مغرور ہوں اور نہ کسی کے اُبھارنے پر اُونچے ہو جانے والے ہوں۔ ایسے لوگ یقیناً کم ہیں، لیکن ہیں۔

پھر اس کے بعد تم خود بھی ان کے فیصلوں کی نگرانی کرتے رہنا اور ان کے عطیات میں اتنی وسعت کر دینا کہ ان کی ضرورت ختم ہو جائے اور پھر وہ لوگوں کے محتاج نہ رہیں۔ انہیں اپنے قریب ایسا رتبہ اور مقام عطا کرنا، جس کی تمہارے خاص مصاحب بھی طمع نہ کرتے ہوں کہ اس طرح وہ لوگوں کے ضرر سے محفوظ رہیں گے، مگر اس معاملے پر بھی گہری نظر رکھنا کہ یہ دِین بہت دنوں اشرار کے ہاتھوں قیدی رہا ہے، جہاں ان کی خواہشات کی بنیاد پر کام ہوتا رہا ہے اور مقصد صرف دنیا طلبی تھا۔

☆شرح:

مقدمے کے افراد اس شخص کو جو قاضی کے منصب پر فائز ہوتا ہے ہٹ دھرمی پر اکسا نہ سکیں اور اگر اس سے کوئی لغزش سرزد ہو جائے تو اسی میں مگن نہ رہے بلکہ حق کی طرف واپس پلٹ آئے، بلکہ حق بات کے کہنے میں ہچکچاہٹ سے کام نہ لے۔ اپنے

مفادات کے خطرے میں پڑ جانے کی پروانہ کرے۔ جلدی فیصلہ کرنے والا نہ ہو بلکہ ممکنہ حد تک مقدموں کے بارے میں جانچ پڑتال کرے، مقدموں کی کثرت اور مراجعین کی تعداد میں اضافے سے تنگدل اور بے قرار نہ ہو جائے، کیونکہ یہ چیزیں ہر انسان کے لیے بری ہیں اور قاضی کے لیے تو بدتر ہیں۔

پھر آپؑ نے انہیں حکم دیا کہ ان ججوں کے فیصلوں اور مقدمات کی پیروی سے آگاہ رہیں، ان کی تمام ضروریات کو پورا کریں تا کہ وہ کسی گلے کے محتاج نہ رہیں۔

☆☆شرح:

"ان هـذا الدين كان اسيرا" یہ ارشاد ہے عثمان کے دور خلافت کے ججوں اور ارباب اقتدار کی طرف اور یہ کہ وہ لوگ حق کی بنیاد پر فیصلے نہیں سناتے تھے بلکہ اپنی خواہشات کی پیروی میں دینوی مفادات کے لیے ایسا کرتے تھے۔

☆☆شرح:

۱۔ لِيَأْمَنَ بِذٰلِكَ اُغْتِيَالَ الرِّجَالِ: اور یقین کر لے کہ اس کی حیثیت اتنی کم نہیں ہے کہ اس کے خلاف شکایت کی جا سکے۔

۲۔ وَاَصْرَمَهُمْ (۹) عِنْدَ اتِّضَاحِ: حق آشکار ہونے کے بعد فیصلہ دینے میں سب سے زیادہ مصمم ہو۔(۱)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱۷، ص۵۹، ۶۰

۲۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳، ص ۱۴۷

حاشیہ: (۱) اس مقام پر قاضی کے حسبِ ذیل صفات کا تذکرہ کیا گیا ہے:

۱۔ خود حاکم کی نگاہ میں قضاوت کرنے کا اہل ہو۔ ۲۔ تمام رعایا میں افضلیت کی بنیاد پر منتخب کیا گیا ہو۔
۳۔ مسائل میں اُلجھ نہ جاتا ہو، بلکہ صاحبِ نظر و استنباط ہو۔ ۴۔ فریقین کے جھگڑوں پر غصہ نہ کرتا ہو۔
۵۔ غلطی ہو جائے تو اس پر اکڑتا نہ ہو۔ ۶۔ لالچی نہ ہو۔ ۷۔ معاملات کی مکمل تحقیق کرتا ہو۔ اور کاہلی کا شکار نہ ہو۔ ۸۔ شُبہات کے موقع پر جلدی بازی سے کام نہ لیتا ہو، بلکہ دیگر مقررہ قوانین کے مطابق فیصلہ کرتا ہو۔ ۹۔ دلائل کو قبول کرنے والا ہو۔ ۱۰۔ فریقین کی طرف مراجعہ کرنے سے اُکتاتا نہ ہو، بلکہ پوری بحث سُننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ۱۱۔ تحقیقات میں بے پناہ قوت، صبر و تحمل کا مالک ہو۔ ۱۲۔ بات واضح ہونے کی صورت میں قطعی فیصلہ کرنے میں تکلّف نہ کرتا ہو۔ ۱۳۔ تعریف سے مغرور نہ ہوتا ہو۔ ۱۴۔ لوگوں کے اُبھارنے سے کسی کی طرف جھکاؤ نہ پیدا کرتا ہو۔

تشریح:

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) محک: غصہ میں آجانا (۲) تمادی: دور تک چلا جانا (۳) زلّہ: لغزش (۴) لاتحصر: خستہ نہ ہو جائے (۵) فیء: رجوع (۶) لا تشرف: سر اٹھا کر نہ دیکھے (۷) اقصیٰ: دور رس (۸) تبرم: بد دلی (۹) اصرم: زیادہ صریح (۱۰) اطراء: بے تحاشہ تعریف (۱۱) تعاھد: نگرانی (۱۲) بذل: عطیہ۔

حکومتی کاموں کی نگرانی

ثُمَّ انْظُرْ فِیْ أُمُوْرِ عُمَّالِكَ فَاسْتَعْمِلْهُمُ اخْتِبَاراً (١) ، وَلَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً(٢) (☆)وَأَثَرَةً (٣) ، فَإِنَّهُمَاجِمَاعٌ مِنْ شُعَبِ الْجَوْرِ وَالْخِيَانَةِ . وَتَوَخَّ (٤) مِنْهُمْ أَهْلَ التَّجْرِبَةِ وَالْحَيَاءِ ، مِنْ أَهْلِ الْبُيُوْتَاتِ الصَّالِحَةِ ، وَالْقَدَمِ (٥) فِی الْاِسْلَامِ الْمُتَقَدِّمَةِ ، فَإِنَّهُمْ أَكْرَمُ أَخْلَاقاً ، وَأَصَحُّ أَعْرَاضاً وَأَقَلُّ فِی الْمَطَامِعِ اِشْرَاقاً وَأَبْلَغُ فِیْ عَوَاقِبِ الْأُمُوْرِ نَظَراً . ثُمَّ أَسْبِغْ (٦) عَلَيْهِمُ الْأَرْزَاقَ ، فَإِنَّ ذٰلِكَ قُوَّةٌ لَهُمْ عَلَى اسْتِصْلَاحِ أَنْفُسِهِمْ ، وَغِنىً لَهُمْ عَنْ تَنَاوُلِ مَاتَحْتَ أَيْدِيْهِمْ ، وَ حُجَّةٌ عَلَيْهِمْ اِنْ خَالَفُوْا أَمْرَكَ أَوْ ثَلَمُوْا (٧) اَمَانَتَكَ . ثُمَّ تَفَقَّدْ اَعْمَالَهُمْ ، وَابْعَثِ الْعُيُوْنَ (٨) مِنْ اَهْلِ الصِّدْقِ وَالْوَفَاءِ عَلَيْهِمْ ، فَاِنَّ تَعَاهُدَكَ فِی السِّرِّ لِاُمُوْرِهِمْ حَدْوَةٌ (٩) لَهُمْ عَلَى اسْتِعْمَالِ الْاَمَانَةِ ، وَالرِّفْقِ بِالرَّعِيَّةِ وَتَحَفَّظْ مِنَ الْاَعْوَانِ ، فَاِنْ اَحَدٌ مِنْهُمْ بَسَطَ يَدَهُ اِلَى خِيَانَةٍ اجْتَمَعَتْ بِهَا عَلَيْهِ عِنْدَكَ اَخْبَارُ عُيُوْنِكَ اكْتَفَيْتَ بِذٰلِكَ شَاهِداً ، فَبَسَطْتَ عَلَيْهِ الْعُقُوْبَةَفِیْ بَدَنِهِ وَاَخَذْتَهُ بِمَا اَصَابَ مِنْ عَمَلِهِ ، ثُمَّ نَصَبْتَهُ بِمَقَامِ الْمَذَلَّةِ، وَوَسَمْتَهُ بِالْخِيَانَةِ ، وَقَلَّدْتَهُ عَارَالتُّهَمَةِ.

ترجمہ: اس کے بعد اپنے عاملوں کے معاملات پر بھی نظر رکھنا اور انہیں آزمائش کے بعد کام سپرد کرنا اور خبردار، تعلقات یا جانب داری کی وجہ سے کسی کو عہدہ نہ دینا کہ یہ ظلم وخیانت میں شامل ہے اور دیکھو ان میں بھی جو مخلص اور غیرت مند لوگ ہوں، اُن کو

تلاش کرنا اور جو اچھّے خاندان کے افراد ہوں اور اسلام کے لیے پہلے خدمات انجام دے چکے ہوں، کیوں کہ ایسے لوگ خوش اَخلاق اور بے داغ عزّت کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کے اندر اسراف کا لالچ کم ہوتا ہے اور یہ لوگ کام کے انجام پر نظر رکھنے والے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد ان کے اخراجات کا انتظام کر دینا کہ اس طرح انہیں اپنے نفس کی اصلاح کا بھی موقع میسّر آتا ہے اور دوسروں کے مال و دولت پر قبضہ کرنے سے بے نیاز ہو جاتے ہیں اور پھر تمہارے حکم کی مخالفت کریں یا امانت میں خیانت کریں تو ان پر حجّت تمام ہو جاتی ہے۔

اس کے بعد ان عمّال (کارگزار) کے کاموں کی بھی تفتیش کرتے رہنا اور نہایت معتبر، سچّے اور پاک باز لوگوں کو ان پر جاسوسی کے لیے مقرر کرنا کہ یہ طریقہ انہیں ایمانداری اور رعایا کے ساتھ نرمی کے برتاؤ پر آمادہ کر دے گا اور دیکھو اپنے معاونین اور مدد گاروں سے بھی خود کو بچا کر رکھنا کہ ان میں اگر ایک بھی خیانت کی طرف ہاتھ بڑھائے (۱) اور تمہارے جاسوس یہ خبر دیں تو اس گواہی کو کافی سمجھنا اور اسے جسمانی سزا بھی دینا اور جو مال و دولت حاصل کیا، وہ بھی چھین لینا اور معاشرے میں ذلّت کے مقام پر رکھ کر خیانت کے مرتکب مجرم کی حیثیت سے روشناس کرانا اور رُسوائی کا طوق اس کی گردن میں ڈال دینا۔

۱۔ معاشرہ و امورِ مملکت داری کے تحفظات کی نظام، سیکورٹی سسٹم میں شامل افراد کی پاکیزگی و کردار اور قوت قلب کی باریک بینی کے ساتھ جہاں بینی کیجائے تا کہ بھرپور اطمینان کی فضاء میں نظام حکومت چل سکے۔

آیت: وَمَا لَهُمْ أَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا أَوْلِيَاءَهُ إِنْ أَوْلِيَاؤُهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

(سورۂ انفال، آیت ۳۴)

وہ ان کے ورثہ دار نہیں ہیں مگر پرہیز گار لوگ لیکن ان میں سے زیادہ تر آدمی علم نہیں رکھتے (نور القرآن، ص ۱۸۲)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اِذَا كَانَ اُمَرَاؤُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَاؤُكُمْ سُمَحَائُكُمْ وَاَمْرُكُمْ شُوْرَىٰ بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنْ بَطْنِهَا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے حکمران نیک لوگ ہوں گے، تمہارے مالدار سخی ہوں گے، تمہارے

معلاملات باہمی مشوروں سے طے پاتے رہیں گے تمہارے لیے زین کی پشت اسکے شکم سے بہتر ہوگی۔

(میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۲۱۶)

۲۔ حکومتی اداروں اور تمام متعلقہ محکموں کے ملازمین کی کارکردگی و کارگزاری پر کڑی نظر رکھی جائے اور مخلص و فرمانبردار افراد کی حوصلہ افزائی کے ساتھ ساتھ رخنہ اندازوں، مفاد پرستوں اور احکامات کی خلاف ورزی کے مرتکب عناصر کی ریشہ دوانیوں کا قلع قمع کرنیکے لیے سخت تنبیہ کا نظام قائم کیا جائے۔ اور مجرم افراد کے محکمانہ احتساب کے ساتھ ساتھ سخت و عبرت ناک جسمانی سزا اور معاشرتی سرزنش سے دریغ نہ کیا جائے۔

آیت: **فاعبداللّٰہ مخلصا له الدین** . سورۂ زمر،آیت۲، ۔ اللہ کی عبادت کیجئے خالص رکھتے ہوئے دین کو اس کے لیے۔

(نورالقرآن،ص۴۵۹)

حدیث قال علی علیہ السلام : اَخْلِصِ الْعَمَلَ یُجْزِكَ مِنْهُ الْقَلِیْلُ۔ حضرت علی علیہ السلام فرمایا: عمل کو خلوص کے ساتھ انجام دو کہ اس کا تھوڑا ابھی تمہارے لیے کافی ہوگا۔

یکصد موضوع،۵۰۰ داستان، چاپ دوم،ص۴۰

☆شرح:

سرکاری ملازمین یعنی خفیہ سیکرٹ ادارے، مالیات اور صدقات اوقاف، رفاہِ عامہ اور دیگر ملازمین کے بارے میں آپؑ کا ارشاد ہے کہ انہیں پہلے آزمالیں اور صلاحیت کی بنیاد پر مامور کرلیں نہ کہ اقربا پروری، سفارش، دباؤ اور انعام واکرام کی بنیاد پر، کیونکہ یہ باتیں اور خیانت کے زمرے میں شامل ہیں۔اس لیے کہ غیر مستحق کو مستحق پر ترجیح دی جارہی ہے اور یہ مستحق کے ساتھ ناانصافی اور جور ہے اور خیانت اس اہل افراد کو ملازمت دینا ہی امانت کا تقاضا ہے۔پس جس نے اس کی خلاف ورزی کی گویا اس نے اس کے ساتھ خیانت کی جس نے اسے اقتدار سونپا ہے۔

(1)وَلَا تُوَلِّهِمْ مُحَابَاةً: اپنی ذاتی رغبت اور آمریت کی بنیاد پر کسی کو معاملات نہ سونپو کیونکہ آمریت اور ذاتی رغبت کا رجحان ظلم اور خیانت کے زمرے میں آتا ہے

(۲)

۲۔ وَقَلِّدْهُ عَارَ التُّهَمَةِ: اوراسکو معاشرے میں اسطرح رسوا کرو کہ دوسروں کے لیے باعث عبرت بنا جائے۔(۳)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۶۹

۲۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۴۷

۲۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۴۹

حاشیہ: (۱) یہ اسلامی نظام کا طرّۂ امتیاز ہے کہ اس نے زمینوں پر ٹیکس ضرور رکھا ہے کہ پیداوار میں اگر ایک حصّہ مالکِ زمین کی محنت اور آبادکاری کا ہے، تو ایک حصّہ مالکِ کائنات کے کرم کا بھی ہے، جس نے زمین میں پیداوار کی صلاحیت ودیعت کی ہے، اور وہ پوری کائنات کا مالک ہے، وہ اپنے حصّے کو پورے سماج میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، اور اسے نظام کی تکمیل کا بنیادی عنصر قرار دینا چاہتا ہے، لیکن اس ٹیکس کو حاکم کی صوابدید اور اس کی خواہش پر نہیں رکھا ہے، جو دنیا کے تمام ظالم اور عیّاش حکّام کا طریقۂ کار ہے، بلکہ اُس زمین کے حالات سے وابستہ کردیا ہے، تاکہ ٹیکس اور پیداوار میں رابطہ رہے، اور مالکانِ زمین کے دِلوں میں حاکم سے ہمدردی پیدا ہو، پُرسکون حالات میں دل لگا کر کاشت کریں اور حادثاتی مواقع پر مملکت کے کام آسکیں۔ ورنہ اگر عوام میں بددِلی اور بدظنی پیدا ہوگئی تو نظام اور سماج کو بربادی سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی:

(۱) اختبار: امتحان (۲) اثرہ: خودرائی (۳) محاباۃ: تعلقات (۴) توخّ: تلاش کرو (۵) قدم: سابقہ (۶) اسبغ: مکمل کرو (۷) ثلموا: کوتاہی کی (۸) عیون: نگران، جاسوس (۹) حدوہ: ہنکانا

مالیاتی اداروں پر کڑی نظر

وَتَفَقَّدْ اَمْرَ الْخَرَاجِ بِمَا يُصْلِحُ اَهْلَهَ ، فَاِنَّ فِیْ صَلاَحِه وَصَلاَحِهِمْ وَصَلاَ حاً لِمَنْ سِوَاهُمْ ، وَلَا صَلاَ حَ لِمَنْ سِوَاهُمْ اِلَا بِهِمْ ، لِاَ نَّ النَّاسَ كُلَّهُمْ عِيَالٌ عَلَى الْخَرَاجِ وَاَهْلِهِ وَلْيَكُنْ نَظَرُكَ فِیْ عِمَارَةِ الْاَرْضِ اَبْلَغَ مِنْ نَظَرِكَ فِیْ اسْتِجْلَا بِ الْخَرَاجِ لِاَ نَّ ذٰلِكَ لَا يُدْرَكُ اِلَّا بِالْعِمَارَةِ ، وَمَنْ طَلَبَ الْخَرَاجَ بِغَيْرِ عِمَارَةٍ اَخْرَبَ الْبِلَادَ ، وَاَهْلَكَ الْعِبَادَ ، وَلَمْ يَسْتَقِمْ اَمْرُهُ اِلَّا قَلِيْلاً . فَاِنْ شَكَوْا ثِقَلاً اَوْعِلَّةً (١)، اَوْ انْقِطَاعَ شِرْبٍ (٢)اَوْبَالَّةٍ ، اَوْاِحَالَةَ (٣) اَرْضٍ اغْتَمَرَهَا (٤) غَرَقٌ ، اَوْاَجْحَفَ (٥) بِهَا عَطَشٌ ، خَفَّفْتَ عَنْهُمْ بِمَا تَرْجُوْ اَنْ يَصْلُحَ بِهِ اَمْرُهُمْ ، وَلَا يَثْقُلَنَّ عَلَيْكَ شَیْءٌ خَفَّفْتَ بِهِ الْمَؤُنَةَ عَنْهُمْ ، فَاِنَّهُ ذُخْرٌ يَعُوْدُوْنَ بِهٖ عَلَيْكَ فِیْ عِمَارَةِ بِلَادِ كَ ، وَتَزْيِيْنِ وِلَايَتِكَ ، مَعَ اسْتِجْلَابِكَ حُسْنَ ثَنَائِهِمْ ، وَتَبَجُّحِكَ (٦) بِاسْتِفَاضَةِ (٧) الْعَدْلِ فِيْهِمْ ، مُعْتَمِداً فَضْلَ قُوَّتِهِمْ ، بِمَا ذَخَرْتَ عِنْدَهُمْ مِنْ اِجْمَامِكَ (٨) لَهُمْ ، وَالثِّقَةَ مِنْهُمْ بِمَا عَوَّدْتَهُمْ مِنْ عَدْلِكَ عَلَيْهِمْ وَرِفْقِكَ بِهِمْ ، فَرُبَّمَا حَدَثَ مِنَ الْاُمُوْرِ مَااِذَا عَوَّلْتَ فِيْهِ عَلَيْهِمْ مِنْ بَعْدُ اِحْتَمَلُوْهُ طَيِّبَةً اَنْفُسُهُمْ بِهٖ ، فَاِنَّ الْعُمْرَانَ مُحْتَمِلٌ مَاحَمَّلْتَهُ . وَاِنَّمَا يُؤْتَىٰ خَرَابُ الْاَرْضِ مِنْ اِعْوَازِ (٩) اَهْلِهَا ، وَاِنَّمَا يُعْوِزُ اَهْلُهَا لِاِ شْرَافِ اَنْفُسِ الْوُلَاةِ عَلَى الْجَمْعِ ، وَسُوْءِ ظَنِّهِمْ بِالْبَقَآءِ ، وَقِلَّةَ انْتِفَاعِهِمْ بِالْعِبَرِ.

ترجمہ: اور خراج (۱) جمع کرنے اور مال گزاری کے بارے میں وہ طریقہ اختیار کرنا جو مال گزاروں کے حق میں زیادہ بہتر ہو کہ خراج اور اہلِ خراج کی اصلاح ہی میں سارے معاشرے کی اصلاح ہے اور کسی کے حالات کی اصلاح خراج کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی، سب لوگ اسی خراج کے بھروسے پر زندگی بسر کرتے ہیں، خراج میں تمہاری نظر مال جمع کرنے سے زیادہ کاشت پر ہونی چاہیے کہ مال جمع کرنا زمین کی کاشت کے بغیر ممکن نہیں ہے اور جس نے آبادکاری کے بغیر مال گزاری چاہی تو اس نے شہروں کو برباد کر دیا اور لوگوں کو تباہ کر دیا اور اس کی حکومت چند دِنوں سے زیادہ نہیں چل سکتی، اس کے بعد اگر لوگ مہنگائی، ناگہانی آفات، نہروں کی خشکی، بارش کی کمی، زمین کی غرقابی کی بنیاد پر تباہی اور خشکی کی بنیاد پر بربادی کی فریاد لائیں تو ان کے خراج میں اس قدر کمی کر دینا کہ ان کے اُمور کی اصلاح ہو سکے اور خبردار، یہ کمی تمہارے نفس پر گرانی محسوس نہ کرے، اس لیے کہ یہ تخفیف اور سہولت ایک ذخیرہ ہے، جس کا اثر شہروں کی آبادی اور حکّام کی زیب و زینت کی شکل میں تمہاری ہی طرف لوٹ آئے گا اور اس کے علاوہ تمہاری بہترین تعریف بھی کی جائے گی اور عدل و انصاف کے پھیلنے سے مسرّت بھی حاصل ہوگی، پھر ان کے آرام، بہبود اور عدل و انصاف، نرمی و سہولت کی بنیاد پر جو اعتماد حاصل کیا ہے، اس سے ایک اضافی طاقت بھی حاصل ہوگی، جو بہ وقتِ ضرورت کام آئے گی۔ اس لیے کہ بعض اوقات ایسے حالات پیش آتے ہیں کہ جن میں اعتماد اور حُسنِ ظن کے بعد ان پر اعتماد کرو تو مصیبت کو نہایت خوشی سے برداشت کرتے ہیں اور اس کا سبب زمینوں کی آبادکاری ہی ہوتا

ہے۔ زمینوں کی بربادی اہلِ زمین کی تنگ دستی سے پیدا ہوتی ہے اور تنگ دستی کا سبب حکّام کا نفس مال کی جمع آوری کی طرف رُجحان ہوتا ہے۔ ان کی یہ بدظنی ہوتی ہے کہ حکومت باقی رہنے والی نہیں ہے اور وہ دوسرے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل نہیں کرتے۔

ا) مال گزاری کے بہتر نظام کے ذریعے معاشرے کی معاشی خوشحالی کے اسباب فراہم کیے جائیں، مالیانہ کے عادلانہ اصولوں کو امور کا تحفظ بھی ہوا ہے درست اعمال کی وسعت واستحکام کے ذریعے معاشرتی ضرورتوں کی تکمیل میں بھی مدد ملے۔

آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلاَ تَقْتُلُواْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

(سورۂ نساء، آیت ۲۹)

اے ایمان لانے والو ! اپنے آپس کے مال ناحق نہ کھاؤ۔

(نورالقرآن، ص۸۴)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام :اِنَّ مِنْ بَقَاءِ الْاِسْلَامِ اَنْ تَصِيْرَ الْاَمْوَالُ عِنْدَ مَنْ يَعْرِفُ فِيْهَا الْحَقَّ وَيَصْنَعُ (فِيْهَا) الْمَعْرُوْفَ فَاِنَّ مِنْ فَنَاءِ الْاِسْلَامِ اَنْ تَصِيْرَ الْاَمْوَالُ فِىْ اَيْدِىْ مَنْ لَا يَعْرِفُ فِيْهَا الْحَقَّ وَلَا يَصْنَعُ فِيْهَا الْمَعْرُوْفَ"

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: مسلمانوں کی بقاء اور اسلام کے دوام کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ مال وثروت، اس کے پاس پہنچ جائے جو حقوق کو جانتا ہو اور اس میں نیت

تصرف کر سکتا ہو، نیز اسلام کی فناء اور نابودی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مال و دولت ایسے ہاتھوں میں آجائے جو حقوق سے نابلد ہوں اور اس میں نیک تصرف نہ کر سکیں۔

(منتخب المیزان الحکمہ، جلد۲، ص۲۳۴)

حاشیہ: (۱) یہاں پر لفظ 'خراج' سے مراد فقط مال گزاری نہیں ہے، بلکہ حکومت کے تمام مالی وسائل اور بیت المال کے تمام ذخائر ہیں، چاہے ان کا تعلّق زکوۃ سے ہو یا مالِ غنیمت سے یا فئی سے جس کا حصول کسی جنگ و جدل کے بغیر ہوتا ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) علۃ: پیداوار میں کمی کی آفت (۲) انقطاع شرب: نہروں کا نہ ہونا (۳) احالۃ الارض: دانوں کا برباد ہو جانا (۴) اغتمر ھا: برباد کر دیا (۵) اجحف: تلف کر دیا (۶) تبجح: خوشی (۷) استفاضہ: شمول و عموم (۸) اجمام: راحت و رفاہت (۹) اعواز: کمی

بہترین منشیوں کا تقرّر

ثُــمَّ انْظُرْ فِیْ حَالِ کُتَّابِكَ ، فَوَلِّ عَلَیٰ اُمُوْرِكَ خَیْرَهُمْ ، وَاخْصُصْ رَسَائِلَكَ (☆)الَّتِیْ تُدْخِلُ فِیْهَا مَكَائِدَكَ وَاَسْرَارَكَ بِاَجْمَعِهِمْ (١) لِوُجُوْدِ صَالِحِ الْاَخْلَاقِ ، مِمَّنْ لَا تُبْطِرُهُ (٢) الْكَرَامَةُ ، فَیَجْتَرِئَ بِهَا عَلَیْكَ فِیْ خِلَافٍ لَكَ بِحَضْرَةِ مَلَأٍ (٣)، وَلَا تَقْصُرُ بِهِ الْغَفْلَةُ عَنْ اِیْرَادِ مُكَاتَبَاتِ عُمَّالِكَ عَلَیْكَ ، وَاِصْدَارِ جَوَابَاتِهَا عَلَی الصَّوَابِ عَنْكَ فِیْمَا یَأْخُذُ لَكَ وَیُعْطِیْ مِنْكَ ، وَلَا یُضْعِفُ عَقْدًا اِعْتَقَدَهٗ لَكَ ، وَلَا یَعْجِزُ عَنْ اِطْلَاقِ مَاعُقِدَ عَلَیْكَ ، وَلَا یَجْهَلُ مَبْلَغَ قَدْرِ نَفْسِهٖ فِی الْاُمُوْرِ ، فَاِنَّ الْجَاهِلَ بِقَدْرِ نَفْسِهٖ یَكُوْنُ بِقَدْرِ غَیْرِهٖ اَجْهَلَ۔ ثُمَّ لَا یَكُنِ اخْتِیَارُكَ اِیَّاهُمْ عَلٰی فِرَاسَتِكَ (٤) وَاسْتِنَامَتِكَ (٥) وَحُسْنِ الظَّنِّ مِنْكَ ، فَاِنَّ الرِّجَالَ یَتَعَرَّفُوْنَ لِفِرَاسَاتِ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ (٦) وَحُسْنِ خِدْمَتِهِمْ ، وَلَیْسَ وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ النَّصِیْحَةِ وَالْاَمَانَةِ شَیْءٌ ، وَلٰكِنِ اخْتَبِرْهُمْ بِمَا وُلُّوْا لِلصَّالِحِیْنَ قَبْلَكَ فَاعْمِدْ لِاَحْسَنِهِمْ كَانَ فِی الْعَامَّةِ اَثَرًا، وَاَعْرَفِهِمْ بِالْاَمَانَةِ وَجْهًا فَاِنَّ ذٰلِكَ دَلِیْلٌ عَلٰی نَصِیْحَتِكَ لِلّٰهِ وَلِمَنْ وَلِیْتَ اَمْرَهٗ ، وَاجْعَلْ لِرَأْسِ كُلِّ اَمْرٍ مِّنْ اُمُوْرِكَ رَأْسًا مِنْهُمْ ، لَایَقْهَرُهٗ كَبِیْرُهَا وَلَا یَتَشَتَّتُ عَلَیْهِ كَثِیْرُهَا ، وَمَهْمَا كَانَ فِیْ كُتَّابِكَ مِنْ عَیْبٍ فَتَغَابَیْتَ عَنْهُ اُلْزِمْتَهٗ .

ترجمہ: اس کے بعد اپنے منشی حضرات کے حالات پر نظر رکھنا اور اپنے اُمور کو بہتر

لوگوں کے سپرد کرنا اور پھر وہ خطوط جن میں سلطنت کے راز اور مملکت کے اَسرار ہوں، اُن لوگوں کے سپرد کرنا جو اَخلاق و کردار میں بہترین ہوں اور عزّت پا کر مغرور نہ ہو جاتے ہوں کہ ایک روز لوگوں کے سامنے تمہاری مخالفت کی جرأت پیدا کرلیں اور اپنی غفلت کی وجہ سے لین دین میں تمہارے عمّال کے خطوط پیش کرنے اور ان کے جواب میں کوتاہی سے کام کریں اور تمہارے لیے جو وعدہ کیا ہے، اسے کمزور کریں اور تمہارے مخالف ساز باز کو ناکام بنانے میں عاجزی کا اظہار کریں۔ دیکھو یہ لوگ معاملات میں اپنے منصب و مقام سے ناواقف نہ ہوں، کیوں کہ جو اپنی قدر و منزلت کو نہ پہچانتا ہو، وہ دوسرے کے مقام و مرتبے سے بھی یقیناً ناواقف ہوگا۔

مکّار لوگوں کو عہدہ دینے کی ممانعت:

اس کے بعد ان کا تقرّر صرف ذاتی ہوش مندی، خوش اعتمادی اور حُسنِ ظن کی بنیاد پر نہ کرنا، کیوں کہ زیادہ تر لوگ حکّام کے سامنے بہترین خدمات اور مصنوعی کردار کے ذریعے خود کو بہتر بنا کر پیش کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، جب کہ حقیقت میں نہ تو خُلوص ہوتا ہے اور نہ ایمانداری۔ پہلے ان کو آزما لینا کہ تم سے قبل والے نیک حکّام سے ان کا رویّہ کیسا رہا ہے، پھر جو رعایا میں بہتر اثر رکھنے والے ہوں اور ایمان داری کی بنیاد پر معروف ہوں، اُنہی کا تقرّر کرنا۔ یہ اس امر کی دلیل ہوگی کہ تم اپنے پروردگار کے مخلص بندے اور اپنے امام کے وفادار ہو۔ اپنے تمام شعبہ جات کے لیے ایک ایک افسر مقرر کرنا، جو بڑے سے بڑے کام سے گھبرانے والا نہ ہو اور کام کی

زیادتی سے حواس کھونے والا نہ ہو، اور یہ یاد رکھنا کہ ان منشیوں میں جو بھی بُرائی ہوگی اورتم نے ان کے عیوب سے چشم پوشی کی تو اس کا حساب تم سے ہی لیا جائے گا۔(۱)

۱) سفارتی نظام میں شامل افراد کی عادلانہ رفتار وگفتار کا یقینی ہونا بہت ضروری ہے کیونکہ وہ مملکت اور حکومت کی زبان ہوتے ہیں۔

آیت: فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ

(سورۂ شوریٰ، آیت ۱۵)

اور میں مامور ہوں کہ تمہارے درمیان عدالت سے کام لوں۔

(نورالقرآن، ص ۴۸۵)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اَلعَدلُ جُنَّةُ الدُّوَلِ. حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: عدل و انصاف حکومتوں کی سپر ہے۔ میزان الحکمہ، جلد۲، ص ۶۵۰

۲) نیک وصالح اور اچھی شہرت کے مالک افراد و خاندانوں کی خصوصی عزت و تکریم ہونی چاہیے کیوں کہ ان کے ذریعے نیکیوں کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔

آیت: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

(سورۂ حجرات، آیت ۱۳)

یقیناً تم میں زیادہ عزت والا اللہ کے یہاں وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ (نورالقرآن، ص۵۱۸)

حدیث: قال علی علیہ السلام : اَلَا اِنَّہُ مَنْ یُنْصِفِ النَّاسَ مِنْ نَفْسِہِ لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا عِزًّا.

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آگاہ رہو کہ جو شخص اپنی طرف سے لوگوں کو انصاف دیتا ہے اللہ اسکی عزت میں اضافہ کر دیتا ہے۔

(میزان الحکمہ، جلد۶، ص۴۵۱)

۳) معاشرہ میں حکام اور عوام کے درمیان حسن تعلق و اعتماد کی فضاء قائم ہونی چاہیئے تا کہ عوام حکمرانوں کو اپنے لیے سر پر بوجھ نہ سمجھیں اور نہ ہی ان کے اقتدار کے خاتمہ کے متمنی ہوں۔

آیت: یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنکُمْ فَاِن تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْءٍ فَرُدُّوہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُولِ اِن کُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ ذَلِکَ خَیْرٌ وَاَحْسَنُ تَاْوِیلا (سورۂ نساء، آیت۵۹)

اے ایمان لانے والو ! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی اور ان کی جو تم میں فرماں روائی کے حقدار ہیں۔ (نورالقرآن، ص۸۸)

حدیث: قال علی علیہ السلام : حَقٌّ عَلَی الْاِمَامِ اَنْ یَّحْکُمَ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاَنْ یُّؤَدِّی الْاَمَانَۃَ فَاِذَا فَعَلَ فَحَقٌّ عَلَی النَّاسِ اَنْ یَّسْمَعُوْا لَہُ وَاَنْ یُّطِیْعُوْا وَاَنْ یُّجِیْبُوْا اِذَا دُعُوْا. حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: امام کا فرض ہے وہ خدائی فرامین کے مطابق

فیصلہ کرے اور امانت کو ادا کرے جب وہ ایسا کرے گا تو لوگوں کے لیے فرض بن جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کریں اور جب انہیں پکارا جائے۔ تو لبیک کہیں۔

﴿میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۲۸۶﴾

☆شرح:

منشی یا سیکریٹری جس کا کام حاکم کی طرف سے مامور دیگر حکام کے ساتھ روابط اور مراسلات کا سلسلہ برقرار رکھنا ہے اس میں یہ شرط ہے کہ وہ صالح یعنی نیک ہو جس پر رازدارانہ امور، حکمت عملی وغیرہ میں بھروسہ کیا جاسکے۔ اور انعام واکرام کے لالچ میں گرفتار ہونے والا نہ ہو۔ اسمیں یہ شرائط نہ ہوں تو حاکم جلد ہی لوگوں کی نظروں میں پست قرار پائے گا، کیونکہ ایسا آدمی اس کے راز کو فاش کرنے میں کوئی دیر نہیں کرے گا۔ (ا) فرمایا: آپ کی طرف مامور عاملوں کے مراسلات کا چھپانا یا انہیں اچھی طرح واضح نہ کرنا کاتب کی کوتاہی ہوگی۔ کیونکہ وہ آپ کا نمائندہ ہے اس امر میں ،اور اس کی کوتاہی نمائندگی، نیابت اور وکالت میں خیانت سمجھی جائے گی۔

پھر آپؑ نے یہ تاکید فرمائی کہ ان کا انتخاب اور تقرری ان کے بارے میں ذاتی فہم وفراست یا ان کے بارے میں ناقص معلومات کی بنیاد پر نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ اس میں دھوکے کا احتمال قوی ہے اور ایسے افراد امراء اور حکام کے سامنے ظاہری اور بناوٹی نیک کرداری کی چال چلتے ہیں۔ (۲)

ا۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید۔ ج ۱۷، ص ۷۶

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۷۸

☆☆شرح:

١۔ ثُمَّ انْظُرْ فِیْ حَالِ کُتَّابِكَ: یعنی منشی حضرات اور ملازمین

٢۔ وَلَا تَقْصُرُ بِهِ الْغَفْلَةُ : خواہ وہ امور ہوں جو تمہاری طرف سے صادر ہوتے ہیں یا تمہاری جانب سے عطا ہوتے ہیں۔

٣۔ الْوُلَاةِ بِتَصَنُّعِهِمْ : اور خوش قسمتی کی ادا دکھانے کو خوب جانتے ہیں۔

٤۔ فَـاِنَّ ذٰلِكَ دَلِیْلٌ : اور ان لوگوں کے خیر خواہ ہو جن پر تم والی مقرر کیے گئے ہو۔ (۱)

ا۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ٣ ص ١٥١

حاشیہ: (۱) بعض شارحین کی نظر میں اس حصّے کا تعلّق فقط کتابت اور انشا سے نہیں ہے، بلکہ ہر شعبۂ حیات سے ہے، جس کی نگرانی کے لیے ایک ذمّے دار کا ہونا ضروری ہے، اور جس کا ادراک اہلِ سیاست کو سیکڑوں سال کے بعد ہُوا ہے، اور حکیمِ اُمّت نے چودہ سو سال قبل اس نکتۂ جہاں بانی کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) اجمع: ذخیرہ اندوزی (۲) بطر: مغرور بنا دینا (۳) ملاء: مجمع عام (۴) فراسہ: ہوشیاری (۵) استنامہ: سکون (۶) تصنع: تکلف

تاجروں، صنعت کاروں کے ساتھ حُسنِ سلوک

ثُمَّ اسْتَوْصِ بِالتُّجَارِ وَذَوِی الصِّنَاعَاتِ، وَاَوْصِ بِهِمْ خَیْرًا الْمُقِیْمِ مِنْهُمْ (☆)وَالْمُضْطَرِبِ بِمَالِهِ(۱)، وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ، فَاِنَّهُمْ مَوَادُّالْمَنَافِعِ، وَاَسْبَابُ الْمَرَافِقِ، وَجُلَّابُهَا مِنَ الْمَبَاعِدِوَالْمَطَارِحِ (۲)، فِیْ بَرِّكَ وَبَحْرِكَ، وَسَهْلِكَ وَجَبَلِكَ، وَحَیْثُ لَا یَلْتَئِمُ النَّاسُ لِمَوَاضِعِهَا ،وَلَا یَجْتَرِئُوْنَ عَلَیْهَا، فَاِنَّهُمْ سِلْمٌ (۳) لَا تُخَافُ بَائِقَتُهٗ (٤)، وَصُلْحٌ لَا تَخْشٰی غَائِلَتُهٗ، وَتَفَقَّدْ اُمُوْرَهُمْ بِحَضْرَتِكَ وَفِیْ حَوَاشِیْ بِلَادِكَ . وَاعْلَمْ مَعَ ذٰلِكَ اَنَّ فِیْ كَثِیْرٍ مِّنْهُمْ ضِیْقًا(٥) فَاحِشًا، وَشُحًّا قَبِیْحًا، وَاحْتِكَارًا (٦)لِلْمَنَافِعِ، وَتَحَكُّماً فِی الْبِیَاعَاتِ، وَذٰلِكَ بَابُ مَضَرَّةٍ لِّلْعَامَّةِ، وَعَیْبٌ عَلَی الْوُلَاةِ. فَامْنَعْ مِنَ الْاِحْتِكَارِ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ مَنَعَ مِنْهُ، وَلْیَكُنِ الْبَیْعُ بَیْعًا سَمْحًا، بِمَوَازِیْنِ عَدْلٍ، وَأَسْعَارٍ لَا تُجْحِفُ بِالْفَرِیْقَیْنِ مِنَ الْبَائِعِ وَالْمُبْتَاعِ(۷). فَمَنْ قَارَفَ (۸)حُكْرَةً (۹) بَعْدَ نَهْیِكَ اِیَّاهُ فَنَكِّلْ(۱۰) بِهٖ، وَعَاقِبْهُ فِیْ غَیْرِ اِسْرَافٍ (۱۱).

ترجمہ: اس کے بعد تاجروں اور صنعت کاروں کے بارے میں نصیحت حاصل کرو اور دوسرے لوگوں کو ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی نصیحت کرو، خواہ وہ ایک جگہ کام کرنے والے ہوں یا مختلف مقامات پر گردش کرتے ہوں اور محنت مزدوری سے روزی کماتے ہوں، اس لیے کہ یہی لوگ منافع بخش اور ضروریات زندگی کو میسّر کرنے کا وسیلہ ہیں۔

یہی دُور دراز کے مقامات (ا) خشکی و بحری، پہاڑوں اور میدانوں غرض ہر جگہ سے ضرورت کی اشیا فراہم کرتے ہیں، جہاں دیگر لوگوں کی رسائی نہیں ہو پاتی اور وہاں تک پہنچنے کی لوگوں میں ہمّت نہیں ہوتی، یہ ایسے امن پسند افراد ہیں، جن سے جھگڑے فساد کا خطرہ نہیں ہوتا، اور یہ لوگ صلح جُو، پُر امن اور شورش نہ کرنے والے لوگ ہیں، اپنے اور دوسرے شہروں میں پھیلے ہُوئے ان کے معاملات کی نگرانی کرتے رہنا اور خیال رہے کہ ان میں اکثر لوگ انتہائی تنگ نظر اور بدترین قسم کے کنجوس ہوتے ہیں۔ یہ منافع کی ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور نرخ از خود بڑھا دیتے ہیں، جس سے رعایا کا نقصان ہوتا ہے اور حکّام کی بدنامی ہوتی ہے۔ لوگوں کو ذخیرہ اندوزی سے روکو، کیوں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ خرید و فروخت میں آسانی ہونی چاہیے۔ عادلانہ میزان (ناپ تول) ہو اور قیمت مقرر کردہ ہو تو خریدار اور بیچنے والے کسی کا نقصان نہیں ہوگا۔ تمہارے منع کرنے کے باوجود اگر کوئی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے تو اسے سزا دو، لیکن اس میں بھی حد سے بڑھ نہ جانا۔

ا) اندرونی و بیرونی تجارت کے معاملات میں حکومتی سرپرستی کے ساتھ ساتھ مالی آزادی کا پُر اعتماد ماحول پیدا کیا جائے

تاکہ تمام امور عدل و انصاف پر مبنی ہوں اور افراط و تفریط کے رجحانات کو تقویت نہ پہنچے۔

؎ آیت: یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَأْکُلُوا أَمْوَالَکُم بَیْنَکُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَن تَکُونَ

تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيماً

(سورۂ نساء، آیت ۲۹)

اے ایمان والو آپس میں دوسرے کا مال ناحق نہ کھایا کرو، مگر یہ کہ تم لوگوں کی باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔

حدیث: قال علی علیہ السلام: **تَعَرَّضُوا لِلتِّجَارَاتِ فَاِنَّ لَكُمْ فِيهَا غِنىً عَمَّا فِي اَيْدِي النَّاسِ وَاِنَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُحِبُّ الْمُحْتَرِفَ الْاَمِيْنَ .**

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: تجارت کی طلب میں نکلو کیوں کہ اس میں تمہارے لیے لیے لوگوں سے بے نیازی ہے اور خداوند عالم امین صاحب حرفت کو دوست رکھتا ہے۔ (میزان الحکمہ، جلد ۱، ص ۷۵۰)

۲) محنت وافرادی قوت کی بھرپور حوصلہ افزائی کی جائے کیوں کہ ان کے ذریعے معاشرے کا نظام بہتر سمت میں چل سکتا ہے

آیت: وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَى (سورۂ نجم، آیت ۴۰)

اور یہ کہ کسی آدمی کیلیے نتیجہ خیز نہیں ہے مگر وہی کوشش جو وہ کرے، اور یہ کہ اس کی کوشش عنقریب ہی (قیامت) میں دیکھی جائے گی۔ (نور القرآن، ص ۵۲۹)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام: **اِنَّ اَمِيْرَالْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَعْتَقَ اَلْفَ مَمْلُوْكٍ مِنْ كَدِّيَدِهِ .**

امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک ہزار غلاموں کو اپنے ہاتھ کی کمائی سے آزاد کروایا۔ (میزان الحکمہ، جلد ۲، ص ۸۷۸)

۳۔ زمینی ، دریائی ، اورفضائی وسائل سے استفادہ کرنے کا جامع نظام وضع کیا جائے تاکہ ہر شعبہ میں خدا کی بنائی ہوئی نعمتوں سے استفادہ کی جائے۔

آیت:أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً وَمِنَ النَّاسِ مَن يُجَادِلُ فِي اللَّهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَلَا هُدًى وَلَا كِتَابٍ مُّنِيرٍ (سورۂ لقمان،آیت۲۰)

کیا تم نے نہیں دیکھا اللہ نے تمہیں فائدہ پہنچانے پر مجبور کیا ہے تمام چیزوں کو جو آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔

(نورالقرآن،ص۴۱۴)

حدیث۔قال علی علیہ السلام : **اَحْسِنُوا صُحْبَةَ النِّعَمِ قَبْلَ فِرَاقِهَا فَاِنَّهَا تَزُوْلُ وَ تَشْهَدُ عَلٰى صَاحِبِهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا .**

امام علی علیہ السلام نے فرمایا: نعمتوں کے اچھے دوست اور ساتھی بنو، قبل اسکے کہ وہ تم سے جدا ہو جائے، کیوں کہ جب وہ زائل ہو جاتی ہے تو اپنے مالک کے تصرفات کے خلاف گواہی دے گی۔ (میزان الحکمہ ،جلد۲،ص۱۰۰۴)

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی ہر لحاظ سے حوصلہ شکنی کی جائے اور اسکے مرتکب افراد کو سخت تنبیہ کر کے معاشرے کی معاشی صورت حال کو مستحکم کیا جائے۔

آیت۔يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ (سورة توبہ،آیت۳۴)

اور وہ جو سونے اور چاندی کے ذخیرے اکٹھا کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سناؤ۔

(نور القرآن، ص۱۹۳)

حدیث۔قال علی علیہ السلام : اَلاِحۡتِکَارُ دَاعِیَةُ الۡحِرۡمَانِ . ذخیرہ اندوزی محرومی کا سبب ہوتی ہے۔

(میزان الحکمہ، جلد۲، ص۷۵۷)

☆شرح:

تاجر اور صنعتکاروں سے اچھے تعلقات رکھنے اور نیک سلوک کرنے کی سفارش ہے۔آپؑ نے اس طبقہ کی تین قسمیں بتائی ہیں۔(۱) وہ تاجر جو ملک میں ہمیشہ حاضر ہے۔(۲) وہ تاجر جو دوسرے ملکوں کا سفر کرتا رہتا ہے۔مضطرب یعنی سفر کرنے والا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:اذا ضربتم فی الارض ،جب تم زمین کی سیر و سفر کرو۔(۲)

(۳) صنعت کار جو لوگوں کی مصنوعاتی ضروریات فراہم کرتے ہیں۔پھر آپؑ نے خبردار کیا کہ اس طبقہ میں لالچ اور کنجوسی کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے اس بنا پر وہ روز مرہ ضرورت کی اشیا کی ذخیرہ اندوزی کا شکار ہوجاتے ہیں یا لین دین میں مہنگائی بڑھا

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید،ج۱۷،ص۸۴

۲۔ سورہ النساء آیت ۱۰۱

دیتے ہیں۔ سستے داموں غلے خرید کر مہنگے داموں فروخت کرنے کے لیے ذخیرہ اندوزی کر لیتے ہیں، اس کا سد باب کرنا ضروری ہے۔

☆☆شرح:

۱۔ وَاَوْصِ بِهِمْ خَيْرًا : یعنی ان سفارشات میں ان تاجروں کے درمیان جو کہ شہر یا دیہات میں ہیں اور ان کے مستقل مراکز اور تجارت خانے ہیں۔

۲۔ وَالْمُتَرَفِّقِ بِبَدَنِهِ : نیز وہ صنعتکار جو اپنی جسمانی طاقت کو صنعتی امور میں صرف کرتے ہیں۔

۳۔ وَصُلْحٌ لَا تَخْشَىٰ غَائِلَتُهُ : وہ صلح پسند اور امن وامان کے خواہاں ہوتے ہیں لیکن ان کے امور کی نگرانی کرتے رہو خواہ وہ تمہاری حکومت کے مرکز میں رہتے ہوں یا کہ دور دراز علاقوں میں ان تمام باتوں کے باوجود

٤۔ وَتَحَكُّماً فِي الْبِيَاعَاتِ : ہر معاملہ پر مسلط ہونے کی سعی کرتے رہتے ہیں۔

٥۔ فَنَكِّلْ بِهِ : اس کو سزا دینے میں کوشاں رہو۔(۱)

۱۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ ص ۱۵۳

حاشیہ: (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ تجّار اور صنعت کار معاشرے کی زندگی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، اور انہیں کے ذریعے معاشرے کی زندگی میں استقرار پیدا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مولائے کائناتؑ نے ان کے بارے میں خصوصی نصیحت فرمائی ہے۔ اور ان کے مفسدین کی اصلاح پر خصوصی زور دیا ہے، تاجروں میں بعض امتیازی خصوصیات رکھتے ہیں، جو دوسری قوموں میں نہیں پائی جاتیں، مثلاً ۱۔ یہ لوگ فطرتاً صلح پسند ہوتے ہیں کہ فساد اور ہنگامے میں دُکان کے بند ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ۲۔ ان کی نگاہ کسی مالک یا کسی اربابِ اختیار پر نہیں ہوتی، بلکہ پروردگارِ عالم سے رزق کے طلب گار ہوتے ہیں۔ ۳۔ دُور دراز کے خطرناک علاقوں تک سفر کرنے کی بنا پر ان سے تبلیغِ مذہب کا کام بھی لیا جا سکتا ہے، جس کے شواہد آج پوری دنیا

میں پائے جا رہے ہیں۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی:

(۱) مضطرب بالما: دورہ کرنے والا (۲) مطارح: دور دراز علاقے (۳) سلم: صلح پسند (۴) بائقہ: حادثہ (۵) ضیق: تنگی (۶) احتکار: ذخیرہ اندوزی (۷) مبتاع: خریدار (۸) قارف: اختیار کرنا (۹) حکرہ: احتکار (۱۰) نکل: سزا دو (۱۱) اسراف: حد سے بڑھ جانا

محتاج، فقیر اور معذورں کا خیال رکھنا

ثُمَّ اللّٰهَ اللّٰهَ فِی الطَّبَقَةِ السُّفْلَیٰ مِنَ الَّذِیْنَ لَا حِیْلَةَ لَهُمْ ، وَالْمَسَاكِیْنِ (☆)وَالْمُحْتَاجِیْنَ وَ اَهْلِ الْبُؤْسَیٰ (١) وَالزَّمْنَیٰ (٢) ، فَاِنَّ فِیْ هٰذِهِ الطَّبَقَةِ قَانِعاً (٣) وَمُعْتَرًّا (٤) ، وَاحْفَظْ لِلّٰهِ مَااسْتَحْفَظَكَ مِنْ حَقِّهٖ فِیْهِمْ ، وَاجْعَلْ لَهُمْ قِسْمًا مِنْ بَیْتِ مَالِكَ ، وَقِسْمًا مِنْ غَلَّا تِ (٥)صَوَافِی (٦)الْاِسْلَامِ فِیْ كُلِّ بَلَدٍ، فَاِنَّ لِلْاَقْصَیٰ مِنْهُمْ مِثْلَ الَّذِی لِلْاَدْنَیٰ ، وَكُلٌّ قَدِ اسْتُرْعِیْتَ حَقَّهٗ ، فَلَا یَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ بَطَرٌ. فَاِنَّكَ لَا تُعْذَرُ بِتَضْیِیْعِكَ التَّافِهَ (٧) لِاِ حْكَامِكَ الْكَثِیْرَ الْمُهِمَّ . فَلَا تُشْخِصْ هَمَّكَ عَنْهُمْ ، وَلَا تُصَعِّرْ(٨)خَدَّكَ لَهُمْ ، وَتَفَقَّدْ اُمُوْرَ مَنْ لَا یَصِلُ اِلَیْكَ مِنْهُمْ مِمَّنْ تَقْتَحِمُهُ الْعُیُوْنُ ، وَتَحْقِرُهُ الرِّجَالُ، فَفَرِّغْ لِاُو لٰئِكَ ثِقَتَكَ مِنْ اَهْلِ الْخَشْیَةِ وَالتَّوَاضُعِ ، فَلْیَرْفَعْ اِلَیْكَ اُمُوْرَ هُمْ ، ثُمَّ اعْمَلْ فِیْهِمْ بِالْاِعْذَارِ اِلَیٰ اللّٰهِ (٩) یَوْمَ تَلْقَاهُ ، فَاِنَّ هٰؤُلَاءِ مِنْ بَیْنِ الرَّعِیَّةِ اَحْوَجُ اِلَی الْاِنْصَافِ مِنْ غَیْرِ هِمْ ، وَكُلٌّ فَاَعْذِرْ اِلَی اللّٰهِ فِیْ تَأْدِیَةِ حَقِّهٖ اِلَیْهِ. وَتَعَهَّدْ اَهْلَ الْیَتْمِ وَذَوِی الرِّقَّةِ فِی السِّنِّ (١٠) مِمَّنْ لَا حِیْلَةَ لَهٗ، وَلَا یَنْصِبُ لِلْمَسْأَلَةِ نَفْسَهٗ ، وَذٰلِكَ عَلَی الْوُلَاةِ ثَقِیْلٌ ، وَالْحَقُّ كُلُّهٗ ثَقِیْلٌ ، وَقَدْ یُخَفِّفُهُ اللّٰهُ عَلیٰ اَقْوَامٍ طَلَبُوْا الْعَاقِبَةَ فَصَبَرُوْا اَنْفُسَهُمْ،وَوَثِقُوْا بِصِدْ قِ مَوْعُوْدِ اللّٰهِ لَهُمْ . وَاجْعَلْ لِذَوِی الْحَاجَاتِ (١١) مِنْكَ قِسْمًا تُفَرِّغُ لَهُمْ فِیْهِ شَخْصَكَ وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا (7)عَامًّا فَتَتَوَاضَعُ فِیْهِ لِلّٰهِ الَّذِیْ

خَلَقَكَ ، وَتُقْعِدَ عَنْهُمْ جُنْدَكَ وَاَعْوَانَكَ مِنْ اَحْرَاسِكَ(١٢) وَشُرَطِكَ (١٣)، حَتَّىٰ يُكَلِّمَكَ مُتَكَلِّمُهُمْ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ (١٤)، فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ سَلَّمْ . يَقُوْلُ فِيْ غَيْرِ مَوْطِنٍ " لَنْ تُقَدَّسَ اُمَّةٌ لَايُؤْخَذُ لِلضَّعِيْفِ فِيْهَا حَقُّهُ مِنَ الْقَوِيِّ غَيْرَ مُتَتَعْتِعٍ ". ثُمَّ احْتَمِلِ الْخُرْقَ (١٥) مِنْهُمْ وَالْعِيَّ (١٦)، وَنَحِّ عَنْهُمُ الضِّيْقَ وَالْاَنَفَ (١٧) يَبْسَطِ اللّٰهُ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ اَكْنَافَ (١٨) رَحْمَتِهٖ ، وَيُوْجِبُ لَكَ ثَوَابَ طَاعَتِهٖ. وَأَعْطِ مَاأَعْطَيْتَ هَنِيْئًا (١٩)، وَامْنَعْ فِيْ اِجْمَالٍ وَاِعْذَارٍ.

ترجمہ: اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا خوف رکھو۔ اُس پس ماندہ طبقے کے لیے جو مساکین، محتاج، فقیر اور معذور لوگوں کا طبقہ ہے، جن کا کوئی سہارا نہیں ہے، اس طبقے میں مانگنے والے بھی ہیں اور غیرت مند بھی ہیں، جو شکل سے مجسّم سوال کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ نے تم کو اُن کے جن حقوق کا محافظ بنایا ہے، اُن کی حفاظت کرو اور ان کے لیے بیت المال میں سے غنیمت کی زمینوں کے غلّے سے ایک حصّہ مخصوص کر دو اور دُور دراز کے لوگوں کا بھی وہی حق ہے، جو قریب والوں کا ہے اور تم کو سب پر نگراں مقرر کیا گیا ہے (۱)، لہٰذا خبردار، کہیں غرور اور تکبّر تمہیں ان کی طرف سے غافل نہ بنا دے کہ تمہیں بڑے کاموں کو مستحکم کر دینے سے چھوٹے کاموں کو برباد کرنے پر معاف نہیں کیا جائے گا۔ لہٰذا نہ توجّہ ان کی طرف سے ہٹانا اور نہ بڑائی کی بنا پر اپنا منہ موڑ لینا۔

جن لوگوں کی رسائی تم تک نہیں اور انہیں لوگوں نے نگاہوں سے گرا دیا ہے اور سختیوں

نے حقیر بنا دیا ہے، ان کی دیکھ بھال بھی تمہارا ہی فریضہ ہے، لہٰذا ان کے لیے تواضع کرنے والے اور خوفِ خدا رکھنے والے معزّز افراد مخصوص کر دو، جو تم کو ان کے معاملات سے باخبر رکھیں اور تم ایسے اعمال بجالاتے رہو، جن کی وجہ سے قیامت کے دن رب تعالیٰ کے سامنے معذور کہلائے جاسکو کہ یہی لوگ سب سے زیادہ انصاف کے محتاج ہیں اور پھر ہر ایک کے حقوق ادا کرنے پر رب تعالیٰ کے سامنے خود کو معذور ثابت کرو۔

اور یتیموں اور بوڑھوں کے حالات کی بھی نگرانی کرتے رہنا، کیوں کہ ان کا وسیلہ کوئی نہیں ہے اور یہ سوال کرنے کے لیے اُٹھتے بھی نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کا خیال رکھنا حکّام کے لیے بڑا سنگین مسئلہ ہے، لیکن کیا کیا جائے، حق تو سب کا وزنی (بھاری) ہے۔ البتہ کبھی کبھی پروردگارِ عالم اسے ہلکا قرار دیتا ہے اُن اقوام کے لیے جو عاقبت کی طلب گار ہوتی ہیں اور اس راہ میں اپنے نفس کو صبر کا عادی بناتی ہیں اور خدا کے وعدے پر اعتماد کا مظاہرہ کرتی ہیں۔

اور دیکھو صاحبانِ ضرورت کے لیے اپنے وقت میں سے ایک وقت معیّن کرلو، جس میں اپنے وقت کو اُن کے لیے وقف کر دو اور ایک عام مجلس میں بیٹھو۔ اُس خدا کے سامنے متواضع رہو، جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اپنے سب نگہبان پولیس، فوج، اصحاب و انصار سب کو دُور بٹھا دو، تا کہ بولنے والے آزادی سے بول سکیں اور کسی طرح کی لکنت کا شکار نہ ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خود سُنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بار بار فرمایا ہے: ''وہ اُمّت پاکیزہ کردار نہیں ہوسکتی، جس میں

کمزور کو آزادی کے ساتھ طاقتور سے اپنا حق لینے کا موقع نہ دیا جائے۔"

اس کے بعد ان سے بدکلامی یا عاجزیِ کلام کا مظاہرہ ہو تو اسے برداشت کرو اور تنگ دِلی اور تکبّر کو دُور رکھو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے رحمت کے اطراف کشادہ کر دے اور اطاعت کے ثواب کو لازم قرار فرما دے۔ جسے جو کچھ دو خوش دِلی سے دو اور جسے منع کرو، اُسے خوب صورتی سے ٹال دو۔

۱) پسماندہ، مساکین، غرباء، فقراء و حاجتمند وہ و معذوروں اور بیکسوں کی دستگیری حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے اس میں ہرگز غفلت سے کام نہیں لینا چاہیے۔

آیت: وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِم مِّن شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِم مِّن شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ (سورۂ انعام، ۵۲)

اے رسول ﷺ! جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے اس کی خوشنودی کی تمنائیں دعائیں مانگا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھتکارو، نہ ان کے حساب و کتاب کی جوابدہی تمہارے ذمہ میں ہے، اور نہ تمہارے حساب و کتاب کی جوابدہی انکے ذمہ ہے، مبادا تم انہیں (اس خیال سے) دھتکار دو تو تم ظالموں میں ہو جاؤ گے۔

حدیث: قال الباقر علیہ السلام **قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ لِمُوسىٰ يامُوسىٰ ! لَا تَسْتَذِلَّ الْفَقِيْرَ وَلَا تَغْبِطِ الْغَنِيَّ بِالشَّيْءِ اِلَيْهِ .**

امام باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ فقیر کو ذلیل نہ سمجھو اور کسی معمولی چیز کی وجہ سے امیر آدمی پر رشک نہ کرو۔

(میزان الحکمہ، جلد ۷، ص ۶۔۲۷۷)

۲) بیت المال میں معاشرہ کے تمام گروہوں کے حصے معین ہونے چاہیئے اور ہر فرد وگروہ کو اس کا مسلمہ حق بہم پہنچایا جائے۔

آیت: وَإِن طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِن بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ فَإِن فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۔

(سورۂ حجرات، آیت ۹)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام: مَاعُبِدَاللّٰهُ بِشَيءٍ اَفْضَلَ مِنْ اَدَاءِ حَقِّ الْمُؤْمِنْ .

اللہ کی جتنی بھی عبادت کیجائے تاہم مؤمن کے حق کی ادائیگی سے افضل کوئی عبادت نہیں ہے۔ (میزان الحکمہ، جلد، ص ۷۵۱)

۳) یتموں اور معمر افراد پر خصوصی توجہ دی جائے۔

آیت: اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِن بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفاً وَشَيْبَةً يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ (سورۂ روم، آیت ۵۴)

پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپے کا دور قرار دیا، (نور القرآن، ص ۴۱۱)

آیت: فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ (سورۂ وضحیٰ، آیت ۹)

کوئی یتیم ہو تو اس پر سختی نہ کیجئے۔ (نور القرآن، ص ۶۰۳)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام عَظِّمُوْا كِبَارَكُمْ وَصِلُوْا اَرْحَامَكُمْ .

امام صادق علیہ السلام اپنے بزرگوں کی تعظیم وتکریم اور اقرباء سے صلہ رحمی کیا کرو۔ (میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۵۵۸)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم : اِنَّ فِی الْجَنَّةِ دَارًا يُقَالَ لَهَا دَارُ الْفَرِحِ ، لَا يَدْ خُلُهَا اِلَّا مَنْ فَرَّحَ يَتَامَىٰ الْمُؤْمِنِيْنَ .

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ: جنت میں ایک گھر ہے جسے دارالفرح (خوشیوں کا گھر) کہا جاتا ہے، اس میں کوئی داخل نہیں ہوسکتا مگر وہ لوگ جنہوں نے مؤمنین کے یتیموں کو (دنیا میں) خوش رکھا ہے۔

(میزان الحکمہ ،جلد۲،ص۱۱۰۶)

۴) بے کس و مجبور اور محروم طبقہ کے افراد کے مسائل حل کرنے کے لیے کھلی کچہری لگائی جائے اور اس کھلی کچہری میں فوج و پولیس اور انتظامیہ کے افراد کی موجودگی نہیں ہونی چاہیے تاکہ ہر شخص کسی خوف کے بغیر اپنی بات سربراہ مملکت تک پہنچا سکے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمان ہے کہ جس قوم میں ناتواں و کمزور افراد کو طاقتور عناصر سے حق نہیں دلایا جا تا سکتا ہے وہ ہرگز اچھی قوم نہیں کہلا سکتی ، حاکم کو عوام سے براہ راست رابطہ میں ہونا چاہیے۔

آیت: فَانطَلَقَا حَتَّى إِذَا أَتَيَا أَهْلَ قَرْيَةٍ اسْتَطْعَمَا أَهْلَهَا فَأَبَوْا أَن يُضَيِّفُوهُمَا فَوَجَدَا فِيهَا جِدَاراً يُرِيدُ أَنْ يَنقَضَّ فَأَقَامَهُ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ أَجْرا

(سورۂ کھف ،آیت ۷۷)

تو انہوں نے وہاں ایک دیوار پائی جو گرا چاہتی تھی اسے بنا کر سیدھے کھڑا کردیا۔

(نورالقرآن ،ص۳۰۳)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم: مَنْ قَضَىٰ لِاَ خِيْهِ الْمُؤْمِنِ حَاجَةً فَكَاَنَّمَا عَبَدَاللّٰهَ

دَهْرَهُ .

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جو شخص اپنے مؤمن بھائی کی حاجت پوری کرے گویا اس نے پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی۔

(یکصد موضوع ۵۰۰ داستان، جلد ۱۔ ۴۴۹)

☆شرح:

قانع سے مراد مانگنے والا اور معتر سے مراد وہ جو اپنی خستہ حالی بیان تو کرے لیکن دست سوال دراز نہ کرے اور یہ دونوں الفاظ قرآن مجید کی اصطلاحات ہیں ارشاد ہوتا ہے۔فکلو منها واطعمو القانع والمعتر۔۔۔﴿سورۃ الحج: آیت نمبر ۳۶﴾

آپؑ نے انہیں حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے بیت المال سے دیا جائے۔ کیونکہ یہ طبقہ ان اصناف میں شامل ہے کہ جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں آیا ہے واعلموا انما۔۔۔۔﴿سورۃ الانفال: آیت نمبر ۴۱﴾

☆☆شرح:

۱۔الطَّبَقَةِ السُّفْلَى : نچلا طبقہ

۲۔ فَلَا يَشْغَلَنَّكَ عَنْهُمْ : اوران کے امور کو انجام نہ دو۔

۳۔ قَدِ اسْتُرْعِيتَ حَقَّهُ : ان سب کے حقوق کی رعایت کرو۔

۴۔وَذَوِي الرِّقَّةِ فِي السِّنِّ : وہ عمر رسیدہ جو کام نہیں کر سکتے۔

۵۔ وَالْحَقُّ كُلُّهُ ثَقِيلٌ : حق تو ہمیشہ بھاری ہوتا ہے۔

۶۔ وَقَدْ يُخَفِّفُهُ اللّٰهُ : کچھ قوموں پر اللہ اس کو ہلکا کر دیتا ہے۔

۷۔ وَتَجْلِسُ لَهُمْ مَجْلِسًا عاماً : اور اس کے دروازے کسی کے لیے بند نہ کرنا۔ (۱)

۸۔ مَاأُعْطَيْتَ هَنِيئًا : یعنی احسان جتلائے بغیر اور بغیر تشدد کے۔ (۲)

۱۔ ترجمہ گویا د شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ ص ۱۵۵

۲۔ ترجمہ گویا د شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ ص ۱۵۷

حاشیہ: (۱) مقصد یہ نہیں کہ حاکم جلسۂ عام میں لاوارث ہو کر بیٹھ جائے اور کوئی بھی مفسد، ظالم فقیر کے بھیس میں آ کر اس کا خاتمہ کر دے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ پولیس، فوج، محافظ اور دربان لوگوں کی ضروریات کی راہ میں حائل نہ ہونے پائیں کہ نہ تمہارے پاس آنے دیں اور نہ کھل کر بات کرنے کا موقع دیں۔

مشکل الفاظ اور انکے معانی:

(۱) بواسیٰ: شدت فقر (۲) زمنی: معذور (۳) قانع: سائل (۴) معتر: جس کی صورت سوال ہو (۵) غلات: ثمرات (۶) صوافی: ارض غنیمت (۷) تافہ: حقیر (۸) تصعیر: منہ پھیر لینا (۹) اعذار الی اللہ: خدا کی بارگاہ میں معذور ہونا (۱۰) رقۃ فی السن: کبیر سن (۱۱) ذوی الحاجات: مظلومین (۱۲) احرس: جمع حرس، محافظ (۱۳) شرط: جمع شرطہ، پولیس (۱۴) غیر متعتع: بلا لکنت (۱۵) خرق: درشتی (۱۶) عی: عاجزی کلام (۱۷) انف: اکڑ (۱۸) اکناف: اطراف (۱۹) ھنیئاً: خوش گواری، سہولت

بعض معاملات کوخود انجام دو

ثُمَّ اُمُوْرٌ مِنْ اُمُوْرِكَ لَا بُدَّلَكَ مِنْ مَبَاشَرَتِهَا ، مِنْهَا اِجَابَةُ عُمَّالِكَ بِمَا يَعْيَ (☆)عَنْهُ كُتَّابُكَ وَمِنْهَا اِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ يَوْمَ وَرُوْدِهَا عَلَيْكَ بِمَا تَحْرَجُ (١) بِهٖ صُدُوْرُ اَعْوَانِكَ . وَاَمْضِ لِكُلِّ يَوْمٍ عَمَلَهُ ، فَاِنَّ لِكُلِّ يَوْمٍ مَافِيْهِ ، وَاجْعَلْ لِنَفْسِكَ فِيْمَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ اللّٰهِ اَفْضَلَ تِلْكَ الْمَوَاقِيْتِ وَ اَجْزَلَ (٢) (☆☆)تِلْكَ الْاَقْسَامِ ، وَاِنْ كَانَتْ كُلُّهَا لِلّٰهِ اِذَا صَلَحَتْ فِيْهَا النِّيَّةُ ، وَسَلِمَتْ مِنْهَا الرَّعِيَّةُ. وَلْيَكُنْ فِيْ خَاصَّةِ مَاتُخْلِصُ بِهٖ لِلّٰهِ دِيْنَكَ ، اِقَامَةُ فَرَائِضِهِ الَّتِيْ هِيَ لَهُ خَاصَّةً ، فَاَعْطِ اللّٰهَ مِنْ بَدَنِكَ فِيْ لَيْلِكَ وَنَهَارِكَ ، وَوَفِّ مَاتَقَرَّبْتَ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ كَامِلاً غَيْرَ مَثْلُوْمٍ (٣) وَلَا مَنْقُوْصٍ ، بَالِغًا مِنْ بَدَنِكَ مَا بَلَغَ. وَاِذَاا قُمْتَ فِيْ صَلاَ تِكَ لِلنَّاسِ فَلَا تَكُوْنَنَّ مُنَفِّرًا وَلَا مُضَيِّعاً (٤) ، فَاِنَّ فِي النَّاسِ مَنْ بِهِ الْعِلَّةُ وَلَهُ الْحَاجَةُ. وَقَدْ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِه وَسَلَّمْ حِيْنَ وَجَّهَنِيْ اِلَى الْيَمَنِ كَيْفَ اُصَلِّيْ بِهِمْ فَقَالَ : " صَلِّ بِهِمْ كَصَلاَ ةِ اَضْعَفِهِمْ ، وَكُنْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْماً " .(☆☆☆) وَاَمَّا بَعْدُ فَلَا تُطَوِّلَنَّ احْتِجَابَكَ عَنْ رَعِيَّتِكَ ، فَاِنَّ احْتِجَابَ الْوُلَا ةِ عَنِ الرَّعِيَّةِ شُعْبَةٌ مِنَ الضِيْقِ ، وَقِلَّةُ عِلْمٍ بِالْاُمُوْرِ وَالْاِحْتِجَابِ مِنْهُمْ يَقْطَعُ عَنْهُمْ عِلْمَ مَااحْتَجَبُوا دُوْنَه فَيَصْغُرُ عِنْدَهُمُ الْكَبِيْرُ ، وَيَعْظُمُ الصَّغِيْرُ ، وَيَقْبُحُ الْحَسَنُ ، وَيَحْسُنُ الْقَبِيْحُ، وَيُشَابُ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ، وَاِنَّمَا الْوَالِيْ بَشَرٌ لَا يَعْرِفُ

مَـاتَوَارَىٰ عَنْهُ النَّاسُ بِهِ مِنَ الْاُمُوْرِ ، وَلَيْسَتْ عَلَىٰ الْحَقِّ سِمَاتٌ (٥) تَعْرَفُ بِهَا ضُرُوْبُ الصِّدْقِ مِنَ الْكِذْبِ ، وَاِنَّمَا اَنْتَ اَحَدُ رَجُلَيْنِ ، اِمَّا امْرُؤٌسَخَتْ نَفْسُكَ بِـالْبَذْلِ(٦) فِي الْحَقِّ ، فَفِيْمَ احْتِجَابُكَ مِنْ وَاجِبِ حَقٍّ تُعْطِيْهِ ، اَوْ فِعْلٍ كَرِيْمٍ تُسْدِيْهِ ، اَوْ مُبْتَلًى بِالْمَنْعِ ، فَمَا اَسْرَعَ كَفَّ النَّاسِ عَنْ مَسْأَلَتِكَ اِذَا اَيِسُوْا (٧) مِنْ بَذْلِكَ مَعَ اَنَّ اَكْثَرَ حَاجَاتِ النَّاسِ اِلَيْكَ مِمَّا لَا مَؤُوْنَةَ فِيْهِ اِلَيْكَ ، وَمِنْ شَكَاةِ (٨) مَظْلِمَةٍ ، اَوْ طَلَبِ اِنْصَافٍ فِيْ مُعَامِلَةٍ .

ترجمہ: اس کے بعد تمہارے بعض معاملات ایسے بھی ہیں، جنہیں تم خود ہی انجام دو گے، جیسے حکّام کے اُن مسائل کے جوابات جن کے جوابات محرّر نہ دے سکیں یا لوگوں کی اُن ضروریات کو پورا کرنے سے تمہارے مددگار پہلو تہی کرتے ہوں اور دیکھو ہر کام کو اسی کے دن مکمل کر دینا کہ ہر دن کا اپنا ایک کام ہوتا ہے۔ اس کے بعد اپنے اور پروردگار کے رابطے کے لیے بہترین وقت منتخب کرنا جو تمام اوقات میں سے افضل اور بہتر ہو۔ اگر چہ تمام ہی اوقات اللہ کے لیے شمار ہو سکتے ہیں، اگر انسان کی نیت سالم رہے اور اس کے طفیل خوش حال ہو جائے۔

اور تمہارے وہ اعمال جنہیں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے انجام دیتے ہو، ان میں سے سب سے اہم کام (ا) اُن فرائض کو قائم کرنا ہو، جو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتے ہیں۔ اپنی جسمانی طاقت میں سے دن اور رات دونوں وقتوں کا ایک حصّہ اللہ تعالیٰ کے لیے قرار دینا اور جس کام کے ذریعے اُس کی قربت چاہتے ہو، اُسے مکمّل طرح

سے انجام دینا، نہ کوئی رکاوٹ پڑنے پائے اور نہ کوئی نقص پیدا ہو، چاہے بدن کو قدرے زحمت کیوں نہ ہو جائے، اور جب لوگوں کے ساتھ جماعت کی نماز ادا کرو تو اس طرح پڑھو کہ لوگ بے زار نہ ہو جائیں اور نہ اس طرح کہ نماز برباد ہو جائے۔ اس لیے کہ لوگوں میں بیمار اور ضرورت مند افراد ہوتے ہیں۔ میں نے یمن کی مہم پر جاتے ہوئے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا تھا کہ نمازِ جماعت کا انداز کیا ہونا چاہیے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ: ''کمزور ترین آدمی کے اعتبار سے ادا کرنا اور مومنین کے حال پر مہربان رہنا۔''

اس کے بعد یہ بھی خیال رہے کہ اپنی رعایا سے دیر تک علیحدہ نہ رہنا کہ حکّام کا رعایا سے پسِ پردہ رہنا ایک طرح کی تنگ دلی پیدا کرتا ہے اور وہ ان کے معاملات سے باخبر نہیں رہتے اور یہ پردہ داری اُنہیں بھی ان چیزوں کے جاننے سے روک دیتی ہے، جن کے سامنے یہ حجاب قائم ہو جاتے ہیں اور اس طرح بڑی چیز چھوٹی ہو جاتی ہے اور چھوٹی چیز بڑی ہو جاتی ہے۔ اچھا بُرا بن جاتا ہے اور بُرا اچھا ہو جاتا ہے، اور حق باطل سے مخلوط ہو جاتا ہے۔ اور حاکم بھی بالآخر ایک انسان ہے، وہ پسِ پردہ اُمور کی خبر نہیں رکھتا اور نہ حق کی پیشانی پر ایسے نشان ہوتے ہیں، جن کے ذریعے سچائی کی اقسام کو غلط بیانی سے جدا کر کے پہچانا جا سکے۔

اور پھر تم دو میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے۔ یا وہ شخص ہو گے جس کا نفس راہِ حق میں بذل و عطا پر مائل ہے، تو پھر تمہیں واجب حق عطا کرنے کی راہ میں پردہ حائل کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کریموں جیسا عمل کیوں نہیں کرتے۔ یا تم بخل

(کنجوسی) کی بیماری میں مبتلا ہو گے تو بہت جلد لوگ تم سے مایوس ہو کر خود ہی اپنے ہاتھ کھینچ لیں گے اور تمہیں پردہ ڈالنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ حالاں کہ لوگوں کی اکثر ضروریات وہ ہیں، جن میں تمہیں کسی طرح کی زحمت نہیں ہے، جیسے ظلم کے خلاف فریاد یا کسی معاملے میں انصاف کا مطالبہ۔

۱) نظام الاوقات کی صحیح ترتیب ہونی چاہیے اور آج کا کام کل پر چھوڑنے کی روک تھام کی جائے۔

آیت: فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلاَةَ فَاذْكُرُواْ اللّهَ قِيَاماً وَقُعُوداً وَعَلَى جُنُوبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُواْ الصَّلاَةَ إِنَّ الصَّلاَةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً

(سورۂ نساء، آیت ۱۰۳)

بلاشبہ نماز اہل ایمان پر ایک فریضہ ہے جو اوقات کے معین کے ساتھ عائد کیا گیا ہے۔ (نور القرآن، ص ۹۶)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اُوْصِيكُمْ عِبَادَاللّٰهِ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَنَظْمِ اَمْرِكُمْ.

حضرت علی علیہ السلام: بندگان خدا میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ ہمیشہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور اپنے امور میں نظم و ضبط رکھو۔ (نہج البلاغہ، وصیت امیر المومنینؑ)

۲) کسی بھی حال میں ارباب اقتدار کو خدا سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔

آیت: وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (سورۂ اعراف، آیت ۲۰۵)

اور غفلت کرنیوالوں میں سے نہ ہو۔ (نور القرآن، ص ۱۷۷)

حدیث: قال المعصوم علیہم السلام: وَاِذَ کَانَ اُمَرَاؤُکُمْ شِرَارُکُمْ وَاَغْنِیَاؤُکُمْ بُخَلَائُکُمْ وَاُمُوْرُکُمْ اِلیٰ نِسَائِکُمْ فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَیْرٌلَّکُمْ مِنْ ظَهْرِهَا .

اور جب تمہارے حکمران بُرے ہوں، تمہارے دولتمند بخیل ہوں ور تمہارے امور تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کا اندار تمہارے لیے اس کے پشت سے بہتر ہے۔ (میزان الحکمہ، جلد ۱، ص ۴۴)

(۳) حکام کا عوام سے رابطہ ہر گز منقطع نہیں ہونا چاہیے۔

آیت: فَمَا آمَنَ لِمُوسَى إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّن قَوْمِهِ عَلَى خَوْفٍ مِّن فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمْ أَن يَفْتِنَهُمْ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ

(سورۂ یونس، آیت ۸۳)

اور بلاشبہ فرعون سرکشی کرنے والا تھا، روئے زمین پر اور حد سے تجاوز کرنے والوں میں سے تھا۔ (نور القرآن، ص ۲۱۹)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اِنَّ شَرَّالنَّاسِ عِنْدَاللّٰهِ اِمَامٌ جَائِرٌ ضَلَّ وَ ضُلَّ بِهِ .

اللہ کے نزدیک لوگوں میں بدترین وہ ظالم حکمران ہے جو گمراہی میں پڑا رہے اور دوسرے بھی اس کی وجہ سے گمراہی میں پڑیں۔ (میزان الحکمہ، جلد ۵، ص ۷۶)

☆شرح:

پھر آپؑ نے انہیں اس بات کی وضاحت بھی کر دی کہ ایسی نشستوں اور اجلاسوں کے لیے ایک اور بات بھی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کی ضروریات

فراہم کرنے کے لیے براہ راست اقدام کریں کیونکہ کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں ان کے معاونین اور نمائندگان اس سلسلے میں حرج اور مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں تو اس کا حل صرف یہی ہے کہ وہ بذات خود اور براہ راست لوگوں سے رابطہ قائم کریں۔

اس کے بعد آپؑ نے ہر کام کو بروقت انجام دینے کو ان پر لازم قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہر کام کا اپنا مناسب وقت اور موقع ہوتا ہے۔ اگر اس سے قبل انجام دیا جائے یا تاخیر کی جائے تو باعث سستی اور تھکن بن جاتا ہے۔

☆☆ شرح:

حاکم کے اپنے انفرادی فرائض کی ادائیگی کے لیے بہترین لمحات کا انتخاب بھی لازم ہے۔ اگرچہ آپؑ نے یہ بھی فرمایا آپ کے سارے کام اللہ ہی کے لیے ہیں یعنی رعیت کے امور کی دیکھ بھال میں اگر نیک نیتی ہو اور لوگ ظلم اور ناانصافی سے محفوظ رہیں تو یہ بھی عبادات اور فرائض میں شامل ہے۔ ادائیگی فرائض میں حاکم امور مملکت کی وجہ سے مثلاً مختصر نماز پر اکتفا نہ کرے بلکہ واجبات کے ساتھ ساتھ مستحبات بھی بجا لائے خواہ اس کی وجہ سے اس کا بدن تھک جائے۔

نماز جماعت کی امامت کے متعلق فرمایا کہ اس میں نماز کو نہ اتنی طولانی کر لیں کہ جس سے لوگ متنفر ہو کر بھاگ جائیں نہ اتنی مختصر کہ اس کی مطلوبہ شکل بگڑ جائے۔

وکن بالمومنین رحیماً میں دو احتمال ہیں پہلا یہ کہ حضور اکرمؐ کی حدیث کا جملہ ہے اور دوسرا یہ کہ یہ خود امیر المومنینؑ کا کلام ہے۔

☆☆☆شرح:

آپؑ نے انہیں رعیت اور عوام سے دور رہنے سے منع فرمایا، کیونکہ اس میں امور کے پیچیدہ ہونے کا احتمال ہے۔ اگر زیادہ گھل مل جائیں اور کوئی حجاب نہ رکھیں تب بھی مسائل پیدا ہو جاتے ہیں پس درمیانہ رویہ بہتر ہے۔

نیز اکثر لوگ حکام سے اس لیے بھی دور رہتے ہیں تاکہ ان سے تعظیم وتکریم اور بے جا مدح سرائی کا مطالبہ نہ کیا جائے۔

اگر حاکم عطا وبخشش میں زیادتی کرے تو پھر عوام سے کسی بات کو مخفی نہیں رکھ سکتا اور اگر بخل اور کنجوسی سے کام لے تو لوگ اپنی درخواست پیش نہیں کر سکتے۔

☆☆☆☆شرح:

۱۔ ثُمَّ أُمُورٌ مِنْ أُمُورِكَ : یعنی ان امور کو دوسرں کے سپرد نہ کرو۔

۲۔ وَمِنْهَا إِصْدَارُ حَاجَاتِ النَّاسِ : اور دوسرا یہ کہ لوگوں کی ضروریات کو اسی دن پورا کرنا ہے جس دن اس کی رپورٹ تم تک پہنچ جائے اور اس کا انجام دینا تمہارے معاونین کے لیے مشکل ہو۔

۳۔ مَا تُخْلِصُ بِهِ لِلّٰهِ دِيْنَكَ : یعنی وہ باتیں جو اس کی ذات پاک سے مخصوص ہیں(۱)

۱۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج۳ص ۱۵۷

حاشیہ: (۱) یہ شاید اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ سماج اور عوام سے الگ رہنا والی اور حاکم کے ضروریاتِ زندگی میں شامل ہے، ورنہ اس کی زندگی چوبیس گھنٹے عوام الناس کی ہوگئی تو نہ تنہائیوں میں اپنے مالک سے مناجات کر سکتا ہے، اور نہ خلوتوں میں اپنے اہل وعیال کے حقوق ادا کرسکتا ہے۔ پردہ داری ایک انسانی ضرورت ہے، جس سے کوئی انسان بے نیاز نہیں ہوسکتا، اصل مسئلہ یہ ہے کہ اس پردہ داری کو طول نہ ہونے پائے کہ عوام النّاس حاکم کی زیارت سے محروم ہو جائیں، اور اس کا دیدار صرف ٹیلی ویژن کی اسکرین پر نصیب ہو، جس سے نہ کوئی فریاد کی جاسکتی ہے، اور نہ کسی دردِ دل کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ ایسے شخص کو حاکم بننے کا کیا حق ہے، جو عوام کے دکھ درد میں شریک نہ ہوسکے، اور اُن کی زندگی کی تلخیوں کو محسوس نہ کرسکے۔ ایسے شخص کو دربارِ حکومت میں بیٹھ کر ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا نعرہ لگانا چاہیے، اور آخر میں کسی دریا میں ڈوب کر مرنا چاہیے، کیوں کہ اسلامی حکومت اس طرح کی لاپروائی کو برداشت نہیں کرسکتی۔ اس کے لیے کوفے میں بیٹھ کر حجاز اور یمامہ کے فقراء کو دیکھنا پڑتا ہے، اور اُن کی حالت کے پیشِ نظر سُوکھی روٹی کھانا پڑتی ہے۔

مشکل الفاظ اور انکے معانی:

(۱) تحرج: تنگی محسوس کرتے ہیں (۲) اجزل: اعظم (۳) مثلوم: جس میں رخنہ پڑ جائے (۴) مضیع: برباد کرنے والا (۵) سمات: علامات (۶) بذل: عطا (۷) ایسوا: مایوس ہوجائیں (۸) شکات: شکایت

راز دار افراد کے معاملات میں خوش اسلوبی

ثُمَّ إِنَّ لِلْوَالِيْ خَاصَّةً وَبِطَانَةً ، فِيهِمُ اسْتِئْثَارٌ وَتَطَاوُلٌ ، وَقِلَّةُ إِنْصَافٍ فِيْ (☆)مُعَامَلَةٍ ، فَاحْسِمْ (١) مَادَّةَ أُولَٰئِكَ بِقَطْعِ (٢) أَسْبَابِ تِلْكَ الْأَحْوَالِ وَلَا تَقْطَعَنَّ لِأَحَدٍ مِنْ حَاشِيَتِكَ وَحَامَّتِكَ (٣) قَطِيعَةً وَلَا يَطْمَعَنَّ مِنْكَ فِيْ اِعْتِقَادِ عُقْدَةٍ ، تَضُرُّ بِمَنْ يَلِيهَا مِنَ النَّاسِ فِيْ شِرْبٍ أَوْ عَمَلٍ مُشْتَرَكٍ يَحْمِلُونَ مَؤُونَتَهُ عَلَىٰ غَيْرِ هِمْ ، فَيَكُونَ مَهْنَأُ(٤) ذٰلِكَ لَهُمْ دُونَكَ ، وَعَيْبُهُ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ وَأَلْزِمِ الْحَقَّ مَنْ لَزِمَهُ مِنَ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ ، وَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ صَابِرًا مُحْتَسِبًا ، وَاقِعًا ذٰلِكَ مِنْ قَرَابَتِكَ وَخَاصَّتِكَ حَيْثُ وَقَعَ ، وَابْتَغِ عَاقِبَتَهُ بِمَا يَثْقُلُ عَلَيْكَ مِنْهُ ، فَإِنَّ مَغَبَّةَ (٥) ذٰلِكَ مَحْمُودَةٌ . وَإِنْ ظَنَّتِ الرَّعِيَّةُ بِكَ حَيْفًا (٦)فَأَصْحِرْ لَهُمْ (٧) بِعُذْرِكَ، وَاعْدِلْ عَنْكَ ظُنُونَهُمْ بِإِصْحَارِكَ ، فَإِنَّ فِيْ ذٰلِكَ رِيَاضَةً (٨) مِنْكَ لِنَفْسِكَ ، وَرِفْقًا بِرَعِيَّتِكَ ، وَإِعْذَارًا تَبْلُغُ بِهِ حَاجَتَكَ مِنْ تَقْوِيمِهِمْ عَلَى الْحَقِّ .

ترجمہ: اس کے بعد بھی خیال رکھنا کہ ہر گورنر (والی) کے کچھ مخصوص اور راز دار قسم کے افراد ہوتے ہیں، جن میں خود غرضی، دست درازی اور معاملات میں ناانصافی پائی جاتی ہے، لہٰذا خبردار، ایسے لوگوں کے فساد کا علاج ان اسباب کے خاتمے سے کرنا، جن سے یہ حالات پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے کسی بھی حاشیہ نشیں اور قرابت دار کو کوئی جاگیر مت بخش دینا اور اسے تم سے ایسی کوئی توقع نہیں ہونی چاہیے کہ تم کسی ایسی زمین پر قبضہ

دے دوگے، جس کے سبب آب پاشی یا کسی مشترک معاملے میں شراکت رکھنے والے افراد کو نقصان پہنچ جائے کہ اپنے اخراجات بھی دوسرے کے سر ڈال دے اور اس طرح اس معاملے کا فائدہ اُس کے حصّے میں آئے اور اس کی ذمّے داری دنیا اور آخرت میں تمہارے ذمّے رہے۔ اور جس پر کوئی حق عائد ہوتا ہو، اس پر اس کے نافذ کرنے کی ذمّے داری ڈالو، چاہے وہ تم سے نزدیک ہو یا دُور اور اس مسئلے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں صبر و تحمّل سے کام لینا، چاہے اس کی زد تمہارے قربت داروں اور خاص لوگوں ہی پر کیوں نہ پڑتی ہو۔ اور اس سلسلے میں تمہارے مزاج پر جو بوجھ ہو، اُسے آخرت کی اُمید پر برداشت کر لینا کہ اس کا انجام بہتر ہوگا۔

اور اگر کبھی رعایا کو یہ خیال ہو کہ تم نے ان پر ظلم کیا ہے تو ان کے لیے اپنے عذر کا اظہار کر دو اور اسی ذریعے سے اُن کی بدگمانیوں کا علاج کرو۔ اس میں تمہارے نفس کی تربیت بھی ہے اور رعایا پر نرمی کا اظہار بھی ہے اور یہ عذر خواہی بھی ہے، جس کے ذریعے تم رعایا کو حق کی راہ پر چلانے کا مقصد بھی حاصل کر سکتے ہو۔

۱) حکام کے خواص و مقرب افراد کی بدمعاملگی پر کڑی نظر رکھی جائے۔

آیت: يَـا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (سورۂ حشر، آیت ۱۸)

اے ایمان لانے والو ! اللہ سے ڈرو اور کسی بھی متنفس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا سامان پہلے سے کر لیا ہے اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ باخبر ہے اس

سے جوتم کرتے ہو۔ (نور القرآن، ص ۵۴۹)

حدیث: قال علی علیہ السلام : قَیِّدُوا اَنۡفُسَکُمۡ بِالۡمُحَاسَبَةِ وَامۡلِکُوهَا بِالۡمُخَالَفَةِ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اپنے نفسوں کو محاسبہ کا پابند بناؤ اور اس کی مخالفت کرکے اس پر قابو پالو۔ (میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۲۶۸)

۲) خصوصی مراعات کے سلسلے ہرگز قائم نہ کیے جائیں کہ کیوں کہ اس سے حقداروں کے حقوق کی پامالی کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

آیت: وَلَوۡ أَنَّ أَهۡلَ الۡقُرَى آمَنُواۡ وَاتَّقَواۡ لَفَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالأَرۡضِ وَلَـكِن كَذَّبُواۡ فَأَخَذۡنَاهُم بِمَا كَانُواۡ يَكۡسِبُونَ

(سورۂ اعراف، آیت ۹۶)

اور اگر ان بستیوں کے باشندے ایمان لاتے اور نجات کا سامان کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیے۔

(نور القرآن، ص ۱۶۴)

حدیث: قال زین العابدین علیہ السلام: لاَ حَسَبَ لِقُرَشِيٍّ وَلاَ عَرَبِيٍّ اِلَّا بِتَوَاضُعٍ وَلاَ كَرَمَ اِلَّا بِالتَّقۡوٰى .

امام زین العابدین علیہ السلام: کسی قریشی یا عربی کو کوئی برتری حاصل نہیں مگر تواضع اور انکساری کے ساتھ اور کوئی عزت و تکریم نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد ۲، ص ۱۰۷۸)

۳) زمینوں کی تقسیم میں قریبیوں و تعلق داروں کا مقدم کرنے سے اجتناب

برتا جائے۔

آیت: قَالَ يَا نُوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْأَلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنِّي أَعِظُكَ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ

(سورۂ ھود، آیت ۴۶)

کہا: اے نوح! وہ تمہارے اہل میں سے نہیں ہے وہ تو بُرے اعمال کا مجسمہ ہے۔ (نور القرآن، ص ۲۲۸)

حدیث: صعد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المنبر فقال : اِنَّ النَّاسَ مِنْ آدَمَ اِلیٰ یَوْمِنَا هٰذا مِثْلُ اَسْنَا نِ الْمِشْطِ لَا فَضْلَ لِلْعَرَبِیِّ عَلیٰ الْعَجَمِ وَلَا لِلْأَحْمَرِ عَلیٰ الْاَسْوَدِ اِلَّابِالتَّقْوٰی.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا: یقیناً تم لوگ جو آج تک آدم سے پیدا ہوئے ہیں کنگی کے دانتوں کے مانند ہیں، کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی برتری حاصل نہیں اور نہ ہی کسی سرخ کو کالے پر۔

(الحدیث: جلد ۱، ص ۵۹ / روایات تربیتی از مکتب اہل بیت علیہم السلام)

۴) عوامی شکایات کے ازالہ کی بابت فوری اقدامات کیے جائیں اور عوام کو اپنے حکمرانوں سے حقوق کی ادائیگی کی بابت کوئی شکایت باقی نہیں رہنی چاہیے۔

آیت: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ

(سورۂ النمل، آیت ۲۰)

اور پرندوں کی جانچ کی تو کہا کیا بات ہے ہد ہد مجھے نظر نہیں آ رہا ہے یا وہ واقعی

غیر حاضر ہے۔ (نورالقرآن،ص ۳۷۹)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام : ثَلاثَةٌ تَجِبُ عَلَىٰ السُّلطَانِ لِلْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ مُكَافَأَةُ الْمُحْسِنِ بِالإِحْسَانِ لِيَزْدَادَ رَغْبَةً فِيهِ وَتَغَمُّدُ ذُنُوبِ الْمُسِيءِ لِيَتُوبَ وَيَرْجِعَ عَنْ غَيِّهِ وَتَأَلُّفِهِمْ جَمِيعاً بِالإِحْسَانِ وَالإِنْصَافِ .

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حکمرانوں پر فرض ہے کہ فرد اور معاشرے سے متعلق تین فریضے کی پابندی کریں۔ نیک افراد کو پاداش دے کر ان کی حوصلہ افزائی کریں اور اسطرح نیک کام کو پروان چڑھائیں۔ بُرے افراد کی پردہ دری نہ کریں تاکہ وہ پشیمان ہوکر توبہ کریں اور راہ راست پر آجائیں اور اپنے منصفانہ اور پُرلطف اقدامات سے معاشرے میں الفت پیدا کریں۔

(الحدیث : روایات تربیتی از مکتب اھل بیتؑ، جلد۱،۵۴)

☆شرح:

آپؑ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ اپنے اقربا اور خاص افراد کو لوگوں پر مسلط کردیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگ ان کے ہاتھوں نا انصافی اور بے عزتی کا شکار ہوجائیں گے، نیز جو مفادات یہ لوگ حاصل کریں گے وہ دنیا میں انہی کے لیے نفع بخش ہوں گے جبکہ آخرت میں اس کا گناہ مالک کے اوپر ہے۔ مزید برآں دنیا میں برائی اور مذمت کا شکار بھی یہ خود ہوں گے۔

☆☆شرح:

۱۔ بِقَطْعِ اَسْبَابِ تِلْكَ الْاَحْوَالِ : **یعنی ان کے ظلم کی جڑوں کو وسائل بند کرنے کے ذریعے کاٹ دو۔**

۲۔ وَکُنْ فِیْ ذٰلِكَ صَابِرًا : **اوراس کام کی پاداش اور جزا اللہ سے طلب کرو۔(۲)**

سبیل سکینہ
حیدرآباد سندھ پاکستان

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۹۷

۲۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۵۹

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور انکے معانی:

(۱) احسم: کاٹ دو (۲) اقطاع: زمین الاٹ کر دینا (۳) حامہ: خواص (۴) مھنأ: منفعت (۵) مغبہ: عاقبت، انجام (۸) حیف: ظلم (۹) اصحر لھم: واضح کر دو (۱۰) ریاض: تربیت نفس۔

دُشمن سے معاملات کو نمٹانے کا طریقہ

وَلَا تَدْفَعَنَّ صُلْحاً دَعَاكَ (١) اِلَيْهِ عَدُوُّكَ وَلِلّٰهِ فِيْهِ رِضًى، فَاِنَّ فِى الصُّلْحِ (☆)دَعَةً لِجُنُوْدِكَ، وَرَاحَةً مِنْ هُمُوْمِكَ، وَأَمْناً لِبِلَادِكَ، وَلٰكِنِ الْحَذَرَ كُلَّ الْحَذَرِ مِنْ عَدُوِّكَ بَعْدَ صُلْحِهِ، فَاِنَّ الْعَدُوَّ رُبَّمَا قَارَبَ لِيَتَغَفَّلَ (٢) فَخُذْ بِالْحَزْمِ، وَاتَّهِمْ فِىْ ذٰلِكَ حُسْنَ الظَّنِّ. وَاِنْ عَقَدْتَ بَيْنَكَ وَبَيْنَ عَدُوِّكَ عُقْدَةً، اَوْاَلْبَسْتَهُ مِنْكَ ذِمَّةً، فَحُطْ عَهْدَكَ بِالْوَفَاءِ، وَارْعَ ذِمَّتَكَ (٣) بِالْاَمَانَةِ، وَاجْعَلْ نَفْسَكَ جُنَّةً (٤) دُوْنَ مَا اَعْطَيْتَ، فَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ فَرَائِضِ اللّٰهِ شَيْءٌ النَّاسُ أَشَدُّ عَلَيْهِ اجْتِمَاعًا، مَعَ تَفَرُّقِ اَهْوَائِهِمْ، وَتَشَتُّتِ آرَائِهِمْ، مِنْ تَعْظِيْمِ الْوَفَاءِ بِالْعُهُوْدِ. وَقَدْ لَزِمَ ذٰلِكَ الْمُشْرِكُوْنَ فِيْمَا بَيْنَهُمْ دُوْنَ الْمُسْلِمِيْنَ لِمَا اسْتَوْبَلُوْا (٥) مِنْ عَوَاقِبِ الْغَدْرِ، فَلَا تَغْدِرَنَّ بِذِمَّتِكَ، وَلَاتَخِيْسَنَّ (٦) بِعَهْدِكَ، وَلَا تَخْتِلَنَّ (٧) عَدُوَّكَ، فَاِنَّهُ لَايَجْتَرِئُ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا جَاهِلٌ شَقِيٌّ. وَقَدْ جَعَلَ اللّٰهُ عَهْدَهُ وَذِمَّتَهُ أَمْناً أَفْضَاهُ (٨) بَيْنَ الْعِبَادِ بِرَحْمَتِهِ، وَحَرِيْماً (٩) يَسْكُنُوْنَ اِلٰى مَنَعَتِهِ (١٠)، وَيَسْتَفِيْضُوْنَ اِلٰى جِوَارِهِ فَلَا اِدْغَالَ وَلَا مُدَالَسَةَ (١١) وَلَا خِدَاعَ فِيْهِ، وَلَا تَعْقِدْ عَقْداً تُجَوِّزُ فِيْهِ الْعِلَلَ، وَلَا تُعَوِّلَنَّ عَلٰى لَحْنِ قَوْلٍ (١٢) بَعْدَ التَّأْكِيْدِ وَالتَّوْثِقَةِ. وَلَا يَدْعُوَنَّكَ ضِيْقُ أَمْرٍ، لَزِمَكَ فِيْهِ عَهْدُاللّٰهِ، اِلٰى طَلَبِ انْفِسَاخِهِ بِغَيْرِ الْحَقِّ، فَاِنَّ صَبْرَكَ عَلٰى ضِيْقِ اَمْرٍ تَرْجُو انْفِرَاجَهُ وَفَضْلَ عَاقِبَتِهِ، خَيْرٌ مِنْ غَدْرٍ تَخَافُ

تَبِعَتَهُ ، وَأَنْ تُحِيطَ بِكَ مِنَ اللّٰهِ فِيهِ طِلبَةٌ (١٣) ، لَا تَسْتَقْبِلُ فِيهَا دُنْيَاكَ وَلَا آخِرَتَكَ .

ترجمہ:

اور خبردار، کسی ایسی دعوتِ صلح کا انکار نہ کرنا، جس کی تحریک دشمن کی طرف سے ہو اور جس میں مالک کی رضا مندی پائی جاتی ہو(۱) کہ صلح کے ذریعے افواج کو قدرے سکون ملتا ہے اور تمہارے نفس کو بھی افکار سے چھٹکارا مل جائے گا اور شہروں میں بھی امن وامان کی فضا قائم ہو جائے گی، البتہ صلح کے بعد دشمن سے مکمل طور پر چوکنا رہنا کہ کبھی وہ تمہیں غافل بنانے کے لیے تم سے قربت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس سلسلے میں مکمّل ہوشیاری سے کام لینا اور کسی حُسنِ ظن سے کام نہ لینا اور اگر اپنے اور اُس کے درمیان کوئی معاہدہ کرنا یا اس کو کسی طرح کی پناہ دینا تو اپنے وعدے کی پاسداری ووفاداری کے ذریعے کرنا اور اپنے ذمّے کو امانت داری کے ذریعے محفوظ بنانا اور اپنے قول وقرار کی راہ میں اپنے نفس کو ڈھال بنا دینا کہ اللہ کے فرائض میں ایفائے وعدہ جیسا کوئی فریضہ نہیں ہے، جس پر تمام لوگ خواہشات کے اختلاف اور افکار کے تضاد کے باوجود متحد ہیں اور اس کا مشرکین نے بھی اپنے معاملات میں لحاظ رکھا ہے کہ عہد شکنی کے نتیجے میں تباہیوں کا اندازہ کر لیا ہے۔ تو خبردار، تم اپنے عہد واقرار سے غدّاری نہ کرنا اور اپنے قول وقرار میں خیانت سے کام نہ لینا اور اپنے دشمن پر اچانک حملہ نہ کرنا۔

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں جاہل و بد بخت کے علاوہ کوئی جرأت نہیں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عہد و پیمان (۲) کو امن کا وسیلہ قرار دیا ہے، جسے اپنی رحمت سے تمام بندوں کے لیے عام کر دیا ہے، اور ایسی پناہ گاہ بنا دیا ہے، جس کے دامنِ حفاظت میں پناہ ڈھونڈنے والے پناہ لیتے ہیں اور اس کے قریب منزل کرنے کے لیے تیزی سے قدم آگے بڑھاتے ہیں، لہٰذا اس میں کوئی جعل سازی، فریب کاری اور مکّاری نہیں ہونی چاہیے اور کوئی ایسا معاہدہ نہ کرنا، جس میں تاویل کی ضرورت پڑے اور معاہدہ پختہ ہو جانے کے بعد اس کے کسی مبہم لفظ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کرنا اور عہدِ الٰہی میں تنگی کا احساس غیرِ حق کے ساتھ وسعت کی جستجو پر آمادہ نہ کر دے کہ کسی امر کی تنگی پر صبر کر لینا اور کشائشِ حال اور بہترین عاقبت کا انتظار کرنا اس غدّاری سے کہیں بہتر ہے، جس کے اثرات خطرناک ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب دہی کی مصیبت گھیر لے اور تمہاری دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جائیں۔

۱) دفاعی جنگ کے اصول

دفاعی جنگ کا اصول اپنا جائے اور دشمن پر اچانک حملہ کرنے سے پرہیز کیا جائے اور اگر کسی حوالہ سے مصالحت و معاہدت کا مرحلہ آجائے تو صاف گوئی سے کام لیا جائے۔ تحریری معاہدہ میں ہر بات واضح ہونی چاہیے ایسا نہ ہو کہ بعد میں تاویلوں کا سہارا لینا پڑے اور مشکلات پیدا ہو جائے

آیت: وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ

اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَآخَرِیْنَ مِن دُونِہِمْ لاَ تَعْلَمُونَہُمُ اللّٰہُ یَعْلَمُہُمْ وَمَا تُنفِقُواْ مِن شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ إِلَیْکُمْ وَأَنتُمْ لاَ تُظْلَمُونَ(سورۂ انفال، آیت۶۰)

اورمہیا رکھو ان کے لیے جو تم فراہم کر سکو طاقت کی قسم سے۔

(نورالقرآن، ص۸۵)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : قُلْ مَابَدَالَکَ ، فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَۃٌ .

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : نے فرمایا: اپنے دل کی بات کہہ ڈالو، کیوں کہ جنگ ایک دھوکہ وفریب ہے۔

۲) سرحدی معاہدوں کی پابندی

سرحدی معاہدوں کی اچھی طرح چھان بین کی جائے اور معاہدہ ہو جانے کے بعد اس کی عملی پابندی نہایت احتیاط کے ساتھ ضروری ہے اور اس میں مکاری نہیں ہونی چاہیے۔

آیت: لَّیْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّواْ وُجُوہَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَـکِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلآئِکَۃِ وَالْکِتَابِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَآتَی الْمَالَ عَلَی حُبِّہِ ذَوِیْ الْقُرْبَی وَالْیَتَامَی وَالْمَسَاکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِیْ الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلاۃَ وَآتَی الزَّکَاۃَ وَالْمُوفُونَ بِعَہْدِہِمْ إِذَا عَاہَدُواْ وَالصَّابِرِیْنَ فِیْ الْبَأْسَاء والضَّرَّاء وَحِیْنَ الْبَأْسِ أُولَـئِکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوا وَأُولَـئِکَ ہُمُ الْمُتَّقُونَ

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۷)

اور اپنا قول پورا کرنے والے جب عہد کریں۔ (نورالقرآن، ص ۲۷)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اِذَانقَضُوا العَھدَ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیھِم عَدُوَّھُم .

رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: جب وہ عہد شکنی کریں گے تو اللہ ان کے دشمن کو ان پر مسلط کر دے گا۔ (منتخب المیزان، جلد۲، ص۷۴۲)

(منتخب المیزان، جلد۱، ص۲۵۲)

☆شرح:

آپؑ نے انہیں دعوتِ صلح قبول کرنے کا حکم دیا ہے، کیونکہ اس سے سپاہیانِ اسلام کو زحمتوں سے چھوٹ ملتی ہے، غم وغصے ختم ہو جاتے ہیں اور مملکت میں امن وامان قائم ہو جاتا ہے۔ لیکن صلح کے بعد بھی دشمن کے مکر وفریب سے ہوشیار رہنا چاہیئے، کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ اس صلح کے ذریعے آپ سے قریب ہو کر آپ کو غافل بنا دے گا۔ اس لیے دشمن کے بارے میں ہرگز نیک گمان نہ رکھیں۔

اس کے بعد آپؑ نے عہد کی وفاداری کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس وفاداری میں اس قدر مضبوط رہنا چاہیئے کہ اگر جان بھی چلی جائے تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہیئے، مشرکین بھی اس کی پاسداری کرتے ہیں اور یہ ان کے درمیان شریعت اور سنت بن گئی ہے۔ تو اسلام اس بارے میں زیادہ اوّلیت رکھتا ہے۔

پھر آپؑ نے انہیں حکم دیا ہے کہ ہرگز ایسا عقد اور عہد نہ باندھیں، جس میں گونا گوں تاویلیں کمزوریاں اور اسے توڑنے کی راہیں موجود ہوں۔ الفاظ اور کلمات واضح اور ابہام سے خالی ہونے چاہئیں کیونکہ ہر کلام اہل ادب کی اصطلاحات اور عرفی

معیاروں کے مطابق ہی سمجھا جاسکتا ہے۔

☆☆شرح:

۱۔ وَلَا تَختِلَنّ عَدُوّکَ، : یعنی اپنے دشمن کو دھوکہ مت دو۔(۲)

۲۔ وَلَا تَعقِدُ عَقداً تُجوّ زُ فِیہِ العِلَلَ: یعنی اس کی تاخیر ختم کردے گا۔

۳۔ اِلَیٰ طَلَب انفِسَا خِہِ بِغَیرِ الحَقِّ : ناحق طریقے سے اسے فسخ اور کالعدم کرنے پر اقدام نہ کرو۔(۳)

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۱۰۷

۲۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج ابلاغہ: ج ۳ ص ۱۶۱

۳۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۶۳

حاشیہ: (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ صلح ایک بہترین طریقۂ کار ہے، اور قرآن مجید نے اسے خیر سے تعبیر کیا ہے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو شخص جن حالات میں جس طرح کی دعوتِ صلح دے، تم قبول کرلو۔ اور اس کے بعد مطمئن ہوکر بیٹھ جاؤ، کہ ایسے نظام میں ہر ظالم اپنی ظالمانہ حرکتوں پر ہی صلح کرانا چاہے گا، اور تمہیں اسے قبول کرنا پڑے گا۔ صلح کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اسے رضائے الٰہی کے مطابق ہونا چاہیے۔ جس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صلح میں دیکھا گیا ہے کہ آپؐ نے جن جن نکات پر اور جس جس دفعہ پر صلح کی ہے، سب کے سب مطابق حقیقت اور عین مرضیِ پروردگار تھیں، اور کوئی غلط لفظ درمیان میں نہیں تھا۔ "بسمک اللھم" بھی ایک صحیح کلمہ تھا۔ محمد بن عبداللہ بھی ایک حروف حق تھا، اور دشمن کے افراد کا واپس کردینا بھی کوئی غلط اقدام

نہیں تھا۔ امام حسنؑ کی صلح میں بھی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں جن کا مشاہدہ سرکار دوعالم ﷺ کے صلح میں کیا جاچکا ہے، اور یہی مولائے کائنات کی بنیادی تعلیم اور اسلام کا بنیادی ہدف ہے۔

(۲) واضح رہے کہ دنیا میں حکومتوں کا قیام تو وراثت، جمہورین، عسکری انقلاب اور ذہانت وفراست تمام اسباب سے ہو سکتا ہے، لیکن حکومتوں میں استحکام عوام کی خوشی اور ملک کی خوشحالی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور جن افراد نے یہ خیال کیا کہ وہ اپنی حکومتوں کو خونریزی کے ذریعے مستحکم بنا سکتے ہیں انہوں نے جیتے جی اپنی غلطی کا انجام دیکھ لیا اور ہٹلر جیسے شخص کو بھی خودکشی پر آمادہ ہونا پڑا۔ اس لیے کہا گیا ہے کہ ملک کفر کے ساتھ تو باقی رہ سکتا ہے مگر ظلم کے ساتھ باقی نہیں رہ سکتا۔ اور انسانیت کا خون بہانے سے بڑا کوئی جرم قابل تصور نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ہر صاحب اقتدار اور صاحب عقل کا فریضہ ہے، اور زمانے کی گردش کے پلٹتے دیر نہیں لگتی ہے۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی:

(۱) دعہ: سکون (۲) تغفل: غافل بنا دینا (۳) ذمہ: عہد (۴) جنہ: سپر (۵) استوبلوا: مہلک پایا (۶) ختل: دھوکہ (۷) خاس: عہد شکنی (۸) افضاء: فاش کردیا (۹) حریم: جس کو ہاتھ لگانا حرام ہو (۱۰) منعہ: قوت دفاع (۱۱) مدالسہ: خیانت (۱۲) لحن القول: جو قابل تاویل ہو (۱۳) طلبہ: مطالبہ

ظلم وزیادتی سے پرہیز

اوّل

خون ناحق نہ گرے

اِيَّاكَ وَالدِّمَاءَ وَسَفُكَهَا بِغَيْرِ حِلِّهَا ، فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْءٌ اَدْنَىٰ لِنِقْمَةٍ ، وَلَا اَعْظَمَ (☆)لِتَبِعَةٍ ، وَلَا اَحرَاىٰ بِزَوَالِ نِعْمَةٍ ،وَانُقِطَاعِ مُدَّةٍ ، مِنْ سَفُكِ الدِّمَاءِ بِغَيْرِ حَقِّهَا . وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ مُبْتَدِئٌ بِالْحُكْمِ بَيْنَ الْعِبَادِ ، فِيمَا تَسَافَكُوا مِنَ الدِّمَاءِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، فَلَا تُقَوِّيَنَّ سُلْطَانَكَ بِسَفُكِ دَمٍ حَرَامٍ .فَاِنَّ ذٰلِكَ مِمَّا يُضْعِفُهُ وَيُوهِنُهُ، بَلْ يُزِيْلُهُ وَيَنْقُلُهُ ، وَلَا عُذْرَلَكَ عِنْدَاللّٰهِ وَلَاعِنْدِىْ فِىْ قَتْلِ الْعَمْدِ ، لِاَ نَّ فِيهِ قَوَدَ (١) الْبَدَنِ وَاِنِ ابْتُلِيتَ بِخطأً وَأَفْرَطَ (٢) عَلَيْكَ سَوْطُكَ اَوْ سَيْفُكَ اَوْيَدُكَ بِالْعُقُوبَةِ، فَاِنَّ فِىْ الْوَكْزَةِ (٣) فَمَا فَوْقَهَا مَقْتَلَةً ، فَلَا تَطْمَحَنَّ (٤) بِكَ نَخْوَةُ سُلْطَانِكَ عَنْ اَنْ تُؤَدِّىَ اِلَىٰ اَوْلِيَاءِ الْمَقْتُولِ حَقَّهُمْ .

ترجمہ: دیکھوخبردار! ناحق خون بہانے سے پرہیز کرنا کہ اس سے زیادہ عذاب الٰہی سے قریب تر اور پاداش کے لحاظ سے شدید تر اور نعمتوں کے زوال، زندگی کے خاتمہ کے لیے مناسب تر کوئی اور سبب نہیں اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے فیصلہ کا آغاز خونریزیوں کے معاملہ سے کرے گا۔لہٰذا خبردار! اپنی حکومت کا استحکام ناحق خونریزی کے ذریعہ پیدا نہ کرنا کہ یہ بات حکومت کو کمزور اور بے جان بنادیتی ہے بلکہ تباہ کر کے دوسروں کی طرف منتقل کردیتی ہے اور تمہارے پاس نہ خداوند تعالیٰ کے سامنے اور نہ

میرے سامنے عمداً قتل کرنے کا کوئی عذر نہیں ہے اور اس میں زندگی کا قصاص بھی ثابت ہے، البتہ اگر دھوکے سے اس غلطی میں مبتلا ہو جاؤ اور تمہارا تازیانہ، تلوار یا ہاتھ سزا دینے میں اپنی حد سے آگے بڑھ جائے کہ کبھی کبھی گھونسہ وغیرہ بھی قتل کا سبب بن جاتا ہے، تو خبردار! تمہیں سلطنت کا غرور اتنا اونچا نہ بنا دے کہ تم خون کے وارثوں کو ان کا خون بہا بھی ادا نہ کرو۔

سبیلِ سکینہ
دریا لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-۹

۱) ناحق خون ریزی سے اجتناب

طاقت کے استعمال میں ناحق خون ریزی نہ کی جائے اور اقتدار کو طور دینے غرض سے بے گناہ افراد کے خون کی ہولی کھیلنا حکمرانوں کے زوال اور خدا کے عذاب کو یقینی بناتا ہے۔

آیت: مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَى بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعاً وَلَقَدْ جَاءتْهُمْ رُسُلُنَا بِالبَيِّنَاتِ ثُمَّ إِنَّ كَثِيراً مِّنْهُم بَعْدَ ذَلِكَ فِي الأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ (سورۂ مائدہ، آیت ۳۲)

جو کسی ایک کو قتل کرے بغیر کسی جان کے بدلے یا روئے زمین پر فساد کے، وہ ایسا ہے کہ جیسے کہ اس نے تمام آدمیوں کو قتل کیا، اور جو اس کی سامان زندگی کرے وہ ایسا ہے جیسے تمام آدمیوں کی زندگی کا سامان کیا۔ (نور القرآن، ص ۱۱۴)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَوَّلُ مَايُقْضىٰ بَيْنَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الدِّمَاءِ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلے لوگوں کے درمیان خون

بہانے کے متعلق فیصلہ کیا جائے گا۔ (منتخب المیزان، جلد۲، ص۸۲۰)

۲) اگر حکومت کی زیادتی کے نتیجے میں کسی بے گناہ کو قتل کیا گیا ہو یا اس کو زخمی کر دیا گیا ہو تو اس کا قصاص یا خون بہا اور معاوضہ جو کچھ بھی بنتا ہو اس سے حاکم نہیں بچ سکتا۔

آیت: وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

(سورۂ بقرہ، آیت ۱۷۹)

اور تمہارے لیے اس جان کے بدلے جان والے قانون میں زندگی ہے، اے عقل والو! شاید تم بچتے رہو۔ (نور القرآن، ص ۲۸)

حدیث: قال علی علیہ السلام : رُدَّ الْحَجَرَ مِنْ حَيْثُ جَاءَ كَ فَإِنَّهُ لَا يُرَدُّ الشَّرُّ إِلَّا بِالشَّرِّ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جہاں سے پتھر تمہاری طرف آ رہا ہے اسی طرف اُسے واپس پھینک دو کیوں کہ شر کا جواب شر ہی ہوتا ہے۔

(منتخب المیزان، جلد۲، ص۸۳۶)

☆شرح :

آپؑ نے فرمایا ہے کہ خون ناحق بہانا اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہونے نعمتوں کے زائل ہو جانے اور حکومتوں کے سرنگوں ہونے کا باعث ہے، جبکہ آپ یہ گمان کر رہے ہوں گے کہ اس طرح میں اپنی حکومت کو استحکام دے رہا ہوں۔ نہیں

اس کو کمزور بلکہ اس کا خاتمہ کرر ہے ہیں۔

پھر آپؑ نے وضاحت کردی کہ قتل عمد کی سزا قود البرن ہے، یعنی جس طرح آپ نے مقتول کے بدن کو بگاڑ دیا ویسا ہی آپ کا بدن بھی بگاڑ دیا جانا چاہئے۔ یہ لفظ نہایت بلیغ اور مفہوم کی وضاحت کرنے والا ہے۔

☆☆شرح :

۱۔ وَانْقِطَاعِ مُدَّةٍ : حکمرانی کی مدت کو ختم کرنے کا (۲)

ا۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۱۱۱

ا۔ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳ ص ۱۶۳

حاشیہ:

مشکل الفاظ معانی:

(۱) قود: قصاص (۲) افرط علیک: جلدی کی (۳) وکزہ: گھونسہ (۴) تموج: اونچا ہو جانا

دوئم: خود پسندی سے دوری

وَاِيَّاكَ وَالْاِعْجَابَ بِنَفْسِكَ ، وَالثِّقَةَ بِمَا يُعْجِبُكَ مِنْهَا ، وَحُبَّ الْاِطْرَاءِ ، فَاِنَّ (☆)ذٰلِكَ مِنْ اَوْثَقِ فُرَصِ الشَّيْطَانِ فِيْ نَفْسِهِ لِيَمْحَقَ مَايَكُوْنُ مِنْ اِحْسَانِ الْمُحْسِنِيْنَ.

ترجمہ: اور دیکھو! اپنے نفس کو خود پسندی سے بھی محفوظ رکھنا اور اپنی پسند پر بھروسہ بھی نہ کرنا اور زیادہ تعریف کا شوق بھی پیدا نہ ہو جائے کہ یہ سب باتیں شیطان کی فرصت کے بہترین وسائل ہیں جن کے ذریعے وہ نیک لوگوں کے عمل کو ضائع اور برباد کر دیتا ہے۔

۱) عوام سے جھوٹے وعدے کرنے والے حکمران نہ تو اپنا اقتدار بچا سکتے ہیں اور نہ خدا کی ناراضگی کا راستہ روک سکتے ہیں۔ لہٰذا اس طرح کے اعمال انجام نہ دیئے جائیں۔

آیت: إِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِ اللّٰهِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَاذِبُون (سورۂ النحل، آیت ۱۰۵)

جھوٹ بس وہی گھڑتے ہیں جو آیات الٰہی پر ایمان نہیں رکھتے اور یہی لوگ جھوٹے ہیں۔ (نور القرآن، ص ۲۸۰)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم : اِنَّ الْكِذْبَ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ النِّفَاقِ .

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً جھوٹ نفاق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص۸٦۸)

☆شرح:

حدیث میں وارد ہے کہ تین چیزیں ہلاکت خیز ہیں وہ لالچ جو آدمی پر مسلط ہوگیا ہو۔ وہ نفسانی خواہش جس کی پیروی کی جاتی ہو اور خود پسندی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ لوگ آدمؑ سے ہیں اور آدمؑ مٹی سے۔ پس اولاد آدمؑ کس بات پر فخر اور خود کریں؟

حیدرآباد لطیف آباد یونٹ نمبر ۸۔ C9

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج ۱۷، ص ۱۱۴

سوئم: احسان جتلانے کی مذمت

وَاِيَّاكَ وَالْمَنَّ عَلىٰ رَعِيَّتِكَ بِاِحْسَانِكَ ، اَوِالتَّزَيُّدَ (١) فِيْمَا كَانَ مِنْ فِعْلِكَ ، (☆)اَوْ اَنْ تَعِدَهُمْ فَتُتْبِعَ مَوْعِدَكَ بِخُلْفِكَ ـ فَاِنَّ الْمَنَّ يُبْطِلُ الْاِحْسَانَ ، وَالتَّزَيُّدَ يَذْهَبُ بِنُوْرِ الْحَقِّ ، وَالْخُلْفَ يُوْجِبُ الْمَقْتَ (٢) عِنْدَاللّٰهِ وَالنَّاسِ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ : "كَبُرَ مَقْتاً عِنْدَاللّٰهِ أَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ . " (سورۂ صف، آیہ ٣)

ترجمہ: اورخبردار! رعایا پر احسان بھی نہ جتلانا اور جو سلوک کیا ہے اسے زیادہ سمجھنے کی بھی کوشش نہ کرنا یا ان سے کوئی وعدہ کر کے اس کے بعد وعدہ خلافی بھی نہ کرنا کہ یہ طرز عمل احسان کو برباد کر دیتا ہے اور زیادتی عمل کا غرور حق کی نورانیت کو فنا کر دیتا ہے اور وعدہ خلافی اللہ اور اللہ کے بندوں دونوں کے نزدیک ناراضگی کا سبب ہوتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ''اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم کوئی بات کہو اور پھر اس کے مطابق عمل نہ کرو۔''

۱) معاشرہ و مملکت کی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے کسی بھی اقدام سے تاخیر و کوتاہی سے کام نہ لیا جائے۔

آیت: إِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُونَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ وَإِذَا قَامُواْ إِلَى الصَّلَاةِ قَامُواْ كُسَالَى يُرَآؤُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيْلاً

(سورۂ نساء، آیت ۱۴۲)

جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو الکساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔ (نورالقرآن،ص۱۰۲)

حدیث: قال علی علیہ السلام: تَأْخِيرُ الْعَمَلِ عِنْوَانُ الْكَسَلِ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کام میں تاخیر کرنا سستی کی علامت ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ ،جلد۲،۸۸۰)

☆شرح:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

یا ایھالذین آمنو لا تبطلو اصد قا تکم یا لمن و الاذی ---

(سورۃ البقرہ: آیت نمبر۲۶۴)

منت اور احسان جتلانا انسانی نفس کے لیے تو پسندیدہ بات ہے لیکن نیکی کو برباد کرنے والا کام ہے۔

☆☆شرح :

۱۔ فَإِنَّ الْمَنَّ : کیونکہ احسان جتلانا

۲۔ وَالتَّزَيُّدَ : اپنی خدمات کو بڑا سمجھنا(۱)

ا۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ ج۳ ص ۱۶۵

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور اسکے معانی:

(۱)تزید: اظہار زیادتی (۲) اَلْمَقْتِ: بغض، ناراضی

چہارم: کاموں میں جلدی بازی سے پرہیز

وَاِيَّاكَ وَالْعَجَلَةَ بِالْأُمُورِ قَبْلَ اَوَانِهَا ، اَوِالتَّسَقُّطَ (١) فِيهَا عِنْدَ اِمْكَانِهَا، (☆)اَوِاللَّجَاجَةَ (٢) فِيهَا اِذَا تَنَكَّرَت (٣) اَوِالْوَهْنَ (٤) عَنْهَا اِذَا اسْتَوْضَحَتْ . فَضَعَ كُلَّ اَمْرٍ مَوْضِعَهُ، وَاَوْقِعْ كُلَّ عَمَلٍ مَوْقِعَهُ .

ترجمہ: اورخبردار! وقت سے پہلے کاموں میں جلدی نہ کرنا اور وقت آجانے پر سستی کا مظاہرہ نہ کرنا

اور بات سمجھ میں نہ آئے تو جھگڑا نہ کرنا، اور واضح ہو جائے تو کمزوری کا اظہار نہ کرنا، ہر بات کو اس کی جگہ پر رکھو اور ہر امر کو اس کے محل پر قرار دو۔

۱) کسی بھی بڑے فیصلہ میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے اور ہر فیصلہ و اقدام میں خدا و آخرت کو ملحوظ خاطر قرار دیا جائے۔

آیت: قُلْ لَّآ أَقُولُ لَكُمْ عِندِیْ خَزَآئِنُ اللّهِ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّیْ مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِیْ الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ أَفَلا تَتَفَكَّرُونَ (سورۂ انعام، آیت ۵۰)

کہیے کہ کیا برابر اندھا اور آنکھوں والا؟ کیوں کہ غور فکر سے کام نہیں لیتے ہو۔

(نور القرآن، ص ۱۳۴)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اَعْقَلُ النَّاسِ اَنْظَرُ هُمْ فِیْ الْعَوَاقِبِ .

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگوں میں سب سے بڑا عاقل وہ ہے جو انجام

کار کے بارے میں سب سے زیادہ غور و فکر کرنے والا ہو۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد ا، ص ۲۶۲)

☆شرح:

عجلت پسندی سے آپؑ نے منع فرمایا ہے۔ اس کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی مذمت کی ہے۔ خلق الانسان من عجل۔۔۔۔﴿سورۃ الانبیاء: آیت نمبر ۳۷﴾

حاشیہ:
مشکل الفاظ اور اس کے معانی:
(۱) اَوِالتَّسَاقُطَ: کمزوری (۲) اَوِاللَّجَاجَۃ: اصرار (۳) تَنَکَّرَتْ: جہاں صحیح راستہ معلوم نہ ہو (۴) اَوِالوَھَنَ: کمزوری

پنجم: مشترکہ چیزیں اپنے لیے مخصوص نہ کرو

وَاِیَّاكَ وَالْاِسْتِئْثَارَ (١) بِمَا النَّاسُ فِیْهِ اُسْوَةٌ (٢)(☆)، وَالتَّغَابِیَ عَمَّا تُعْنیٰ بِهٖ مِـمَّا قَدْ وَضَحَ لِلْعُیُوْنِ فَاِنَّهٗ مَأْخُوْذٌ مِنْكَ لِغَیْرِكَ . وَعَمَّا قَلِیْلٍ تَنْكَشِفُ عَنْكَ اُغْـطِیَةُ الْاُمُوْرِ ، وَیُنْتَصَفُ مِنْكَ لِلْمَظْلُوْمِ .(☆☆) امْلِكْ حَمِیَّةَ اَنْفِكَ (٣) وَسُوْرَةَ (٤) حَدِّكَ(٥) ، وَسَطْوَةَ یَدِكَ ، وَغَرْبَ لِسَانِكَ ، وَاحْتَرِسْ مِنْ كُلِّ ذٰلِكَ بِـكَفِّ الْبَـادِرَةِ ، وَتَـأْخِیْـرِ السَّـطْـوَةِ ، حَتّٰی یَسْكُنَ غَضَبُكَ فَتَمْلِكَ الْاِخْتِیَـارَ ، وَلَـنْ تُحْكِمَ ذٰلِكَ مِنْ نَفْسِكَ حَتّٰی تُكْثِرَ هُمُوْمَكَ بِذِكْرِ الْمَعَادِ اِلـیٰ رَبِّكَ ـ وَالْـوَاجِبُ عَلَیْكَ اَنْ تَتَذَكَّرَ مَامَضٰی لِمَنْ تَقَدَّمَكَ مِنْ حُكُوْمَةٍ عَـادِلَةٍ ، اَوْ سُـنَّةٍ فَـاضِـلَةٍ ، اَوْاَثَـرٍ عَـنْ نَبِیِّـنَـا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمْ اَوْ فَـرِیْـضَةٍ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ ، فَتَقْتَدِیْ بِمَا شَاهَدْتَ مِمَّا عَمِلْنَا بِهٖ فِیْهَا ، وَتَجْتَهِدَ لِـنَـفْسِكَ فِـی اتِّبَـاعِ مَـاعَهِـدْتُ اِلَیْكَ فِـیْ عَهْدِیْ هٰذَا ، وَاسْتَوْثَقْتُ بِهٖ مِنَ الْـحُـجَّةِ لِـنَـفْسِـیْ عَـلَیْكَ ، لِـكَیْلَا تَـكُوْنَ لَكَ عِلَّةٌ عِنْدَ تَسَرُّعِ نَفْسِكَ اِلیٰ هَوَاهَا. وَاَنَا اَسْأَلُ اللّٰهَ بِسَعَةِ رَحْمَتِهٖ ، وَعَظِیْمِ قُدْرَتِهٖ عَلیٰ اِعْطَاءِ كُلِّ رَغْبَةٍ ، اَنْ یُـوَفِّـقَـنِـیْ وَاِیَّـاكَ لِـمَا فِیْهِ رِضَاهُ مِنَ الْاِقَامَةِ عَلَی الْعُذْرِ الْوَاضِحِ اِلَیْهِ وَاِلیٰ خَـلْقِهٖ، مَعَ حُسْنِ الثَّنَاءِ فِی الْعِبَادِ ، وَجَمِیْلِ الْاَثَرِ فِی الْبِلَادِ ، وَتَمَامِ النِّعْمَةِ وَتَضْعِیْفِ (٦)الْكَرَامَةِ ، وَاَنْ یَخْتِمَ لِیْ وَلَكَ بِالسَّعَادَةِ وَالشَّهَادَةِ ،

((اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّااِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ)

وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ ، وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً کَثِیْراً .

ترجمہ: دیکھو! جس چیز میں تمام لوگ برابر شریک ہیں اسے اپنے لیے مخصوص نہ کر لینا اور جو حق نگاہوں کے سامنے واضح ہو جائے اس سے غفلت نہ برتنا، کہ دوسروں کے لیے یہی تمہاری ذمہ داری ہے اور عنقریب تمام امور سے پردے اٹھ جائیں گے اور تمام مظلوم کا بدلہ لے لیا جائیگا، اپنے غضب کی تیزی، اپنی سرکشی کے جوش، اپنے ہاتھ کی جنبش اور اپنی زبان کی کاٹ پر قابو رکھنا اور ان تمام چیزوں سے اپنے آپ کو اس طرح محفوظ رکھنا کہ جلد بازی سے کام انجام نہ ہو اور سزا دینے میں جلدی نہ کرنا، یہاں تک کہ تمہارا غصہ ٹھہر جائے اور اپنے اوپر قابو پا لو، اور اس امر پر بھی اختیار اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا کہ جب تک رب تعالیٰ کی بارگاہ میں واپسی کا خیال زیادہ سے زیادہ نہ ہو جائے۔ تمہارا فریضہ یہ ہے کہ ماضی میں گزر جانے والی عادلانہ حکومتیں اور فاضلانہ سیرت کو یاد رکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار اور کتاب اللہ کے احکام کو زیر نگاہ رکھو اور جس طرح ہمیں عمل کرتے دیکھا ہے اسی طرح ہمارے نقش قدم پر چلو، اور جو کچھ اس عہدنامہ میں ہم نے بتایا ہے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرو کہ میں نے تم پر اپنی حجّت کو مستحکم کر دیا ہے تا کہ تمہارا نفس خواہشات کی طرف تیزی سے بڑھے تو تمہارے پاس پھر کوئی عذر نہ رہے۔ اور میں پروردگار عالم کی بیکراں رحمت اور ہر مقصد کے عطا کرنے کی عظیم قدرت کے وسیلہ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں ان کاموں کی توفیق عطا فرمائے جن میں اس کی مرضی ہو اور ہم دونوں اس کی بارگاہ

میں اور بندوں کے سامنے عذر پیش کرنے کے قابل ہو جائیں، بندوں کی بہترین تعریف کے حقدار ہوں اور علاقوں میں بہترین آثار چھوڑ کر جائیں، نعمت کی فراوانی اور عزت کے روز افزوں اضافہ کو برقرار رکھ سکیں اور ہم دونوں کا خاتمہ سعادت اور شہادت پر ہو کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور اُسی کی بارگاہ میں لوٹ کر جانے والے ہیں۔ سلام ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور ان کی طیّب و پاکیزہ آل علیہم السلام پر اور سب پر سلام بے حساب ہو۔ والسلام۔ (۱)

تشریح: (۱) ابو جعفر اسکافی معتزلہ کے شیوخ میں شمار ہوتے تھے، اور ان کی ۷۵ بہترین تصنیفات تھیں جن میں ایک ''کتاب المقامات'' بھی تھی، اسی کتاب میں امیر المومنین علیؑ کے اس مکتوب گرامی کا تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ بتایا ہے کہ حضرت علیؑ نے اسے عمران کے ذریعے بھیجا تھا جو فقہائے صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ اور جنگ خیبر کے سال اسلام لائے تھے، عہد معاویہ میں انتقال کر گئے تھے۔ اسکافی حافظ کے معاصروں میں تھے اور انہیں اسکافی کی نسبت سے اسکافی کہا جاتا ہے جو نہروان اور بصرہ کے درمیان ایک شہر ہے۔

۱) عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈال کر ارباب اقتدار کے مفادات کا تحفظ کرنا حکمرانوں کا نا قابل معافی جرم ہے اس سے ہر طرح اجتناب کیا جائے۔

آیت: وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۂ مائدہ، آیت ۳۸)

اور چور مرد اور چور عورت ہو تو ان کے ہاتھ کاٹ دو، سزا میں اس کی جو انہوں

نے کیا ہے، یہ اللہ کی طرف سے ایک عبرتناک سزا ہے اور اللہ زبردست ہے بالکل صحیح کام کرنے والا ہے۔ (نورالقرآن، ص۱۱۵)

حدیث: قال الرضا علیہ السلام: حَرَّمَ اللّٰهُ السَّرِقَةَ لِمَا فِيهَا مِنْ فَسَادِ الْاَمْوَالِ وَقَتْلِ النَّفْسِ

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ نے چوری کو حرام قرار دیا، کیوں کہ اس سے اموال میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور کشت و خون ہوتا ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ، جلد ا، ص۴۹۲)

۲) اقتدار کے نشہ میں سرمست ہو کر جبر و استبداد پر مبنی اعمال کا ارتکاب نہایت خطرناک ثابت ہو سکتا ہے اس سے پرہیز کیا جائے۔

آیت: الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِيْ آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ كَبُرَ مَقْتاً عِندَ اللَّهِ وَعِندَ الَّذِيْنَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ

(سورۂ الغافر، آیت ۳۵)

اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر سرکش گھمنڈ والے کے دل پر۔

(نورالقرآن، ص۴۷۲)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اِيَّاكَ وَ التَّجَبُّرَ عَلٰى عِبَادِاللّٰهِ، فَاِنَّ كُلَّ مُتَجَبِّرٍ يَقْصِمُهُ اللّٰهُ.

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: اللہ کے بندوں پر جبر کرنے سے پرھیز کرو کیوں کہ اللہ ہر جابر کو سرکوب کرتا ہے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد ا، ص۱۸۰)

۳)	زبانی جمع خرچ اور بڑے بڑے دعوے نہ کئے جائیں کہ ان سے عوام فریبی کا راستہ کھلتا ہے۔

آیت: یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ اتَّقُواْ اللّهَ وَكُونُواْ مَعَ الصَّادِقِينَ

(سورۂ توبہ، آیت ۱۱۹)

اے ایمان لانے والو ! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جارہو۔

(نور القرآن، ص ۲۰۷)

حدیث: قال الصادق علیہ السلام: اَلصِّدْقُ عِزٌّ امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: سچائی عزت کا سرچشمہ ہے۔ (منتخب میزان الحکمہ، جلد۲، ص ۵۶۸)

۴)	ریاستی وسائل کے بل بوتے پر ناروا اقدامات نہ کئے جائیں۔

آیت: وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاء إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الخَائِنِينَ (سورۂ انفال، آیت ۵۸)

اور اگر آپ کو کسی جماعت سے بد دیانتی کے آثار محسوس ہوں تو ان کے عہد و پیمان کو ان کی طرف پھینک دیجئے کہ معاملہ برابر ہو جائے، بلاشبہ اللہ بد دیانتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

(نور القرآن، ص ۱۸۵)

حدیث: قال علی علیہ السلام : اِنَّ اَعْظَمَ الْخِيَانَةِ خِيَانَةُ الْاُمَّةِ (اَلامَنَةِ) وَاَفْضَعُ الْغِشّ غَشُّ الْاَئِمَّةِ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: سب سے بڑی خیانت قوم و ملت (امانتدار)

کی خیانت ہے اور سب سے بدترین دھوکہ وفریب رہنماؤں کا دھوکہ ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ ، جلد ۱، ص ۳۴۰)

۵) ماضی کے حالات و واقعات سے سبق حاصل کیا جائے اور سابقہ حکومتوں کے اچھے کاموں کو جاری رکھا جائے اور اچھی پالیسیوں کو اپنایا جائے۔

آیت: هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِن دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنتُمْ أَن يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُم مَّانِعَتُهُمْ حُصُونُهُم مِّنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُم بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ (سورۂ حشر، آیت ۲)

اے نگاہ والو ! عبرت حاصل کرو۔ (نورالقرآن، ص ۵۴۶)

حدیث: قال علی علیہ السلام : فِي تَصَارِيفِ الدُّنْيَا اِعْتِبَارٌ .

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: دنیا کے حوادث اور تغیرات میں درس عبرت ہے

(منتخب میزان الحکمہ ، جلد ۲، ۴۴۴)

۶) کتاب اللہ وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت ائمہ اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کو ہر کام، اقدام فیصلہ وموقف میں اصل واساس قرار دیا جائے۔

آیت: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

(سورۂ جمعہ، آیت ۲)

وہ وہ ہے جس نے امیین کی قوم میں ایک پیغمبر بھیجا انہی میں سے، جو ان کے

سامنے اس کی آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اورانہیں پاکیزہ بناتا ہے، انہیں کتاب اورحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ (نورالقرآن،ص۵۵۴)

حدیث: قال علی علیہ السلام: اَللّٰهَ اَللّٰهَ ! فِيْ الْقُرْآنِ لَا يَسْبِقَنَّكُمْ بِالْعَمَلِ بِهِ غَيْرُكُمْ

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: خدا، خدا،قرآن کے بارے میں، دوسرے لوگ اس پرعمل کرنے میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

(منتخب میزان الحکمہ ،جلد۲،ص۸۲۲)

حدیث: قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صَاحِبُ السُّنَّةِ اِنْ عَمِلَ خَيْراً قُبِلَ مِنْهُ وَاِنْ خَلَطَ غُفِرَ لَهُ .

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سنت کا پابند شخص اگر نیک عمل کرے تو اس کا عمل قبول ہے اور اگر غلطی کرے تو بخشا جائے۔ (میزان الحکمہ ،جلد۱،ص۵۱۴)

۷) آئین کی پاسداری وعملداری میں نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات کو آڑے نہ آنے دیا جائے۔

آیت: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظّاً غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِيْ الأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْن (سورۂ آل عمران،ص۱۵۹)

اور معاملات میں ان سے مشورہ بھی لے لیا کیجئے مگر جب حتمی ارادہ کر لیجئے تو اللہ پر بھروسہ کیجئے، یقیناً اللہ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(نورالقرآن،ص۷۲)

حدیث: قال علیؑ: صَوَابُ الرَّأْیِ بِالدُّوَلِ ، یُقْبِلُ بِاِقْبَالِهَا وَیَذْهَبُ بِذِهَابِهَا

حضرت علی ﷺ فرماتے ہیں: ہر رائے کی درستی حکومت کے ساتھ ہے، جب ایک حکومت برسر اقتدار آجاتی ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ آجاتی ہے اور جب برطرف ہو جاتی ہے وہ بھی ساتھ چلی جاتی ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ ،جلد۱،ص۴۱۲)

۸) ہیئت حاکم کا قانون کی بالادستی کو یقینی بنانے میں کوتاہی و بے پروائی سے کام لینا نا قابل معافی جرم ہوگا اور اس پر ان کا کوئی عذر قبول نہیں کیا جا سکتا۔

آیت: وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِيْن (سورۂ اعراف، آیت ۲۰۵)

اور غفلت کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ (نور القرآن، ص ۱۷۷)

حدیث: قال علیؑ: اَلْغَفْلَةُ ضَلاَلَةٌ . غفلت اور بے پرواہی گمراہی ہے۔

(منتخب میزان الحکمہ ،جلد۲،ص ۷۷۲)

☆ شرح:

پھر آپؑ نے انہیں اس بات سے منع فرمایا ہے کہ اپنے خواص اور قریبی افراد کے بارے میں چشم پوشی کریں۔ مثلاً حاکم کو ابلاغ کیا جاتا ہے کہ ان کا فلاں خاص آدمی برے کاموں کا مرتکب ہوا ہے اور چھپ کر یہ کام کرتا ہے تو حاکم کوئی اہمیت نہیں دیتا اور چشم پوشی کرتا ہے۔

امامؑ فرماتے ہیں، ایسا شخص سزا کا مستحق ہے اور لوگوں کی نفرین اور بددُعا کا۔ مثلاً لوگ یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ اس سے ہمارا بدلہ لے لے۔

☆☆شرح:

نیز غصے کی حالت میں کسی کے ساتھ برا سلوک کرنے سے آپؑ نے منع فرمایا ہے۔ جج اور قاضی کے بارے میں شریعت کا حکم ہے کہ وہ حالت غیظ وغضب میں کوئی فیصلہ صادر نہ کریں، تو حاکم اور صاحبِ اقتدار کو تو بطریق اولیٰ شریعت نے منع فرمایا ہے۔

☆☆☆شرح :

۱۔ وَغَرْبَ لِسَانِكَ : یعنی کوئی بات بغیر غور وفکر کے نہ کہنا۔

۲۔ فَتَقْتَدِيْ بِمَا شَاهَدْتَ : اور جو کچھ تم نے میرے طرز حکومت میں مشاہدہ کیا ہے اُس کی اقتدا کرو۔(۱)

ا۔ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای از نہج البلاغہ: ج ۳

حاشیہ:

مشکل الفاظ اور اسکے معانی:

(۱) وَالِاسْتِئْثَارَ: اختصاص۔ (۲) اُسْوَةٌ: برابر۔ (۳) حَمِيَّةُ الْأَنْفِ: غیرت (۴) وَسُوْرَةً: تیزی (۵) حد: شدت (۶) تضعیف: زیادہ

منتخب اقوال امیر المومنینؑ☆

۱. مَنِ اسۡتَبَدَّ بِرَاۡیِهِ هَلَكَ ،وَمَنۡ شَاوَرَ الرِّجَالَ شَارَ كَهَافِی عُقُولِهَا.

جوخودرائی سے کام لے گا وہ ہلاک ہوجائے گا اور جولوگوں سے مشورہ کرے گا وہ ان کی عقلوں میں شریک ہوجائے گا.

۲. مَنِ اسۡتَقۡبَلَ وُجُوهَ الۡآرَاءِ عَرَفَ مَوَاقِعَ الۡخَطَاِ.

جومختلف (۴) آراء کا سامنا کرتا ہیوہ غلطی کے مقامات کو پہچان لیتا ہے (اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مشورہ کرنے والا غلطیوں سے محفوظ رہتا ہے کہ اسے کئی طرح کے افکار حاصل ہوجاتے ہیں اور ہر شخص کے ذریعہ دوسرے کی فکر کی کمزوری بھی ندازہ ہوجاتا ہے اور اس طرح صحیح رائے اختیا کرنے میں کوئی زحمت نہیں رہ جاتی ہے.

۳. اٰلَةُ الرِّيَاسَةِ سَعَةُ الصَّدۡرِ.

ریاست کا وسیلہ وسعت صدر ہے.

۴. لما سمع الخوارج :" لَا حُكۡمَ اِلَّاللهِ": كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَابَاطِلٌ.

جب آپ نے خوارج کا یہ نعرہ سنا کہ "خدا کے علاوہ ی کے لئے حکم نہیں ہے "تو فرمایا کہ "یہ کلمہ حق ہے" لیکن اس سے باطل معنی مراد لئے گئے ہیں.

۵. اَلۡخِلَافُ يَهۡدِمُ الرَّاۡیَ.

مخالفت صحیح رائے کو بھی برباد کردیتی ہے.

۶. بِئْسَ الزَّادُ اِلَیٰ الْمَعَادِ، اَلْعُدْوَانُ عَلَیٰ الْعِبَادِ.

روز قیامت کے لئے بدترین زادسفر بندگانِ خدا پر ظلم ہے.

۷. اَتَّقُوا ظُنُونَ الْمُؤْمِنِینَ، فَاِنَّ اَللّٰہَ تَعَالَیٰ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَیٰ اَلْسِنَتِہِمْ.

مومنین کے گمان سے ڈرتے رہو کہ پروردگار حق کو صاحبانِ ایمان ہی زبان پر جاری کرتا رہتا ہے.

۸. "وَفِی الْقُرْآنِ نَبَأُ مَاقَبْلَکُمْ، وَخَبَرُ مَابَعْدَکُمْ، وَحُکْمُ مَابَیْنَکُمْ".

قرآن میں تمھارے پہلے کی خبر تمھارے بعد کی پیشگوئی اور تمھارے درمیانی حالات کے احکام سب پائے جاتے ہیں.

۹. اَتَّقُوامَعَاصِیَ اَللّٰہِ فِی الْخَلْوَاتِ، فَاِنَّ الشَّاہِدَھُوَالْحَاکِمُ.

تنہائی میں بھی خدا کی نافرمانی سے ڈرو کہ جو دیکھنے والا ہے وہی فیصلہ کرنے والا ہے۔

۱۰۔ السُّلْطَانُ وَزَعَۃُ اللّٰہِ فِی اَرْضِہِ

بادشاہ روئے زمین پر اللہ کا پاسبان ہوتا ہے۔

☆ اقتباس از کلمات قصار، نہج البلاغہ

علمائے کرام، دانش ور، ڈاکٹرز،
شعراء وادیب، اہل قلم اور
تعلیمی فلاحی مذہبی اداروں کے بانیان
کے لیے التماس دعا

کتابیات

☆ قرآن مجید، ترجمہ وتفسیر علامہ ذیشان حیدر جوادی

☆ معجم المفہرس، فواد عبدالباقی طبع نشر پرتو تہران۔ ۱۳۹۷ھ ق

☆ صحیفہ سجادیہ، سید الساجدین زین العابدین، حضرت امام علی بن الحسینؑ ترجمہ اردو، ترجمہ وتشریح صحیفہ علامہ سید ذیشان حیدر جوادی ترجمہ وتشریح ملحقات، علامہ مفتی جعفر حسین صاحب، ناشر انصاریان پبلکیشنز۔ قم ایران۔ طبع اول، ۲۰۰۷ء

☆ الحدیث روایات تربیتی از مکتب اہل بیتؑ مولف، مرتضیٰ فرید، ناشر، دفتر نشر و فرہنگ اسلامی قم، تاریخ طبع، ۱۴۶۶ھ ش۔

☆ العقائد من نہج البلاغہ، محسن علی المعلم، دار الھادی بیروت لبنان

☆ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید، بہ تحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم۔ ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان۔ ج ۱۷۔

☆ پژوہشی پیرامون زندگی وعمل کرد مالک اشتر۔ مولف: علی اکبر عباسی۔ ناشر: موسسہ چاپ آستانہ قدس رضوی۔ طبع اول ۱۳۸۵ء (ملاحظہ: کتاب ھذا میں مالک اشتر سے متعلق معلومات کے عنوانات زیادہ تر اسی کتاب سے لیے گئے ہیں)

☆ ترجمہ گویا وشرح فشردہ ای بر نہج البلاغہ: ج ۳۔ محمد جعفر امامی ومحمد رضا آشتیانی زیر نظر آیت اللہ مکارم شیرازی چاپ ہشتم، ۱۳۶۹۔ طبع مطبوعاتی ھدف قم۔

☆ ریحانۃ الادب فی تراجم المعروفین بالکنیۃ واللقب مؤلف محمد علی تبریزی خیابانی طبع ۱۳۲۴ء

☆ تاریخ یعقوبی، احمد بن یعقوب ترجمہ محمد ابراہیم آیتی طبع دوم تہران ۱۳۷۸ء

☆ میزان الحکمۃ، آیت اللہ محمدی ری شہری مترجم مولانا محمد علی فاضل ناشر مصباح الھدیٰ پبلشر لاہور طبع اول محرم الحرام ۱۴۱۸ھ ق

☆ منہاج نہج البلاغہ سید سبط الحسن الہنسوی طبع نظامی پریس لکھنؤ

☆ مرتضوی نظام حکومت علامہ ڈاکٹر محمد حسین اکبر طبع اول ۲۰۰۴ء ادارہ منہاج الحسین لاہور پاکستان۔

☆ نور القرآن۔ ناشر مکتبہ عمار یاسر اردو بازار لاہور۔

☆ منتخب میزان الحکمہ تلخیص سید حمید حسینی مولف محمدی ری شہری، سازمان نشر دار الحدیث قم۔

☆ یکصد موضوع پانصد داستان، سید علی اکبر صداقت طبع دوم قم ۱۳۸۰ھ ش

☆ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی تحقیق محمد ابو الفضل ابراہیم، ناشر دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان،

☆ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای بر نہج البلاغہ: ج ۳، محمد جعفر امامی و محمد رضا آشتیانی، زیر نظر آیت اللہ مکارم شیرازی، طبع ہشتم، ۱۳۶۹ھ ش، مطبوعاتی ہدف قم۔

☆ ریحانۃ الادب فی تراجم المعروفین بالکنیۃ واللقب مؤلف محمد علی تبریزی خیابانی طبع ۱۳۲۴ھ

☆ تاریخ یعقوبی، احمد بن یعقوب ترجمہ محمد ابراہیم آیتی طبع دوم تہران ۱۳۷۸ھ

☆ میزان الحکمۃ، آیت اللہ محمدی ری شہری مترجم مولانا محمد علی فاضل ناشر مصباح الھدیٰ پبلشر لاہور طبع اول محرم الحرام ۱۴۱۸ھ ق

☆ منھاج نہج البلاغہ سید سبط الحسن الہنسوی طبع نظامی پریس لکھنؤ

☆ مرتضوی نظام حکومت علامہ ڈاکٹر محمد حسین اکبر طبع اول ۲۰۰۴ء ادارہ منہاج الحسین لاہور پاکستان۔

☆ نور القرآن۔ ناشر مکتبہ عمار یاسر اردو بازار لاہور۔

☆ منتخب میزان الحکمہ تلخیص سید حمید حسینی مولف محمدی ری شہری، سازمان نشر دار الحدیث قم۔

☆ یکصد موضوع پانصد داستان، سید علی اکبر صداقت طبع دوم قم ۱۳۸۰ھ ش

☆ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی بتحقیق محمد ابوالفضل ابراہیم، ناشر داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان،

☆ ترجمہ گویا و شرح فشردہ ای بر نہج البلاغہ: ج ۳، محمد جعفر امامی و محمد رضا آشتیانی، زیر نظر آیت اللہ مکارم شیرازی، طبع ہشتم، ۱۳۶۹ھ ش، مطبوعاتی ہدف قم۔

یادداشت

یادداشت

یادداشت

باب العلم دارالتحقیق کی مطبوعات

۱۔	تہذیب زندگی	طبع شدہ
۲۔	مناسک حج مخصوص خواتین	طبع شدہ
۳۔	خورشید وفا	زیر طبع
۴۔	تاریخ شہداء	زیر طبع
۵۔	تفسیر آیات ولایت	زیر طبع
۶۔	امریکہ از دیدگاہ امام خمینیؒ	زیر طبع
۷۔	سیرت معصومینؑ (سوالات و جوابات)	زیر طبع
۸۔	پاکستان میں شیعہ علماء کا کردار	زیر طبع
۹۔	مشکل کشائے معنوی	زیر طبع
۱۰۔	زندگانی حضرت محمد ابن ابی بکرؓ	زیر طبع

یادداشت

یادداشت

یادداشت